﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

جلسہ سالانہ نمبر

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد13 | جمعۃ المبارک 28/جولائی و 04/اگست 2006ء | شمارہ
02 و09/رجب1427ہجری قمری ۞ 28/وفا و 04/ظہور 1385 ہجری شمسی | 30-31

قرآن پڑھو

حضرت امامہ الباھلیؓ روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:
قرآن پڑھو کیونکہ قیامت کے دن وہ اپنے پڑھنے والوں کے لئے شفیع کے طور پر آئے گا۔

(صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب فضل قراءۃ القرآن)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء نہیں کہ مسیح کی وفات کو ثابت کرنے والی ایک جماعت پیدا ہو جائے۔ اصل مقصد اللہ تعالیٰ کا تو یہ ہے کہ ایک پاک دل جماعت مثل صحابہؓ کے بن جاوے۔

یادرکھو کہ یہ جماعت اس بات کے واسطے نہیں کہ دولت اور دنیاداری ترقی کرے اور زندگی آرام سے گزرے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر شخص اپنا تزکیہ کرے۔

’’اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء نہیں کہ مسیح کی وفات کو ثابت کرنے والی ایک جماعت پیدا ہو جائے۔ یہ بات تو ان مولویوں کی مخالفت کی وجہ سے درمیان آ گئی ہے۔ ورنہ اس کی تو کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ اصل مقصد اللہ تعالیٰ کا تو یہ ہے کہ ایک پاک دل جماعت مثل صحابہؓ کے بن جاوے۔ وفات مسیح کا معاملہ تو جملہ معترضہ کی مانند درمیان میں آ گیا ہے۔ مولوی لوگوں نے خواہ مخواہ اپنی ٹانگ درمیان میں اڑا لی۔ ان لوگوں کو مناسب نہ تھا کہ اس معاملہ میں دلیری کرتے۔ قول خدا تعالیٰ، رؤیت نبی اور اجماع صحابہؓ یہ تین باتیں اس واسطے کافی تھیں۔ ہمیں تو افسوس آتا ہے کہ اس کا ذکر ہمیں خواہ مخواہ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ہمارا اصل امر ابھی دیگر ہے۔ یہ تو صرف خس وخاشاک کو درمیان سے اٹھایا گیا ہے۔ سوچو کہ جو شخص دنیاداری میں غرق ہے اور دین کی پروا نہیں رکھتا اگر تم بیعت کرنے کے بعد ویسے ہی رہو تو پھر تم میں اور اس میں کیا فرق ہے؟ بعض لوگ ایسے کچے اور کمزور ہوتے ہیں کہ ان کی بیعت کی غرض بھی دنیا ہی ہوتی ہے۔ اگر بیعت کے بعد ان کی دنیاداری کے معاملات میں ذرا سا فرق آ جاوے تو پھر پیچھے قدم رکھتے ہیں۔

یادرکھو کہ یہ جماعت اس بات کے واسطے نہیں کہ دولت اور دنیاداری ترقی کرے اور زندگی آرام سے گزرے۔ ایسے شخص سے تو خدا تعالیٰ بیزار ہے۔ چاہئے کہ صحابہؓ کی زندگی کو دیکھو۔ وہ زندگی سے پیار نہ کرتے تھے۔ ہر وقت مرنے کے لئے تیار تھے۔ بیعت کے معنے ہیں اپنی جان کو بیچ دینا۔ جب انسان زندگی کو وقف کر چکا تو پھر دنیا کے ذکر کو درمیان میں کیوں لاتا ہے؟ ایسا آدمی تو صرف رسمی بیعت کرتا ہے۔ وہ تو کل بھی گیا اور آج بھی گیا۔ یہاں تو صرف ایسا شخص رہ سکتا ہے جو ایمان کو درست کرنا چاہے۔ انسان کو چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی زندگی کا ہر روز مطالعہ کرتا رہے۔ وہ تو ایسے تھے کہ بعض مر چکے تھے اور بعض مرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کے سوائے بات نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ کنارہ پر کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں تا کہ ابتلاء دیکھ کر بھاگ جائیں وہ فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔ دنیا کے لوگوں کی عادت ہے کہ کوئی ذرا سی تکلیف ہو تو لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتے ہیں اور آرام کے وقت خدا تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ کیا لوگ چاہتے ہیں کہ امتحان میں سے گزرنے کے سوائے ہی خدا خوش ہو جائے۔ خدا تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ مگر سچا مومن وہ ہے جو دنیا کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر دے۔ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو ضائع نہیں کرتا۔ ابتدا میں مومن کے واسطے دنیا جہنم کا نمونہ ہو جاتی ہے، طرح طرح کے مصائب پیش آتے ہیں اور ڈراؤنی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں تب وہ صبر کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ اُن کی حفاظت کرتا ہے لیکن

عشق اوّل سرکش وخونی بود   تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنت ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی رضا کے ساتھ جو متفق ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اس کو محفوظ رکھتا ہے اور اس کو حیاۃ طیبہ حاصل ہوتی ہے۔ اس کی سب مرادیں پوری کی جاتی ہیں۔ مگر یہ بات ایمان کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

ایک شخص کے اپنے دل میں ہزار گند ہوتا ہے۔ پھر خدا پر شک لاتا ہے اور چاہتا ہے کہ مومنوں کا حصّہ مجھے بھی ملے۔ جب تک انسان پہلی زندگی کو ذبح نہ کر دے اور محسوس نہ کر لے کہ نفسِ امّارہ کی خواہش مر گئی ہے اور خدا تعالیٰ کی عظمت دل میں بیٹھ نہ جائے تب تک مومن نہیں ہوتا۔ اگر مومن کو خاص امتیاز نہ بخشا جائے تو مومنوں کے واسطے جو وعدے ہیں وہ کیونکر پورے ہوں گے۔ لیکن جب تک دورنگی اور منافقت ہو تب تک انسان کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِیْرًا﴾ (النسآء:146)

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایک ایسی جماعت بنائے گا جو ہر جہت میں سب پر فوقیت رکھے گی۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح سے فضل کرے گا۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر شخص اپنے نفس کا تزکیہ کرے۔ ہاں کمزوری میں اللہ تعالیٰ معاف کرتا ہے۔ جو شخص کمزور ہے اور ہاتھ اٹھاتا ہے کہ کوئی اس کو پکڑے اور اٹھائے، اُس کو اٹھایا جائے گا۔ مگر مومن کو چاہئے کہ اپنی حالت پر فارغ نہ بیٹھے اس سے خدا راضی نہیں ہے۔ ہر طرح سے کوشش کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے راضی کرنے کے جو سامان ہیں وہ سب مہیا کئے جائیں‘‘۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 504-505 جدید ایڈیشن)

اداریہ

دیدہ ور ہو تو دیکھو یہ اعجاز حق

منکرین فیضان ختم نبوت نے 'ختم نبوت' کے نام پر مختلف تنظیمیں بنا رکھی ہیں۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اب کوئی ایسا شخص نہیں ہوسکتا جو اللہ تعالیٰ سے شرف مکالمہ ومخاطبہ پاسکے اور خدا تعالیٰ اس کے ہاتھ پر تائیدی نشان ظاہر کرسکے۔ ان کے نزدیک خدا پہلے بولتا تھا مگر اب نہیں بولتا۔ اور دلیل اس کی یہ دیتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اس لئے آپ کے بعد یہ فیض اور فضل بند ہوگیا۔ اب اس امت میں کذاب اور دجال تو آسکتے ہیں مگر آنحضرت ﷺ کی غلامی اور آپ کی اتباع میں اور آپ کے فیض روحانی سے فیضیاب ہوکر کوئی اُمّتی مقام نبوت کو نہیں پاسکتا۔ اسی قسم کے باطل عقائد رکھنے والی ایک تنظیم انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان کے مرکزی جنرل سیکرٹری زاہد محمود قاسمی کی طرف منسوب ایک خبر روزنامہ جنگ پاکستان 17/جولائی 2006ء کے شمارہ میں شائع ہوئی ہے۔ یہ خبر افراد جماعت احمدیہ عالمگیر اور بالخصوص افراد جماعت احمدیہ لندن کے لئے بہت دلچسپی اور حیرت کا موجب ہوگی۔ خبر میں بتایا گیا ہے کہ زاہد قاسمی صاحب نے برطانیہ کے تبلیغی دورہ سے واپسی کے بعد بتایا کہ "ختم نبوت کی حقانیت واضح ہونے سے لندن میں بڑی تعداد میں قادیانی دائرہ اسلام میں داخل ہورہے ہیں"۔ یہ تو زاہد قاسمی صاحب ہی بتا سکتے ہیں کہ 'بڑی تعداد میں' وہ کون سے 'قادیانی' ہیں جو ان کے مبیّنہ 'دائرہ اسلام' میں داخل ہورہے ہیں۔ چونکہ یہ معاندین خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ سے وابستہ افراد جماعت احمدیہ کا ذکر احمدی کے بجائے قادیانی کے لفظ سے کرتے ہیں اس لئے ہم اس مضحکہ خیز، سراسر جھوٹی، بے بنیاد اور شرانگیز خبر پر نہایت دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن ہی کہہ سکتے ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ خلافت حقہ اسلامیہ سے وابستہ افراد جماعت احمدیہ نہ صرف لندن اور برطانیہ میں بلکہ دنیا بھر میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کی موسلا دھار بارش میں اس کی نصرت وتائید کے تازہ بتازہ نشانوں سے تقویت پاتے ہوئے ہر روز ایمان واخلاص اور صدق و وفا کی نئی ارفع منازل کو طے کرتے ہوئے شاہراہ غلبۂ اسلام پر آگے ہی آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور قاسمی صاحب کا یہ بیان محض جھوٹ، افتراء اور فتنہ پردازی ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ اس سے پہلے بھی ان کے اکابرین بیرون پاکستان کے اپنے دوروں کے بعد اسی قسم کے جھوٹے بیان دیتے دیتے اس دنیا سے نامراد رخصت ہوئے جن میں یہ دعویٰ کیا جاتا تھا کہ انہوں نے افریقہ میں جماعت کے مشن بند کروادیئے ہیں اور مختلف ممالک میں کثرت سے احمدیوں نے ارتداد اختیار کیا ہے۔ دراصل تکذیب جن لوگوں کی غذا بن چکی ہو وہ جھوٹ کی نجاست پر منہ مارے بغیر رہ نہیں سکتے۔ نمعلوم یہ لوگ کسے دھوکا دینا چاہتے ہیں؟ ﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴾۔ شائد ان جیسے کورچشم، بے بصیرت و بے بصارت لوگ ہی ہوں گے جو ان کی باتوں پر یقین رکھتے ہوں گے۔ وگرنہ آسمان کی رفعتوں کو چھوتی ہوئی احمدیت کی صداقت کی گواہیاں تو اب ایم۔ ٹی۔ اے کے ذریعہ سے چوبیس گھنٹے دنیا کے تمام خطوں میں اور خود ان مکذبین ومعاندین کے گھروں میں بڑے تواتر کے ساتھ اتر کر ان کو جھوٹا ثابت کررہی ہیں۔ صرف گزشتہ ایک سال میں دنیا بھر میں جس کثرت کے ساتھ جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہوئے اور اس کی حقانیت اور احمدیت کی قبولیت کے نشان ظاہر ہوئے، ان سب کا شمار تو ممکن ہی نہیں۔ لیکن جیسا کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اس کے چند نمونے حضور انور جلسہ سالانہ یوکے 2006ء کے موقع پر اپنے خطاب میں بیان فرمائیں گے اور MTA کے ذریعہ تمام عالم میں یہ مبارک ذکر پھیلے گا انشاء اللہ۔ سننے والے سنیں گے اور دیکھنے والے دیکھیں گے کہ خدا تعالیٰ کی نصرت و تائید کس کے ساتھ ہے، کس کی زمین سکڑ رہی ہے اور کسے خدا تعالیٰ نئی وسعتیں اور نئی رفعتیں عطا فرما رہا ہے۔

گزشتہ ایک سال کے دوران جماعت احمدیہ انگلستان کو ہارٹلے پول میں ایک نئی مسجد کی تعمیر اور اس کے افتتاح کی توفیق اور سعادت نصیب ہوئی اور افراد جماعت کی بڑھتی ہوئی تعداد، نمازوں اور عبادات کے قیام میں شغف اور روز افزوں دینی مساعی کے پیش نظر کئی نئی جماعتیں، حلقے اور نماز سینٹرز قائم کئے گئے۔ پھر اسی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ برطانیہ کو غیر معمولی مالی قربانی پیش کرتے ہوئے 208 ایکٹر قطعہ اراضی خریدنے کی توفیق بخشی جس کا نام حضور ایدہ اللہ نے حَدِیْقَۃُ الْمَھْدِی رکھا ہے اور اب اس جگہ پر 28، 29 اور 30/جولائی 2006ء کو جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ منعقد ہورہا ہے۔ کیا یہ باتیں اس امر کی غماز ہیں کہ احمدی نعوذ باللہ ارتداد اختیار کررہے ہیں یا یہ جماعت کی ترقی اور اس کے اخلاص اور قربانی کے بلند ہوتے ہوئے معیاروں کی روشن گواہیاں ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں جب کوئی آپ کے نام سے بھی واقف نہ تھا اور نہ آپ کا معتقد تھا اور "قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار" آپ کو بڑی بڑی بشارتیں دیتے ہوئے بتایا تھا کہ لوگ تیرے پاس دور دور سے آئیں گے اور یہ کہ مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ یہ الہامات مختلف پہلوؤں سے بڑی شان کے ساتھ حضور علیہ السلام کی مبارک زندگی میں ہی کئی دفعہ پورے ہوئے اور آج تک پورے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مگر 06-2005ء کو اس پہلو سے یہ خاص امتیاز حاصل ہے کہ یہ وہ مبارک سال ہے جس میں مسیح پاک علیہ السلام کے مقدس خلیفۂ خامس کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا کہ آپ مسیح پاک علیہ السلام کی بستی قادیان دارالامان میں جلسہ سالانہ میں بنفس نفیس شامل ہوئے اور وہاں سے آپ کی مبارک آواز اور دلربا تصویروں کے ساتھ MTA کے ذریعہ مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام زمین کے کناروں تک پہنچا۔ پھر اسی سال میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یورپ کے علاوہ ماریشس، سنگاپور، آسٹریلیا، فجی، نیوزی لینڈ اور جاپان جیسے ممالک اور جزائر کا دورہ فرمایا اور ہر جگہ سے حضور انور کے خطبات/خطابات تمام دنیا میں براہ راست نشر ہوتے رہے۔ یوں مرکز احمدیت قادیان سے زمین کے کناروں تک اور پھر زمین کے کناروں سے دنیا کے تمام ممالک تک مسیح پاک علیہ السلام کا پیغام آپ کے مقدس خلیفہ کی آواز میں تمام عالم میں آسمانی نصرت وتائید کی محکم گواہیوں کی صورت میں پہنچتا رہا۔

ایسے لوگ جنہوں نے اپنی آنکھوں پر ضد وتعصب اور جہالت ونفرت کی پٹیاں باندھ رکھی ہوں اور جن کے کذب وافترا اور تکفیر وتکذیب کے رویّوں کے سبب خدا نے ان کے دلوں پر مہر کردی ہو اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہو وہ تو الٰہی نصرت و تائید کے ان نشانات کی عظمت واہمیت کو دیکھنے سے قاصر ہیں۔ لیکن ایسے شریف النفس لوگ جن کے دلوں میں خدا کا ذرا بھی خوف اور سچائی سے ذرا بھی پیار باقی ہے انہیں ضرور ان نشانات کو دیکھتے ہوئے غور کرنا چاہئے کہ باوجود مخالفین و معاندین احمدیت کی جان توڑ کوششوں اور مفتریانہ پراپیگنڈا کے خدائی نصرت وتائید اور قبولیت کے نشان احمدیت ہی کے حق میں کیوں ظاہر ہورہے ہیں؟ کیا نعوذ باللہ خدا جھوٹوں کی مدد کرتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ "پاک وبرتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر"۔

(نصیر احمد قمرؔ)

جلسہ سالانہ ——— ہجوم عاشقاں

جمالِ مہدیٔ موعود کے دیوانے آ پہنچے ‌ ‌ فروزاں ہو گئی شمعِ وفا پروانے آ پہنچے
غلامانِ محمدؐ کے ہجومِ شوق کا عالم ‌ ‌ لئے آنکھوں میں شوق دید کے پیمانے آ پہنچے
کمال ہوشمندی جن کے چہروں سے نمایاں ہے ‌ ‌ خرد کو ناز ہے جن پر وہی دیوانے آ پہنچے
سحر کی سرحدوں سے بھی پرے اک طور رقصاں ہے ‌ ‌ جو اس منزل کے بھی واقف ہیں وہ دیوانے آ پہنچے
زہے قسمت کہ ہم فرقت زَدوں کی آج بن آئی ‌ ‌ کہ ہم پر حضور انور خود کرم فرمانے آ پہنچے
اٹھوا ے مے کشو صدق وصفا کے جام لے آؤ ‌ ‌ وہ آنکھوں میں لئے توحید کے پیمانے آ پہنچے
ثبوت ہوشمندی ہے کہ سرشاری ہے یہ ثاقبؔ ‌ ‌ جو مدہوشی کی منزل تھی وہیں مستانے آ پہنچے

(ثاقب زیروی)

نغمۂ عالم نو

(اُن نئی بستیوں کے نام جو تقدیر باری کے تحت نئے آسمان تلے عالم احمدیت کی نئی سرزمین پر نمودار ہوئیں)

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

(درثمین)

(1)

جن پہ ماں کی طرح جھک گیا آسماں
ہر فضا جن کی خاطر بنی آشیاں
طائروں کی طرح محوِ پرواز ہیں
ایک گمنام بستی کی آواز ہیں
نغمہء داؤدی سرمدی ساز پر
گنگناتے ہوئے مسکراتے ہوئے
کہکشاں کی طرح جگمگاتے ہوئے
دشت و امصار سے سرفروش آئے ہیں
دل کے درویش خیمہ بدوش آئے ہیں
دیدہ ور ہو تو دیکھو یہ اعجاز حق
عالم احمدیت افق در افق
جس پہ سورج کہیں ڈوبتا ہی نہیں
ہم پہ سورج کبھی ڈوبتا ہی نہیں

(2)

شاخِ طوبیٰ کے راہی پئے خُم کے خُم
عشق خیر الرسلؐ حُبِّ مولیٰ میں گُم
آرہے ہیں سبھی سرحدیں توڑ کر
نور فرقان دل میں سموئے ہوئے
قُدسیوں کو لڑی میں پروئے ہوئے
آندھیاں اپنے قدموں تلے روند کر
بجلیوں کی طرح ہر طرف کوند کر
وہ خدا نے لگائی کرم کی جھڑی
تا ابد جو برستی ہے تھمتی نہیں
دیدہ ور ہو تو دیکھو یہ اعجاز حق
عالم احمدیت افق در افق
جس پہ سورج کہیں ڈوبتا ہی نہیں
ہم پہ سورج کبھی ڈوبتا ہی نہیں

(3)

یہ ہیں آثار اک ایسے طوفان کے
جس کے جھونکوں میں لپکے ہیں ایمان کے
جو خدا کا ہو بس ایسے انسان کے
یہ ارادے ہیں میثاقِ نو کے لئے
قادر و مالک الملک منّان کے
امن و خیر و محبت کے اُڑتے علم
یہ زمیں کے کناروں سے اُٹھتے قدم
ایسے آدم کے ہیں جو کسی حال میں
ربّ رحمان کو بھولتا ہی نہیں
دیدہ ور ہو تو دیکھو یہ اعجاز حق
عالم احمدیت افق در افق
جس پہ سورج کہیں ڈوبتا ہی نہیں
ہم پہ سورج کبھی ڈوبتا ہی نہیں

(4)

گُن جو گاتے ہیں یار طرح دار کے
ہاتھ و ہتھیار ہیں اپنے سالار کے
اتّحاد و اطاعت کے ہر گام سے
جب بھی آئے ہیں دیوانہ وار آئے ہیں
کُوزہ گر کے لئے خاکِ دل لائے ہیں
شکر کرتے ہوئے، حمد پڑھتے ہوئے
کامرانی کے زینوں پہ چڑھتے ہوئے
یہ عجب لوگ ہیں یہ غضب لوگ ہیں
جن کی فطرت میں کبر و اَنا ہی نہیں
دیدہ ور ہو تو دیکھو یہ اعجاز حق
عالم احمدیّت افق در افق
جس پہ سورج کہیں ڈوبتا ہی نہیں
ہم پہ سورج کبھی ڈوبتا ہی نہیں

(جمیل الرحمٰن۔ ہالینڈ)

(تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2005ء)

سیرت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

انسانی اقدار کا قیام، آزادئ ضمیر اور مذہبی رواداری

(حافظ مظفر احمد - ایڈیشنل ناظر دعوت الی اللہ - ربوہ)

﴿قُلْ یَآ اَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَانُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَایَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران:65)

انسان فطرتاً آزاد پیدا ہوا ہے۔ اور ہمارے خالق ومالک نے ہمیں غور وفکر کے لئے دل ودماغ اور بولنے کے لئے زبان عطا کر کے اپنی مرضی کی رائے اور عقیدہ کے اختیار اور اظہار کا حق بخشا۔ مگر انسان خود ہی اسے پامال کرتا ہے۔ آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے بھی کچھ ایسا ہی نقشہ تھا۔ بحر وبرّ میں ایک فساد برپا تھا۔ ایک طرف بڑی طاقتیں عیسائی رومن ایمپائر اور زرتشتی سلطنت ایران باہم برسرپیکار تھیں تو دوسری طرف دنیا کے دونوں بڑے مذاہب یہودیت وعیسائیت کے مابین اختلاف انتہا پر تھے۔ وہ ایک کتاب کو ماننے کے باوجود ایک دوسرے کو بلکہ اپنے سوا سب کو جہنمی قرار دے رہے تھے۔

تب فاران کی چوٹیوں سے ایک شہزادۂ امن حقوق انسانی کا علمبردار بن کر اترا۔ یہ تھے حضرت محمد مصطفیؐ۔ آپؐ نے یہود ونصاریٰ کو دعوت صلح دیتے ہوئے فرمایا ﴿تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ﴾ آؤ کم از کم ہم اپنی ان مشترک نیک قدروں پر اکٹھے ہو کر باہم تعاون کریں جن میں ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی بھی اختلاف نہیں ﴿اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَانُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا﴾ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں ﴿وَلَایَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ﴾ اور ہم میں سے کوئی اپنے میں سے کسی کو اللہ کے سوا ''ربّ'' کا مقام نہ دے۔ یعنی کم از کم ہم بطور انسان ہی ایک دوسرے کے حق ادا کریں۔ ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ یعنی اور اگر تم یہ دعوت قبول نہ کرو تو پھر گواہ رہنا ہم مسلم ہیں۔ یعنی اس پیشکش کے ذریعہ ہم نے مصالحت کی ابتداء کر دی ہے .... اگر اس دعوت صلح کو قبول کیا جاتا تو شاید آج دنیا میں جبر وتشدّد کی بجائے امن کا راج ہوتا۔

لیکن بانیٔ اسلام نے اس مصالحت میں پہل کرتے ہوئے یہ تاریخی اعلان کیا کہ دنیا کے تمام مذاہب اور ان کے پیشوا سچے تھے۔ ان کی تعلیمات خدا کی طرف سے تھیں۔ اور ہم ان تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں جن کی تعلیم زیادہ خالص اور مکمل طور پر اپنے عملی نمونہ کے ساتھ محمد مصطفیٰؐ پیش کر رہے ہیں۔ (بقرہ:286، سورۃ فاطر25) مصالحانہ فارمولے کا دوسرا اصول ﴿وَلَا یَتَّخِذْ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَاباً﴾ ہے جس میں انسانی قدروں کی بحالی کی دعوت ہے کہ انسان کو انسان رہنے دو۔ اسے خدا نہ بناؤ اور اپنے مفادات کی خاطر انسانی قدریں پامال کرنے کی بجائے، قائم کر کے دکھاؤ اس طرح کہ سب مذاہب کے ماننے والے کم از کم انسانوں کے بنیادی حقوق ادا کرنے لگ جائیں اور امن عالم قائم ہو جائے۔ اس اصول پر عمل کرتے ہوئے بانیٔ اسلام نے دوسرے مذاہب کی نیک انسانی اقدار دیانت وامانت وغیرہ کی تعریف کی۔ (آل عمران76) اور فرمایا ہے کہ یہود ونصاریٰ میں بھی عہد کے پابند اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے، عبادت پر قائم لوگ ہیں جو نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ (آل عمران:114 تا 116) اور ایسے یہودی، عیسائی یا صابی جن کو پیغام اسلام پہنچا نہیں یا سمجھ نہیں آیا اور وہ خدا ترسی سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لا کے نیک کام کر رہے ہیں ان کو نجات کی یہ نوید سُنائی کہ ان کے رب کے پاس ان کا مناسب اجر ہے اور ان پر کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔ (بقرہ:63) ہاں اتمام حجت کے باوجود انکار کرنیوالے خسارہ میں ہونگے۔ (آل عمران:86)

◌◌◌◌◌◌

اس تمہید سے ظاہر ہے کہ آزادی ضمیر اور بنیادی حقوق انسانی مذہبی آزادئ ورواداری کے بارے میں تاریخ عالم میں پہلی مہم شروع کرنے والے ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جنہوں نے آج سے پندرہ سو برس قبل اس وقت ان حقوق کی بات کی جب Atlantic Treaty کا کوئی تصور تھا نہ UNO کے ہیومن رائیٹس چارٹر کا۔ نہ Magna Carta وجود میں آیا تھا اور نہ روسو کا معاہدہ عُمرانی Social Contract۔ بانیٔ اسلام نے اس وقت انسانی حقوق کے قیام کا آغاز اس اعلان سے کیا کہ میری آمد آمد سے ملک قوم رنگ نسل اور زبان کے تمام امتیازات کا خاتمہ ہے۔ میں (کسی خاص قوم نہیں بلکہ) تمام بنی نوع انسان کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔ عالمگیر رسول!!

بانیٔ اسلام کے ذریعہ ہی پہلی دفعہ مساوات انسانی کا بھی اعلان ہوا کہ ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ (سورۃ الحجرات: 14) یعنی اے دنیا کے انسانو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے گروہ اور قبائل پہچان کے لئے بنائے ہیں۔ آج سے ذات پات اور نسلی امتیازات کالعدم ہیں۔ آئندہ عزت وفضیلت محض خوبی اور خدا ترسی سے ہوا کرے گی۔

فتح مکہ کے موقع پر پہلی آزاد اسلامی حکومت قائم کرتے ہوئے یہ بھی واضح فرما دیا گیا کہ لَا فَضْلَ لِلْعَرَبِیِّ عَلٰی عَجَمِیٍّ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر۔ کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔ سب آدم کی اولاد اور انسان ہیں۔ اسی روز ہر انسان کی جان ومال اور عزت کی حفاظت کے بنیادی حقوق انسانی کا قیام مسلمانوں کی اولین ذمّہ داری قرار دیا گیا۔

(بخاری کتاب العلم باب لیبلغ العلم الشاھد الغائب)

بانی اسلامؐ نے مسلمان کی تعریف یہ کی کہ جس سے دوسرے سلامتی میں رہیں۔ حقیقی مومن وہ ہے، جس سے تمام دوسرے انسانوں کو امن حاصل ہو۔ کیونکہ ایمان کا لفظ ہی امن سے نکلا ہے۔ (مسند احمد جلد2ص215مطبوعہ بیروت)

ایک اور موقع پر فرمایا کہ مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور خدا کو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کی مخلوق سے بہترین سلوک کرے۔

◌◌◌◌◌◌

انسانیت کی محبت تو رسول اللہ کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جس کی شہادت پہلی وحی کے موقع پر حضرت خدیجہؓ نے دی کہ اے معصوم شہزادے! آپ کی تو ساری زندگی خدمت انسانی سے عبارت ہے۔ خدا کبھی ضائع نہیں کرے گا۔

یہ محمدؐ مصطفیٰ ہی تھے جو اپنے دعویٰ نبوت سے پہلے ہی شرفائے مکہ کے ساتھ مظلوموں کی مدد کے معاہدہ حلف الفضول میں شامل ہوئے بعد میں بھی آپ اس پر فخر کیا کرتے تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جز1ص142-141مصطفی البابی الحلبی)

اور دعویٰ نبوت کے بعد آپ نے اپنے جانی دشمن سردار مکہ ابوجہل سے بھی ایک مظلوم اجنبی تاجر الأراشی کا حق دلانے سے گریز نہ کیا اور اس کی درخواست پر اپنی جان خطرے میں ڈال کر سیدھا ابوجہل کے دروازے پر جا دستک دی اور نہیں ٹلے جب تک اس مظلوم کو حق مل نہ گیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد2ص124-123 دارالفکر بیروت)

رسول اللہؐ کے دل میں بلا امتیاز مذہب وملت انسانیت کا ایک درد تھا۔ ایک دفعہ رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں ہجرت حبشہ سے لوٹ کر آنے والے ایک صحابی نے یہ واقعہ سنایا کہ ہمارے پاس سے ایک حبشی عیسائی بڑھیا سر پر پانی کا مٹکا اُٹھائے گزری۔ محلے کے کسی شریر لڑکے نے اسے دھکا دے کر گرا دیا اور اس کا مٹکا ٹوٹ گیا۔ بڑھیا نے اسے ملامت کرتے ہوئے کہا بد بخت! تجھے اس روز اپنے کئے کا انجام معلوم ہوگا جب ہاتھ پاؤں بھی گواہی دیں گے اور خدا اپنی عدل کی کرسی پر جلوہ افروز ہو کر فیصلہ سنائے گا۔

رحمۃ للعالمینؐ کو اس کمزور بڑھیا پر اتنا ترس آیا کہ دل بے چین ہو گیا اور آپؐ زمان ومکان کے فاصلوں سے قطع نظر اس بڑھیا کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور عجب انسانی ہمدردی کے جوش سے فرمایا: ''وہ بڑھیا سچ اور بالکل سچ کہتی تھی۔ اللہ اس قوم کو کبھی برکت نہیں دیتا جس میں کمزوروں کے حق طاقتوروں سے نہیں دلائے جاتے۔'' (سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر)

امر واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہؐ مستحق اور مفلوک الحال ضرورت مند شخص کو دیکھ کر اس وقت تک بے چین رہتے تھے جب تک اس کی تکلیف دور نہ ہو جائے۔ ایک دفعہ مدینہ میں کچھ لوگ آئے۔ جن کے جسم پر لباس تھا نہ پاؤں میں جوتے اور فاقہ سے بری حالت تھی۔ رسول اللہؐ انہیں دیکھ کر بے قرار ہو گئے پہلے ان کی فوری امداد کے لئے اپنے گھر گئے پھر صحابہ کو جمع کر کے امداد کے لئے اتنی مؤثر تحریک کی کہ تھوڑی ہی دیر میں غلّے کے دو ڈھیر جمع ہوئے۔ ان غرباء کی ضرورت پوری ہوتی دیکھ کر رسول اللہؐ کا چہرہ خوشی سے ایسے دمک رہا تھا جیسے سونے کی ڈلیا ہو۔

(مسند احمد جلد4ص359مطبوعہ بیروت)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عظمت انسانیت کا عملی درس دیتے ہوئے مُردوں کا بھی احترام کروایا اور نئی اخلاقی قدریں قائم فرمائیں۔ یہود مدینہ کی تمام تر زیادتیوں اور عہد شکنیوں کے باوجود شہر مدینہ میں یہ عجیب نظارہ دیکھا گیا۔ کسی یہودی کا جنازہ آتا تھا رسول کریمؐ احتراماً کھڑے ہو گئے۔ صحابہؓ نے وضاحت کی کہ یا حضرت! یہ کسی مسلمان کا نہیں یہودی کا جنازہ ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلَیْسَتْ نَفْسًا؟ کیا یہودی انسان نہیں ہوتے؟ اور یوں اپنے عمل سے احترامِ انسانیت کا نمونہ دیا۔

(بخاری کتاب الجنائز باب من قام لجنازۃ یھودی)

یہ تھے شرفِ انسانی کے علمبردار حضرت محمد مصطفیٰؐ۔

حضرت یعلیٰؓ بن مُرّہ بیان فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریمؐ کے ساتھ کئی سفر کئے۔ ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ نے کسی انسان کی نعش بے گور وکفن پڑی دیکھی ہو اور اسے دفن نہ کروایا ہو۔ کبھی آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ یہ کافر ہے یا مسلمان؟ (مستدرک حاکم جلد 1ص371)

جنگ احزاب میں بھی سردار مکہ نوفل مخزومی خندق میں گر کر ہلاک ہوا۔ کفار مکہ نے اس ڈر سے کہ مسلمان انتقاماً اس کی نعش کا مثلہ نہ کریں بارہ ہزار درہم تک پیشکش کی۔ ہمارے نبیؐ نے اس مشرک دشمن کی نعش کا بھی احترام کیا اور فرمایا۔ اہل مکہ کو بلا معاوضہ یہ نعش لوٹا دو تا کہ اپنی مرضی کے مطابق وہ اسے دفن کر سکیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد3ص437,438، ابن ہشام جلد 3ص273، طبری جلد2ص574، مسند احمد جلد1ص248 وجلد 1ص256، بیہقی جلد9ص133)

آج اس عظیم رسول کی طرف منسوب ہو کر جو اپنے ہی کلمہ گو بھائیوں کی نعشیں قبرستانوں سے اکھیڑ کر ان کی بے حرمتی کرنے والے توہین انسانیت بھی کرتے ہیں جس نے یہود اور مشرکین کے مُردوں کا ایسا احترام کیا کہ عرش الٰہی پر فرشتے بھی یہ نعرے لگاتے ہوں گے انسانیت زندہ باد، محسن انسانیت زندہ باد۔

◌◌◌◌◌◌

مذہبی رواداری کا پہلا قدم آزادئ ضمیر واظہار عقیدہ کا انسانی حق تسلیم کرنا ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں بھی سچائی سے بھری ہوئی وہ قابل عمل اصولی تعلیم پیش فرمائی کہ بے اختیار ہر انسانی فطرت اس کا اقرار کرتی ہے۔ فرمایا ﴿وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ﴾ (الکہف:30) یعنی تمہارے رب کی طرف سے مکمل سچائی آ چکی ہے۔ اب ماننا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے۔ اسی طرح فرمایا ﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ﴾ یعنی آج سے دین کے معاملہ میں ہر قسم کے جبر وتشدّد کا خاتمہ ہے۔

بانیٔ اسلام نے ہمیشہ اس اصول کی پاسداری کر کے دکھائی۔ جب یہودی قبیلہ بنونضیر کو اپنی عہد شکنی کی وجہ سے مدینہ چھوڑنا پڑا تو انصار مدینہ کے کئی بچے یہود کے پاس پرورش پاتے ہوئے یہودی ہو چکے تھے۔ انصار نے کہا کہ ہم اپنے بچے یہودی نہیں رہنے دیں گے۔ کیونکہ ہماری عورتوں نے اپنی نذر پوری کرتے ہوئے جب ان کو یہود کے سپرد کیا تب ہم ان کے دین کو بہتر سمجھتے تھے۔ اب اسلام کے بعد ہم اپنے لخت جگر یہود کے حوالے نہیں کر سکتے۔ مگر نبی کریمؐ نے یہی فیصلہ سنایا کہ چونکہ دین میں جبر نہیں اس لئے بچوں پر زبردستی کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ (ابوداؤد کتاب الجھاد باب الاسیر یکرہ علی الاسلام) اور یوں اپنے جگر گوشوں کی قربانی دے کر بھی آپؐ نے آزادئ مذہب کے حق کی حفاظت فرمائی۔

اسلام ہر مذہب کے لوگوں کو تبلیغ کا حق دیتا ہے۔ چنانچہ بانیٔ اسلام نے یہ اعلان بھی کیا کہ ﴿لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ﴾۔ یعنی اے کافرو! جس طرح تمہیں اپنے دین پر قائم اور عمل پیرا رہنے اور اُسے پھیلانے کا حق ہے اسی طرح ہمیں اپنے دین پر قائم رہنے اور اسے پھیلانے کا برابر کا حق حاصل ہے۔

رسول کریمؐ نے اپنے مدّ مقابل مذاہب کی تبلیغ سننے سے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ مخالفین کو اپنی صداقت کے دلائل پیش کرنے کے لئے کھلے دل سے دعوت دی کہ ﴿ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ﴾ (البقرۃ:112) کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

اسلام بعض دوسرے مذاہب کی طرح یہ نہیں کہتا کہ تیرا بھائی بیٹا یا بیوی غیر معبودوں کی بندگی کے لئے پھسلائے تو اسے سنگسار کر کے قتل کر دینا۔ (استثناء16-7/9) اور کسی شہر کے لوگ غیر معبودوں کی بندگی کریں تو اس کے باشندوں کو قتل کر کے آگ سے جلا ڈالنا۔ (استثناء6-13/9) نہ یہ کہتا ہے کہ کوئی نیچ سمجھا جانے والا اگر دین کی بات سن لے تو اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیں۔

اسلامی تعلیم کے مطابق ماں باپ جو مشرک ہوں اور

اپنی مسلمان اولاد کو شرک اور بت پرستی کی تبلیغ کریں تو ایسے غیر مسلم والدین پر بھی سختی کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ فرمایا کہ شرک کے بارے میں (جو خلاف حقیقت ہے) ان کی بات نہ مانو لیکن پھر بھی دنیوی معاملات میں ان سے نیک تعلقات رکھنا۔ (لقمان:16)

دوسری طرف حالت جنگ میں جنگجو مشرکوں پر بھی تبلیغ کے لئے جبر کی اجازت نہیں دی بلکہ فرمایا اگر کوئی مشرک پناہ کا طالب ہو تو اسے پناہ مہیا کرو۔ یہاں تک کہ وہ آزادی سے اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچانا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ (التوبہ:6)

اللہ تعالیٰ تمام مذاہب کے پیروؤں کو یہ بھی اجازت دیتا ہے کہ وہ جب تک دل سے اسلام کی صداقت کے قائل نہ ہوں اپنے مخصوص مسلک کے مطابق عبادت کریں اور ایک دوسرے کو مجبور نہ کریں کہ وہ قائل ہوئے بغیر کسی دوسرے کے طریق عبادت کو اختیار کریں۔ چنانچہ فرمایا ﴿قُلِ اللّٰہَ اَعۡبُدُ مُخۡلِصًا لَّہٗ دِیۡنِیۡ۔ فَاعۡبُدُوۡا مَاشِئۡتُمۡ مِنۡ دُوۡنِہٖ﴾۔ (الزمر:15-16) یعنی اے نبی آپ اعلان کر دیں کہ میں اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔ (اے کافرو!) تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو۔

☾☾☾☾☾☾

مذہبی لوگ اپنے معابد کے ساتھ عقیدت واحترام کے جذبات رکھتے ہیں۔ مذہبی رواداری کے فقدان کے باعث دنیا میں معابد کی بھی بے حرمتی ہوتی رہی ہے۔ مگر بانیٔ اسلام نے مسلمانوں کو صرف اپنی مساجد کی حفاظت کا ہی حکم نہیں دیا۔ بلکہ فرمایا کہ دیگر مذاہب کے عبادت خانوں عیسائیوں کے گرجوں اور یہود کے معابد کی بھی حفاظت کریں۔ (الحج:41)

چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ میں انہیں مکمل مذہبی آزادی دیتے ہوئے لکھا کہ ”مسلمان ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کریں گے۔ کوئی گرجا گرایا نہیں جائے گا، نہ ہی کسی پادری کو بے دخل کیا جائے گا، نہ انہیں ان کے دین سے ہٹایا جائے گا اور نہ ان پر کوئی ظلم یا زیادتی ہوگی۔“ (ابوداؤد کتاب الخراج باب اخذ الجزیہ والطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد1ص266)

4 ہجری میں نبی کریمؐ نے سینٹ کیتھرائن متصل کوہ سینا کے راہبوں اور عیسائیوں کو ایک امان نامہ دیا۔ جسے آزادی ضمیر اور مذہبی رواداری کے شاہکار کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس امان نامہ کے آغاز میں لکھا ہے ”جو مسلمان اس امان نامہ کی مخالفت کا مرتکب ہو وہ خدا سے کئے ہوئے میثاق سے پھرنے والا اور لعنت کا مستوجب ہے“۔

اس امان نامہ میں عیسائیوں، ان کے معابد خانقاہوں حتیٰ کہ مسافر خانوں تک کی مکمل حفاظت کی ضمانت ان الفاظ میں ہے۔ ”ان کے گرجے، عبادت خانے، خانقاہیں، اور مسافر خانے خواہ وہ پہاڑوں میں ہوں یا کھلے میدان میں یا تیرہ و تار غاروں کے اندر ہوں یا آبادیوں میں گھرے ہوئے ہوں یا وادیوں کے دامن اور ریگستان میں ان سب کی حفاظت میرے ذمہ ہے.........ان معاہدین اور ان کے ہم مشرب گروہ کے عقائد ورسوم مذہب کے تحفظ میں میری ذمہ داری ہے۔ یہ لوگ خشکی اور تری، شرق وغرب کے کسی حصہ میں کیوں نہ ہوں ان کے لئے میرے ساتھ مسلمانوں کا ہر فرد اس امان نامہ کا پابند ہے۔ ان کے پادری، راہب اور سیاح جن مناصب پر ہیں انہیں معزول نہیں کیا جائے گا۔ ان عبادت گاہوں میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ نہ انہیں مساجد میں تبدیل کیا جائے گا۔ نہ مہمان سرائے کے طور پر استعمال کیا جائے گا.........کسی نصرانی کو مسلمان ہونے پر مجبور نہ کیا جائے۔ جس مسلمان کے گھر میں عیسائی عورت ہو اسے اپنے مذہبی شعائر ادا کرنے کی اجازت ہے وہ عورت جب چاہے اپنے علماء سے مسئلہ دریافت کرسکتی ہے۔ جو شخص اپنی نصرانی بیوی کو اس کے مذہبی شعائر ادا کرنے سے منع کرے وہ خدا اور رسول کی طرف سے ان کو دیئے گئے میثاق کا مخالف اور اللہ کے نزدیک جھوٹا ہے۔ اگر وہ اپنی عبادت گاہوں اور خانقاہوں یا قومی عمارتوں کی مرمت کرنا چاہیں اور مسلمانوں سے مالی اور اخلاقی امداد کے طلب گار ہوں تو ان کی اعانت کرنا ہی چاہیے یہ اعانت ان پر قرض یا احسان نہ ہوگی بلکہ اس عہد سے وفا ہوگی جو رسولؐ اللہ نے از راہ احسان وکرم ان سے کیا ہے۔“

عیسائی مؤرخین بھی یہ معاہدہ نقل کرتے ہوئے ششدر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ چنانچہ مسٹر کرنسٹن اپنی کتاب World Faith میں ان معاہدات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"Has any conquering race or faith given to its subject nationalities a better guarantee than is to be found in these words of the prophet? .... It would be hard to find a more tolerant and truely and brotherly statement in the teachings of any religion...... Thirteen hundred years before the Atlantic Charter incorporated freedom of religion and freedom from fear , Mohammad made treatico with the Jewish and Christian tribes he had conquered and gave them freedom of religions worship and local self government. In many muslim invaded countries there has been conspicuously fair and just treatment of the non-muslim population"

”کیا دُنیا میں کسی فاتح قوم یا مذہب نے اپنی مفتوح قوموں کو اس سے بڑھ کر تحفظات کی ضمانت دی ہے جو ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ میں موجود ہے؟ ....دنیا کے کسی مذہب میں اس سے زیادہ روادارانہ اور حقیقی طور پر برادرانہ تعلیم تلاش کرنا مشکل ہے...... اٹلانٹک چارٹر میں تو مذہبی آزادی آزادی اور دہشت و ہراس سے نجات کو انسانی حقوق میں آج شامل کیا گیا ہے لیکن اٹلانٹک چارٹر سے بھی تیرہ سو سال پیشتر محمدؐ نے یہودی اور عیسائی قبیلوں سے ان پر فتح حاصل کرنے کے بعد جو معاہدات کئے ان میں مذہبی عبادات کی آزادی اور مقامی لحاظ سے ان کی خود مختاری کو تسلیم کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے مفتوح ممالک میں غیر مسلم آبادی کے ساتھ واضح طور پر اچھا اور منصفانہ سلوک روا رکھا جاتا رہا۔“

اسی طرح ایک مشہور مؤرخ ایڈمنڈ اولے نے لکھا ”یہ ایک نہایت وقیع اور عظیم الشان پروانۂ آزادی ہے اور دنیا کی تاریخ میں اعلیٰ درجے کی مساوات کی ایک قابل وقعت شریفانہ یادگار ہے۔“

☾☾☾☾☾☾

آزادیٔ ضمیر کے حق کا دوسرا نام مذہبی رواداری ہے کہ اختلاف عقیدہ کے باوجود مختلف مذاہب کے وجود کو قبول کر کے ان کے مذہبی ومعاشرتی حقوق معروفہ ادا کئے جائیں۔ مذہبی اختلاف کے نتیجہ میں معاشرتی تعلقات محدود یا ختم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اسلام نے اس بارہ میں بھی رواداری کی خوبصورت تعلیم دی ہے۔ بعض دیگر اقوام کی طرح اسلام غیر مذاہب سے نفرت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ ان کے ساتھ احسان کے تعلقات کا حکم دیتا ہے۔ سوائے مجرم پیشہ لوگوں کے جن سے معاشرہ کے امن کو خطرہ ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے نیکی کرنے اور عدل کا معاملہ کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دینی اختلاف کی وجہ سے جنگ نہیں کی اور جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے“۔ (الممتحنہ:9)

ان دوستانہ تعلقات کے علاوہ اسلام اہل کتاب کا کھانا کھانے اور ان کی پاکدامن عورتوں سے شادی کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے۔ (المائدہ:5) اور جہاں تک غیر مذاہب کے لوگوں سے تعلق رکھ کر انہیں فائدہ پہنچانے کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مومنوں کی تعریف کرتا ہے جو بلا امتیاز مذہب وملت محض خدا کی خاطر مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کا خیال رکھتے اور بے لوث خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر انہیں کھانا مہیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّیَتِیۡمًا وَّاَسِیۡرًا۔ اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡہِ اللّٰہِ لَانُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُکُوۡرًا﴾ (الدھر:10,9)

جنگی جرائم کے مرتکب میدان جنگ سے گرفتار کئے جانے والے قیدیوں کے بارے میں ہمارے نبیؐ نے حسن سلوک کی تعلیم دی اور فرمایا جو خود کھاؤ وہ انہیں بھی کھلاؤ اور جو خود پہنو وہ انہیں بھی پہناؤ۔ چنانچہ سرولیم میور کا بیان ہے کہ مسلمان خود بھوکے رہ کر بھی اپنے غیر مسلم جنگی قیدیوں کو کھانا مہیا کرتے تھے۔

آپؐ نے خود بسا اوقات مشرکوں کی مہمان نوازی کی اور ان کے گندگی سے ملوث کپڑے خود دھوئے۔ رسول کریمؐ نے یہود کی طرف سے آپؐ کے قتل کی کوششوں کے باوجود کئی دفعہ ان کی دعوت طعام قبول فرمائی۔

آزادیٔ ضمیر و مذہب اور رواداری کی اسلامی تعلیم کے مطابق پہلی اسلامی ریاست مدینہ میں یہود کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی۔ چنانچہ رسولؐ اللہ نے یہود کو ان کے دین اور اموال پر قائم رہنے کا اختیار دیا اور مسلمانوں اور یہود کو دوسرے لوگوں سے جدا امتِ واحدہ قرار دیا۔ میثاق مدینہ میں مذہبی آزادی کی ضمانت ان الفاظ میں موجود ہے۔ لِلۡیَہُوۡدِ دِیۡنُہُمۡ وَلِلۡمُسۡلِمِیۡنَ دِیۡنُہُمۡ کہ یہود کو اپنے مذہب دین اور مسلمانوں کو اپنے دین کی مکمل آزادی ہوگی۔

(السیرة النبویہ لابن ھشام جلد2ص147تا150)

فی الواقعہ میثاق مدینہ آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل دی گئی مذہبی آزادی کی عظیم الشان مثال ہے۔

مدینہ میں یہود کی مذہبی درسگاہ بیت مدراس میں بدستور ان کے ربّی اور علماء تیار ہوتے تھے جن کا کام یہودی مذہب کی تبلیغ تھا۔ مدینہ میں رواداری کی ایسی فضا قائم تھی کہ یہود جب چاہتے رسول کریمؐ کی مجلس میں آکر علمی و مذہبی سوالات پوچھتے اور رسول کریمؐ ان کی مذہبی درسگاہ میں جا کر ان کے علماء پر اسلام کی حقّانیت ظاہر فرماتے۔

اسی طرح عیسائیوں کے ساتھ بھی ان کے مذہبی حقوق تسلیم کرتے ہوئے برابری کی سطح پر تبلیغی خطوط اور گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ نجران سے عیسائیوں کے لارڈ بشپ نے آکر رسول اللہؐ سے مناظرہ کیا۔ مسجد نبوی میں ان کے ساتھ مذہبی گفتگو جاری تھی کہ ان کی عبادت کا وقت ہو گیا نبی کریمؐ نے انہیں مسجد نبوی میں ان کے طریق کے مطابق اسلامی قبلہ کے برعکس مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی۔ (ابن سعد جلد1ص357دارالفکر بیروت)

پھر مشرکین بنوثقیف کا وفد طائف سے آیا جنہوں نے آپ کو سفر طائف میں پتھر مار مار کر لہولہان کیا تھا اس وقت بھی آپ نے ان کی ہدایت کی دعا کی تھی اور ان کے آنے پر آپؐ نے بعض اصحاب کی مخالفت کے باوجود انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرا کر ان کی خاطر تواضع کا اس طرح اہتمام کروایا جیسے کوئی عزیز اور پیارے دوست کے لئے کرواتا ہے۔

(احکام القرآن للجصاص جلد3ص109)

پس اسلام میں داخل کرنے کے لئے کوئی جبر وتشدد روا نہیں رکھا گیا بلکہ یہی وجہ ہے کہ ایک عیسائی مصنف ایڈم میٹس کے بیان کے مطابق دیگر مذاہب کے لوگوں کا کثرت سے اسلام قبول کرنے کا اصل سبب اسلامی رواداری ہی تھا۔

☾☾☾☾☾☾

مذہبی اختلاف کی بناء پر دنیا میں انصاف کا بھی خون کیا گیا۔ قابلِ افسوس امر یہ ہے کہ آج کی مذہبی آزادی کی علمبردار مہذب قوموں کا دامن بھی اس سے پاک نہیں۔ اسلام دوسری قوموں کی طرح یہ تعلیم نہیں دیتا کہ دشمن قوموں پر قابو پا کر جیسے چاہو ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرو۔ انہیں نابود کر ڈالو اور ان کے عبادت خانے گرادو۔ (استثناء باب7آیت1تا6)

چودہویں اور پندرہویں صدی عیسوی میں اس تعلیم کے نتیجہ میں مذہب کے نام پر روا رکھی جانے والی ظالمانہ کارروائیاں خواہ ان کا تعلق سپینش انکویزیشن سے ہو یا رومن انکویزیشن اور فرنچ انکویزیشن سے بلاشبہ انسانیت پر ایک بدنما داغ ہیں۔ جب خلاف بائبل سائنسی تحقیقات کی وجہ سے بھی اہل علم تشدّد کا نشانہ بنائے گئے۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ اور یہود مدینہ کی شرارتوں اور مظالم کے باوجود ان کے ساتھ عدل وانصاف کے سلوک کی یہ خوبصورت تعلیم دی:

﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰہِ شُہَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ۔ وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا۔ اِعۡدِلُوۡا۔ ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ (سورة المائدة : ٩)

یعنی اے مومنو! اللہ کی خاطر انصاف کے ساتھ گواہی دینے کے لئے مضبوطی اور استقامت سے قائم ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف کا دامن چھوڑ دو۔ تم عدل سے کام لو کیونکہ تقویٰ کے سب سے قریب ترین چیز عدل ہے۔ اور ہمارے نبیؐ کی ساری زندگی اس تعلیم کی خوبصورت تصویر تھی۔

چنانچہ مدینہ کے یہودی بھی اپنے فیصلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت سے کروانے کو ترجیح دیتے تھے۔ مدینہ میں یہ نظارہ بھی دیکھا گیا کہ یہودی قرض خواہ کے مسلمان کے خلاف مقدمہ میں رسول اللہؐ نے یہودی کے حق میں ڈگری دی اور مسلمان نے باوجود نامساعد حالات کے اپنے تن کے کپڑے فروخت کر کے قرض ادا کر دکھایا۔

(مسند احمد جلد جلد3صفحہ 422بیروت)

امر واقعہ یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مذاہب کے لوگوں سے رواداری کا مظاہرہ محض عدل سے ہی نہیں بلکہ احسان کا سلوک روا رکھ کر فرمایا۔ چنانچہ آپ نے اپنے پیروؤں کو مذہبی مخالفین کے جذبات کا احترام کرنے کی تعلیم دی اور اس حد تک اس کی تلقین فرمائی کہ وہ مشرک جو پتھر اور مٹی کی بے جان مورتیوں اور بے حقیقت بتوں کو اس کائنات کا خالق و مالک سمجھتے تھے ان کے بارے میں بھی فرمایا۔ ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ﴾ (انعام:109) یعنی جن چیزوں کو تمہارے مخالفین خدا کے مقابلہ میں پکارتے ہیں ان کو بھی بُرا نہ کہو تا کہ ان کی دل شکنی نہ ہو۔

☾☾☾☾☾☾

رسول کریمؐ نے اپنے جذبات کی قربانی دے کر بھی مذہبی پیشواؤں کی عزت واحترام کے ذریعہ غیر مذاہب کے جذبات کے احترام کا نہایت حسین نمونہ پیش فرمایا۔ ایک دفعہ مدینہ کے ایک یہودی کا ایک مسلمان سے حضرت موسیٰؑ کی رسول اللہ پر فضیلت پر جھگڑا ہو گیا۔ وہ یہودی رسول اللہؐ کی عدالت میں مقدمہ لایا۔ آپ نے کیا حکیمانہ فیصلہ فرمایا لَا تُخَیِّرُوۡنِیۡ مِنۡ بَیۡنِ الۡاَنۡبِیَاءِ۔ وَلَاتُفَضِّلُوۡنِیۡ عَلٰی مُوۡسٰی کہ گزشتہ انبیاء بشمول حضرت موسیٰؑ پر میری فضیلت کا ذکر اس طور سے نہ کیا کرو جس سے دوسروں کی دلآزاری ہو۔

باقی صفحہ نمبر11پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید ونصرت میں ظاہر ہونے والے نشانات کا ایمان افروز تذکرہ۔

آپ کے خلاف مختلف فوجداری مقدمات میں مخالفین کی ناکامی ونامرادی اور آپؑ کی باعزت بریّت اور دشمنوں کی ذلّت۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 7 ؍جولائی 2006ء بمطابق 7؍وفا 1385 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ-اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

گزشتہ خطبے میں، مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید ونصرت میں اللہ تعالیٰ کے اُن نشانات کا ذکر کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر دکھائے یعنی چاند اور سورج گرہن۔ پھر زمین پر آفات کی صورت میں ہونے والے نشانات۔ پھر اللہ تعالیٰ سے علم پا کر ایسے علمی نشانات جن کی اس زمانے میں کوئی نظیر نہیں پیش کر سکتا۔

آج مَیں اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی اس تائید ونصرت کی چند مثالیں پیش کروں گا جو اُس نے آپؑ کی فرمائی اور ایسے دشمن کے خلاف اللہ تعالیٰ نے فرمائی جس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کسی طرح دنیا کے سامنے آپؑ کو رسوا اور خائب وخاسر کیا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر اپنے اس جری اللہ کی مدد فرمائی، دشمن کی ہر کوشش الٹی پڑ گئی۔ اور ان کی طاقت یا حکومت ان کے کوئی کام نہ آ سکی۔ ان بے شمار نشانات میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے لئے دکھائے مَیں وہ چند مثالیں پیش کروں گا جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت اہم قرار دیا ہے اور یہ بھی تفصیل سے تو بیان نہیں ہو سکتیں، بہرحال کچھ حد تک پیش کروں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’میرے لئے بھی پانچ موقعے ایسے پیش آئے تھے جن میں عزت اور جان نہایت خطرہ میں پڑ گئی تھی۔ (1) اوّل وہ موقع جبکہ میرے پر ڈاکٹر مارٹن کلارک نے خون کا مقدمہ کیا تھا۔ (2) دوسرے وہ موقعہ جبکہ پولیس نے ایک فوجداری مقدمہ مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی کچہری میں میرے پر چلایا تھا۔ (3) تیسرے وہ فوجداری مقدمہ جو ایک شخص کرم الدین نام نے بمقام جہلم میرے پر کیا تھا۔ (4) وہ فوجداری مقدمہ جو اسی کرم دین نے گورداسپور میں میرے پر کیا تھا۔ (5) پانچویں جب لیکھرام کے مارے جانے کے وقت میرے گھر کی تلاشی لی گئی اور دشمنوں نے ناخنوں تک زور لگایا تھا تا مَیں قاتل قرار دیا جاؤں۔ مگر وہ تمام مقدمات میں نامراد رہے‘‘۔

(چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 263 حاشیہ)

اب مَیں ان کی تفصیل بیان کرتا ہوں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ یہ بھی خلاصۃً ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے مقدمے کے بارے میں اپنی کتاب تریاق القلوب میں فرماتے ہیں کہ 29 جولائی 1897ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاعقہ مغرب کی طرف سے میرے مکان کی طرف چلی آتی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی آواز ہے اور نہ اس نے کچھ نقصان کیا ہے۔ بلکہ وہ ایک ستارہ روشن کی طرح آہستہ حرکت سے میرے مکان کی طرف متوجہ ہوئی ہے۔ اور مَیں اس کو دور سے دیکھ رہا ہوں۔ اور جبکہ وہ قریب پہنچی تو میرے دل میں تو یہی ہے کہ یہ صاعقہ ہے مگر میری آنکھوں نے صرف ایک چھوٹا سا ستارہ دیکھا جس کو میرا دل صاعقہ سمجھتا ہے۔ پھر بعد اس کے میرا دل اس کشف سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے الہام ہوا کہ مَاهٰذَا اِلَّا تَهْدِيْدُالْحُكَّامِ۔ یعنی یہ جو دیکھا اس کا بجز اس کے کچھ اثر نہیں کہ حُکام کی طرف سے کچھ ڈرانے کی کارروائی ہوگی، اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا قَدِابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ ترجمہ: مومنوں پر ایک ابتلاء آیا۔ یعنی بوجہ اس مقدمہ کے تمہاری جماعت ایک امتحان میں پڑے گی۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا کہ لَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِيْنَ۔ یہ میری جماعت کی طرف خطاب ہے کہ خدا نے ایسا کیا تا خدا تمہیں جتلاوے کہ تم میں سے وہ کون ہے کہ اس کے مامور کی راہ میں صدق دل سے کوشش کرتا ہے اور وہ کون ہے جو اپنے دعویٰ بیعت میں جھوٹا ہے۔ سو ایسا ہی ہوا۔ ایک گروہ تو اس مقدمہ اور دوسرے مقدمہ میں جو مسٹر ڈوئی صاحب کی عدالت میں فیصلہ ہوا صدق دل سے اور کامل ہمدردی سے تڑپتا پھرا۔ اور انہوں نے اپنی مالی اور جانی کوششوں میں فرق نہیں رکھا۔ اور دکھ اٹھا کر اپنی سچائی دکھلائی۔ اور دوسرا گروہ وہ بھی تھا کہ ایک ذرّہ ہمدردی میں شریک نہ ہو سکے۔ سو ان کے لئے وہ کھڑکی بند ہے جو ان صادقوں کے لئے کھولی گئی۔ پھر یہ الہام ہوا کہ:

صادق آں باشد کہ ایام بلا ... مے گزارد با محبت باوفا

یعنی خدا کی نظر میں وہ شخص صادق ہو جاتا ہے کہ جو بلا کے دنوں کو محبت اور وفا کے ساتھ گزارتا ہے۔

پھر اس کے بعد میرے دل میں ایک اور موزوں کلمہ ڈالا گیا لیکن نہ اس طرح پر کہ جو الہام جلی کی صورت ہوتی ہے بلکہ الہام خفی کے طور پر دل اس مضمون سے بھر گیا‘‘ یعنی دل میں خیال تھا کہ الہام ہے۔’’ اور وہ یہ تھا ؎

گر قضا را عاشقے گردد اسیر ... بوسد آں زنجیر را کز آشنا

یعنی اگر اتفاقاً کوئی عاشق قید میں پڑ جائے تو اس زنجیر کو چومتا ہے جس کا سبب آشنا ہوا۔ پھر اس کے بعد یہ الہام ہوا۔ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ۔ اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ آتِيْكَ بَغْتَةً ۔ يَاتِيْكَ نُصْرَتِیْ۔ اِنِّی اَنَاالرَّحْمٰنُ ذُوْالْمَجْدِ وَالْعُلٰى یعنی وہ قادر خدا جس نے تیرے پر قرآن فرض کیا پھر تجھے واپس لائے گا۔ یعنی انجام بخیر وعافیت ہوگا۔ مَیں اپنی فوجوں کے سمیت (جو ملائکہ ہیں) ایک ناگہانی طور پر تیرے پاس آؤں گا۔ مَیں رحمت کرنے والا ہوں۔ مَیں ہی ہوں جو بزرگی اور بلندی سے مخصوص ہے یعنی میرا ہی بول بالا رہے گا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا کہ مخالفوں میں پھوٹ اور ایک شخص متنافس کی ذلت اور اہانت اور ملامت خلق۔ (اور پھر اخیر حکم ابراء) یعنی بے قصور ٹھہرانا۔ پھر بعد اس کے الہام ہوا وَفِيْهِ شَیْءٌ۔ یعنی بریّت تو ہوگی مگر اس میں کچھ چیز ہوگی۔ (یہ اس نوٹس کی طرف اشارہ تھا جو بری کرنے کے بعد لکھا گیا تھا کہ طرز مباحثہ نرم چاہئے۔) پھر ساتھ اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ بَلَجَتْ آيَاتِیْ کہ میرے نشان روشن ہوں گے اور ان کے ثبوت زیادہ سے زیادہ ظاہر ہو جائیں گے‘‘۔

فرماتے ہیں: ’’چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس مقدمے میں جو 1897ء‘‘ (کتاب میں 1899ء لکھا ہوا ہے وہ لگتا ہے کتابت کی غلطی ہے) ’’میں عدالت مسٹر جے آرڈ ریمنڈ صاحب بہادر میں فیصلہ ہوا‘‘۔ عبدالحمید ملزم تھا اس نے اقرار کیا کہ اس کا پہلا بیان جھوٹا تھا۔ ’’پھر الہام ہوا کہ لواءُ فتح۔ یعنی فتح کا جھنڈا۔ پھر بعد اس کے الہام ہوا کہ اِنَّمَا اَمْرُنَا اِذَا اَرَدْنَا شَيْئًا اَنْ نَقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ یعنی ہمارے امور کے لئے ہمارا یہی

قانون ہے کہ جب ہم کسی چیز کا ہو جانا چاہتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہو جا۔ پس وہ ہو جاتی ہے''۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مَیں نے یہ الہام بہت سارے لوگوں کو پہلے سے بتا دیا تھا اور اس پیشگوئی کی خبر کر دی تھی کہ اگر ان سب کے نام لکھنے بیٹھوں تو صفحوں کے صفحے ان کے بھر جائیں جن کو مَیں نے اطلاع دی تھی۔

پھر آپؑ اس مقدمے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''یہ مقدمہ اس طرح پیدا ہوا کہ ایک شخص عبدالحمید نام (جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) کو بعض عیسائیوں نے جو ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک سے تعلق رکھنے والے تھے سکھلایا کہ وہ عدالت میں یہ اظہار دے کہ اس کو مرزا غلام احمد نے یعنی اس راقم نے (حضرت مسیح موعودؑ اپنے بارے میں فرماتے ہیں)۔ قادیان سے اس غرض سے بھیجا ہے کہ تا ڈاکٹر کلارک کو قتل کر دے۔ اور نہ صرف سکھلایا بلکہ دھمکی بھی دی کہ اگر وہ ایسا اظہار نہیں دے گا تو وہ قید کیا جائے گا۔ اور ایک یہ بھی دھمکی دی کہ اس کا فوٹو لے کر اس کو کہا گیا (اس کی تصویر کھینچی گئی اور کہا گیا) کہ اگر وہ بھاگ بھی جائے گا تو اس فوٹو کے ذریعہ سے پھر پکڑا جائے گا۔ چنانچہ اس نے مجسٹریٹ ضلع امرتسر کے سامنے یہ اظہار دے دیا اور وہاں سے میری گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری ہوا''۔ اور حضورؑ فرماتے ہیں کہ: ''مَیں اس جگہ ناظرین کی پوری دلچسپی کے لئے صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کے حکم کی نقل ذیل میں لکھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے ''عبدالحمید اور ڈاکٹر کلارک کے بیانات ظاہر کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے عبدالحمید کو ڈاکٹر کلارک ساکن امرتسر کے قتل کرنے کی ترغیب دی۔ اس بات کے یقین کرنے کے لئے وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد مذکور نقضِ امن کا مرتکب ہوگا یا کوئی قابل گرفت فعل کرے گا جو باعث نقضِ امن اس ضلع میں ہوگی۔ اس بات کی خواہش کی گئی ہے کہ اس سے حفظ امن کے لئے ضمانت طلب کی جائے۔ واقعات اس قسم کے ہیں کہ جس سے اس کی گرفتاری کے لئے وارنٹ کا شائع کرنا زیر دفعہ 14 ضابطہ فوجداری ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا مَیں اس کی گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری کرتا ہوں اور اس کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ آ کر بیان کرے کہ کیوں زیر دفعہ'' (فلاں فلاں جو بھی تھی)۔ ''حفظ امن کے لئے ایک سال کے واسطے بیس ہزار روپے کا مچلکہ اور بیس ہزار روپیہ کی دو الگ الگ ضمانتیں اس سے نہ لی جائیں''۔ اس پہ مجسٹریٹ نے دستخط کئے تھے۔

اس حکم کی تاریخ یکم ستمبر 1897ء تھی اور آپؑ فرماتے ہیں کہ: ''اس وارنٹ سے مطلب یہ تھا کہ تا مجھے گرفتار کر کے حاضر کیا جائے۔ اور سزا سے پہلے گرفتاری کی ذلت پہنچائی جائے۔ مگر یہ تصرّف غیبی کس قدر ایک طالب حق کے ایمان کو بڑھاتا ہے کہ باوجودیکہ امرتسر سے ایسا وارنٹ جاری ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ نے جیسا کہ مندرجہ بالا الہامات میں اس کا وعدہ تھا اس وارنٹ سے بھی عجیب طور پر محفوظ رکھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر حکم کے مطابق یہ وارنٹ عدالت سے جاری ہو جاتا تو قبل اس کے کہ 7/اگست 1897ء کا حکم انتقال مِثل کے لئے نفاذ پاتا وارنٹ کی تعمیل ہو جاتی۔ کیونکہ امرتسر اور قادیان میں صرف 35 کوس (35 میل) کا فاصلہ ہے''۔

پھر فرمایا: ''اور وہ حکم جو 7/اگست 1897ء کو مجسٹریٹ ضلع امرتسر نے اس مقدمے کے بارہ میں دیا تھا وہ یہ ہے ''مَیں نے وارنٹ جاری کرنا روک دیا ہے کیونکہ یہ مقدمہ میرے اختیار میں نہیں ہے''۔ اس نے یہ نوٹس بھجوایا۔

فرماتے ہیں کہ ''اس حکم کی تفصیل یہ ہے کہ جب صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع امرتسر یکم اگست 1897ء کو میری گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری کر چکے تو ان کو 7/اگست 1897ء کو یعنی حکم سے 6 دن کے بعد ہدایات مذکورہ بالا غور کرنے سے پتہ لگا کہ اس حکم میں غلطی ہوئی۔ اور انہوں نے سمجھا کہ میرے اختیار میں نہیں تھا کہ مَیں ایک ایسے ملزم کی گرفتاری کے لئے جو غیر ضلع میں سکونت رکھتا ہے وارنٹ جاری کرتا۔ تب انہوں نے اپنے حکم وارنٹ کو جو عدالت سے نکل چکا تھا اس طرح پر روکنا چاہا کہ 7/اگست 1897ء کو صاحب مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ کے نام تار دی کہ ہم سے وارنٹ کے اجراء میں غلطی ہوئی ہے، وارنٹ کو روک دیا جائے۔ لیکن اگر وہ وارنٹ درحقیقت یکم اگست 1897ء کو جاری ہو جاتا تو اتنی مدت بعد یعنی 7 اگست 1897ء کو اس کو روکنا ایک فضول امر تھا کیونکہ ان دونوں ضلعوں میں تھوڑا ہی فاصلہ تھا۔ مدت سے اس وارنٹ کی تعمیل ہو چکتی۔ اور گرفتاری کی ذلت اور مصیبت ہمیں پیش آ جاتی۔ لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت ایسی ہوئی کہ اب تک ہمیں بھید معلوم نہیں کہ وہ وارنٹ باوجود چھ دن گزر جانے کے عدالت مجسٹریٹ ضلع گورداسپور ہ میں پہنچ نہ سکا''۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ''اب جب ایک نظر سے انسان اُن الہاموں کو دیکھے جن کو ابھی ہم لکھ آئے ہیں جن میں رحمت اور نصرت کا وعدہ ہے اور دوسری طرف اس بات کو سوچے کہ کیونکر عدالت امرتسر کا پہلا وار ہی خالی گیا۔ تو بیشک اس کو اس بات پر یقین آ جائے گا کہ یہ خدا تعالیٰ کا تصرف تھا تا وہ اپنے الہامی وعدہ کے موافق اپنے بندہ کو ہر ایک ذلّت سے محفوظ رکھے کیونکہ گرفتار ہو کر عدالت میں پیش کئے جانا اور ہتھکڑی کے ساتھ حکام کے سامنے حاضر ہونا یہ بھی ایک ذلّت ہے جس سے دشمنوں کو خوشی پہنچتی ہے''۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ: ''دوسرا نشان خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ظہور میں آیا کہ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ یعنی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب کے دل میں یہ خدا تعالیٰ نے ہی ڈال دیا کہ اس مقدمہ میں وارنٹ جاری کرنا مناسب نہیں۔ بلکہ سمن کافی ہوگا۔ لہٰذا انہوں نے 9/اگست 1897ء میرے نام ایک سمن جاری کیا جس کی نقل ذیل میں لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

''سمن ...... بنام مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضٰی ذات مغل ساکن قادیان مغلاں پرگنہ بٹالہ ضلع گورداسپورہ جو کہ حاضر ہونا تمہارا بغرض جوابدہی الزام دفعہ 107 ضابطہ فوجداری ضرور ہے۔ لہٰذا تم کو اس تحریر کے ذریعہ سے حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ 10/ماہ اگست 1897ء کو اصالتاً یا بذریعہ مختار ذی اختیار یا جیسا ہو موقع پر بمقام بٹالہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس حاضر ہو۔ اور اس باب میں تاکید جانو''۔ (تو پہلے جو وارنٹ جاری ہوا تھا وہ صرف ایک پیشی ہوگئی کہ آ کر وضاحت کر دیں۔ اور مولوی اس خوشی میں تھے کہ وارنٹ جاری ہو چکا ہے اور ان کا خیال تھا کہ امرتسر کی عدالت میں ہی ہے۔ ریل پر جاتے بھی تھے کہ جا کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذلت دیکھیں۔)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ مولوی حضرات: ''لہٰذا اس تماشا کے دیکھنے کے لئے آئے کہ یہ شخص وارنٹ سے گرفتار ہو کر آئے گا۔ اور اس کی ذلّت ہماری بہت سی خوشی کی باعث ہوگی اور ہم اپنے نفس کو کہیں گے کہ اے نفس اب خوش ہو کہ تُو نے اپنے دشمن کو ذلیل ہوتے دیکھ لیا۔ مگر یہ مراد اُن کی پوری نہ ہوئی بلکہ برعکس اس کے خود ان کو ذلّت کی تکالیف اٹھانی پڑیں۔ اگست کی 10 تاریخ کو اس نظارہ کے لئے مولوی محمد حسین صاحب موحّدین کے ایڈووکیٹ اس تماشا کے دیکھنے کے لئے کچہری میں آئے تھے تا اس بندۂ درگاہ کو ہتھکڑی پڑی ہوئی اور کانسٹیبلوں کے ہاتھ میں گرفتار دیکھیں اور دشمن کی ذلّت کو دیکھ کر خوشیاں مناویں''۔ (وہ حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ میں ہتھکڑی پڑی دیکھنا چاہتے تھے۔) ''لیکن یہ بات ان کو نصیب نہ ہوسکی۔ بلکہ ایک رنج دہ نظارہ دیکھنا پڑا۔ اور وہ یہ کہ جب مَیں صاحب مجسٹریٹ ضلع کی کچہری میں حاضر ہوا تو وہ نرمی اور اعزاز سے پیش آئے اور اپنے قریب انہوں نے میرے لئے کرسی بچھوا دی۔ اور نرم الفاظ سے مجھ کو یہ کہا کہ گو ڈاکٹر کلارک آپ پر اقدام قتل کا الزام لگاتا ہے مگر مَیں نہیں لگاتا۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ یہ ڈپٹی کمشنر ایک زیرک اور دانشمند اور منصف مزاج مجسٹریٹ تھا۔ اس کے دل میں خدا نے بٹھا دیا کہ مقدمہ بے اصل اور جھوٹا ہے اور ناحق تکلیف دی گئی ہے۔ اس لئے ہر ایک مرتبہ جو مَیں حاضر ہوا وہ عزت سے پیش آیا اور مجھے کرسی دی۔ اور جب مَیں اس کی عدالت سے بری کیا گیا تو اس دن مجھ کو عین کچہری میں مبارکباد دی۔

اور اس کے مقابلے پر جو مولوی صاحب ذلّت دیکھنا چاہتے تھے ان کا کیا حال ہوا؟ انہوں نے وہاں پہنچ کے کرسی مانگی تو اس کو انکار ہو گیا۔

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جب مولوی صاحب نے کرسی مانگی تو ''صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے ان کو جھڑک دیا اور کہا کہ تمہیں کرسی نہیں مل سکتی۔ یہ تو رئیس ہیں اور ان کا باپ کرسی نشین تھا اس لئے ہم نے کرسی دی۔ سو جو لوگ میری ذلّت دیکھنے کے لئے آئے تھے ان کا یہ انجام ہوا''۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ: ''میری عادت نہیں تھی کہ کسی کو ملوں اور نہ میرا کسی سے کچھ تعارف تھا۔ پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فضل ہوا کہ میں عزت کے ساتھ بری کیا گیا۔ اور حاکم مجوزہ نے ایک تبسّم کے ساتھ مجھے کہا کہ آپ کو مبارک ہو آپؑ بری کئے گئے۔ سو یہ خدا تعالیٰ کا ایک بھاری نشان ہے کہ باوجودیکہ قوموں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے اتفاق کر لیا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولوی محمد حسین صاحب ایڈووکیٹ، موحّدین تھے۔ اور ہندوؤں کی طرف سے لالہ رام بھجدت صاحب وکیل تھے۔ اور عیسائیوں کی طرف سے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب تھے۔ اور جنگ احزاب کی طرح بالاتفاق ان قوموں نے میرے پر چڑھائی کی تھی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے مجسٹریٹ ضلع کو ایسی روشن ضمیری بخشی کہ وہ مقدمہ کی اصل حقیقت تک پہنچ گیا۔ پھر بعد اس کے ایسا اتفاق ہوا کہ خود عبدالحمید نے عدالت میں اقرار کر دیا کہ عیسائیوں نے مجھے سکھلا کر یہ اظہار دلایا تھا ورنہ یہ بیان سراسر جھوٹ ہے کہ مجھے قتل کے لئے ترغیب دی گئی تھی۔ اور صاحب مجسٹریٹ ضلع نے اسی آخری بیان کو صحیح سمجھا اور بڑے زور شور کا ایک چٹھا لکھ کر مجھے بری کر دیا اور خدا تعالیٰ کی یہ عجیب شان ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری بریت کو مکمل کرنے کے لئے اسی عبدالحمید سے پھر دوبارہ میرے حق میں گواہی دلائی تا وہ الہام پورا ہو جو براہین احمدیہ میں آج سے بیس برس پہلے لکھا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ فَبَرَّأَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا۔ وَکَانَ عِنْدَاللّٰہِ وَجِیْھًا یعنی خدا نے اس شخص کو اس الزام سے جو اس پر لگایا جائے گا بری کر دیا ہے یعنی بری کر دیا جائے گا''۔

''اب دیکھو کہ اس بندہ درگاہ کی کیسی صفائی سے بریّت ثابت ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اس مقدمہ میں عبدالحمید کے لئے سخت مضر تھا کہ اپنے پہلے بیان کو جھوٹا قرار دیتا۔ کیونکہ اس سے یہ جرم عظیم ثابت ہوتا ہے کہ

DEAN MANSON SOLICITORS

We specialise in Immigration & Nationality law; Commercial, Media & Entertainment, Conveyancing, Employment, Family & Ancillary Proceedings, Criminal & Civil Litigation

CONTACT

MUZAFFAR MANSOOR & EJAZ BAIG

243-245 MITCHIM ROAD-TOOTING, LONDON SW17 9JQ

TEL: 020 8767 5000 — FAX: 020 8767 0456

EMAIL: info@dmansonsolicitors.com

اس نے دوسرے پر ناحق ترغیب قتل کا الزام لگایا۔ اور ایسا جھوٹ اس سزا کو چاہتا ہے جو مرتکب اقدام قتل کی سزا ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے دوسرے بیان کو جھوٹا قرار دیتا جس میں میری بریّت ظاہر کی تھی تو اس میں قانوناً سزا کم تھی۔ لہٰذا اس کے لئے مفید راہ یہی تھی کہ وہ دوسرے بیان کو جھوٹا کہتا مگر خدا نے اس کے منہ سے سچ نکلوا دیا۔ جس طرح زلیخا کے منہ سے حضرت یوسفؑ کے مقابل پر اور ایک مفتری عورت کے منہ سے حضرت موسیٰؑ کے مقابل پر سچ نکل گیا تھا۔ سو یہی اعلیٰ درجہ کی بریّت ہے جس کو یوسف اور موسیٰ کے قصّے سے مماثلت ہے۔ اور اسی کی طرف اس الہامی پیشگوئی کا اشارہ تھا کہ بَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا۔ کیونکہ یہ قرآن شریف کی وہ آیت ہے جس میں حضرت موسیٰؑ کی بریّت کا حال جتلانا منظور ہے۔ غرض میرے قصّے کو خدا تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ اور حضرت موسیٰؑ کے قصّے سے مشابہت دی اور خود تہمت لگانے والے کے منہ سے نکلوا دیا کہ یہ تہمت جھوٹ ہے۔ پس یہ کس قدر عظیم الشان نشان ہے اور کس قدر عجائب تصرفات الٰہی اس میں جمع ہیں۔ فالحمدلله علی ذالک‘‘۔ (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 341-351)

کپتان ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مقدمہ سے بری فرمایا تھا ان پر کس طرح اس دوران میں تصرف الٰہی ہوا۔ اس کا بیان ایک غیر از جماعت نے یوں دیا ہے۔

راجہ غلام حیدر صاحب جو ڈپٹی کمشنر کے دفتر کے ریڈر تھے ان کا بیان ہے کہ جب عدالت ختم ہوئی تو ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا ہم فوراً گورداسپور جانا چاہتے ہیں تم ابھی جا کر ہمارے لئے ریل کے کمرے کا انتظام کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں سٹیشن سے نکل کر برآمدے میں انتظام کرنے کے بعد کھڑا تھا تو مَیں نے دیکھا کہ سر ڈگلس سڑک پر ٹہل رہے ہیں اور کبھی اِدھر جاتے ہیں اور کبھی اُدھر جاتے ہیں۔ چہرہ پریشان ہے۔ مَیں ان کے پاس گیا اور کہا کہ صاحب آپ باہر آ رہے ہیں مَیں نے ویٹنگ روم میں کرسیاں بچھا دی ہیں وہاں جا کے آپ تشریف رکھیں۔ وہ کہنے لگے کہ منشی صاحب آپ مجھے کچھ نہ کہیں۔ میری طبیعت خراب ہے۔ انہوں نے کہا بتائیں تو سہی کہ آخر آپ کی طبیعت کیوں خراب ہے۔ اس کا مناسب علاج کیا جا سکے۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ مَیں نے جب سے مرزا صاحب کی شکل دیکھی ہے اس وقت سے مجھے یوں نظر آتا ہے کہ کوئی فرشتہ مرزا صاحب کی طرف ہاتھ کر کے مجھ سے کہہ رہا ہے کہ مرزا صاحب گنہگار نہیں، ان کا کوئی قصور نہیں۔ پھر مَیں نے عدالت کو ختم کر دیا اور یہاں آیا تو اب ٹہلتا ٹہلتا جب اس کنارے کی طرف جاتا ہوں تو وہاں مجھے مرزا صاحب کی شکل نظر آتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے یہ کام نہیں کیا، یہ سب جھوٹ ہے۔ پھر مَیں دوسری طرف جاتا ہوں تو وہاں مرزا صاحب کھڑے نظر آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ سب جھوٹ ہے، مَیں نے یہ کام نہیں کیا۔ کپتان ڈگلس صاحب کہنے لگے کہ اگر میری یہی حالت رہی تو مَیں پاگل ہو جاؤں گا۔ مَیں نے کہا صاحب آپ چل کر ویٹنگ روم میں بیٹھئے، سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی آئے ہوئے ہیں وہ بھی انگریز ہیں ان کو بلا لیتے ہیں شاید ان کی باتیں سن کر آپ تسلی پا جائیں۔ تو ڈگلس صاحب نے کہا ٹھیک ہے سپرنٹنڈنٹ صاحب کو بلا لو۔ چنانچہ انہیں جب بلایا گیا تو سر ڈگلس نے انہیں کہا کہ دیکھو یہ حالات ہیں۔ میری جنون کی سی حالت ہو رہی ہے مَیں سٹیشن پر ٹہلتا ہوا اور گھبرا کر اس طرف جاتا تو وہاں کنارے پر مرزا صاحب کھڑے نظر آتے ہیں اور ان کی شکل مجھے کہتی ہے کہ مَیں بے گناہ ہوں۔ مجھ پر جھوٹا مقدمہ کیا گیا ہے۔ پھر مَیں دوسری طرف جاتا ہوں تو وہاں مرزا صاحب مجھے کھڑے نظر آتے ہیں۔ تو میری حالت پاگلوں کی سی ہو رہی ہے۔ تم اس سلسلے میں کیا مدد کر سکتے ہو۔ مدد کرو ورنہ مَیں پاگل ہو جاؤں گا۔ تو سپرنٹنڈنٹ صاحب نے کہا کہ آپ نے عبدالحمید کو عیسائی پادریوں کے سپرد کیا ہوا ہے اس کو پولیس کی تحویل میں دے دیں تو سارا کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس سے اصل حقیقت پتہ کر لیتے ہیں۔ لیکن جب وہ پولیس کی تحویل میں آیا تو جس طرح اس سے بیان لئے جا رہے تھے تب بھی وہ مان نہیں رہا تھا کیونکہ انسپکٹر پولیس وغیرہ مخالفین کے ساتھ تھے۔ تھوڑی دیر تک سپرنٹنڈنٹ نے جب دیکھا کہ یہ کوئی کامیابی نہیں ہو رہی تو اس نے خود ہی عبدالحمید کو اپنے پاس بلایا اور پوچھ گچھ شروع کی تو اس نے وہی اپنی داستان جو پہلے لکھوائی ہوئی تھی اور جو پہلا بیان تھا وہی دوہرایا۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے کہا تم وقت ضائع نہ کرو۔ تمہیں اب واپس ان کے پاس نہیں جانا بلکہ یہاں سے تمہیں گورداسپور لے کر جائیں گے۔ تو اتنا کہنا تھا کہ عبدالحمید جس نے کہا تھا کہ قتل کے لئے مجھے مرزا صاحب نے بھیجا ہے۔ وہ زار و قطار رونے لگا اور ان کے پیروں میں پڑ گیا اور صاف بیان دیا کہ یہ سب کچھ مَیں ان لوگوں کے کہنے پر بیان دے رہا ہوں۔ اس کے علاوہ اس کے خلاف دوسری گواہیاں بھی کچھ عرصے بعد عدالت میں پہنچ گئیں۔ تو بہرحال اس طرح اس نے اپنا بیان بدل دیا۔ اور جب وہ سارا بیان دوبارہ عدالت میں آیا تو جیسا کہ بیان ہو چکا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جج نے بری کر دیا۔

دوسرا مقدمہ (وقت کے لحاظ سے مختصر کر رہا ہوں) جس کا ذکر آپؑ نے کیا ہے مولوی محمد حسین بٹالوی کی درخواست پر ڈوئی صاحب کی عدالت میں پیش ہوا تھا جبکہ اس کی رپورٹ اور درخواست بھی مولوی محمد حسین کی طرف سے دلوائی گئی تھی۔ اس مقدمہ کی بھی لمبی تفصیل ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف یہ درخواست دی تھی کہ آپ مجھے قتل کروانا چاہتے ہیں۔ اور اس کی بنیاد ایک مباہلہ کا چیلنج بنایا۔ بہرحال حکومتی مشینری کی بھی بہت سی گواہیاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف وہاں پیش کی گئیں۔ پولیس نے بڑی کوشش کی اور اس مقدمے کے لئے ہر جگہ جا کے اتنا شور مچایا گیا کہ مولوی صاحب نے جیب میں چاقو رکھا ہوتا تھا وہ لوگوں کو دکھاتے تھے اور بھڑکاتے تھے۔ مقدمے کی فیس کے لئے لوگوں سے پیسے بھی اکٹھے کئے گئے۔ بڑی رقم اکٹھی ہو گئی۔ اور پھر اس میں مدد کے لئے ہندو اور عیسائی بھی آ گئے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان سب باتوں کے باوجود کوئی فکر نہ تھی۔

آپؑ نے ایک احمدی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ: ’’یہ آخری ابتلاء ہے جو محمد حسین کی وجہ سے پیش آ گیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے راضی ہیں اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ مخالفوں نے اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچا دیا ہے اور خدا تعالیٰ کے کام فکر اور عقل سے باہر ہیں‘‘۔ اس مقدمے میں بھی دشمن نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ بڑے تفصیلی بیان ہوئے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا اس کی بڑی لمبی تفصیل ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بتا دیا تھا کہ آپ کی بریت ہو گی۔

چنانچہ اپنے ایک خط میں جو آپؑ نے حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو لکھا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اب فوجداری مقدمے کی تاریخ 14 فروری ہو گی دراصل بات یہ ہے کہ اب تک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کی نیت بخیر نہیں۔ جمعہ کی رات مجھے ایک خواب آئی ہے کہ ایک لکڑی یا پتھر کو مَیں نے جناب الٰہی میں دعا کر کے بھینس بنا دیا ہے۔ اور پھر اس خیال سے کہ ایک بڑا نشان ظاہر ہوا ہے سجدہ میں گرا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں۔ رَبِّیَ الْاَعْلٰی، رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔ میرے خیال میں ہے کہ شاید اس کی تعبیر یہ ہو کہ لکڑی اور پتھر سے وہی سخت اور منافق طبع حاکم مراد ہو اور پھر میری دعا سے اس کا بھینس بن جانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ہمارے لئے ایک مفید چیز بن گئی ہے جس سے دودھ کی امید ہے۔ اگر یہ تاویل درست ہے تو امید قوی ہے کہ مقدمہ پلٹا کھا کر نیک صورت پر آ جائے گا۔ اور ہمارے لئے مفید ہو جائے گا اور سجدے کی تعبیر یہ لکھی ہے کہ دشمن پر فتح ہو۔ الہامات بھی اس کے قریب قریب ہیں۔

پھر حقیقۃ المہدی میں آپ نے اس کے بارے میں ذرا تفصیل بیان فرمائی ہے۔ فرمایا کہ ’’مجھے 21 رمضان المبارک 1316 ہجری جمعہ کی رات کو جس میں انتشار روحانیت مجھے محسوس ہوتا تھا اور میرے خیال میں تھا کہ یہ لیلۃ القدر ہے اور آسمان سے نہایت آرام اور آہستگی سے مینہہ برس رہا تھا ایک رؤیا ہوا۔ یہ رؤیا اُن کے لئے جو ہماری گورنمنٹ عالیہ کو ہمیشہ میری نسبت شک میں ڈالنے کے لئے کوشش کرتے ہیں، مَیں نے دیکھا کہ کسی نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ اگر تیرا خدا قادر خدا ہے تو تُو اس سے درخواست کر کہ یہ پتھر جو تیرے سر پر ہے بھینس بن جائے۔ تب مَیں نے دیکھا کہ ایک وزنی پتھر میرے سر پر ہے جس کو کبھی میں پتھر اور کبھی لکڑی خیال کرتا ہوں۔ تب مَیں نے یہ معلوم کرتے ہی اس پتھر کو زمین پر پھینک دیا۔ پھر بعد اس کے مَیں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ اس پتھر کو بھینس بنا دیا جائے اور مَیں اس دعا میں محو ہو گیا۔ جب بعد اس کے مَیں نے سر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ پتھر بھینس بن گیا ہے۔ سب سے پہلے میری نظر اس کی آنکھوں پر پڑی۔ اس کی بڑی روشن اور لمبی آنکھیں تھیں۔ تب مَیں یہ دیکھ کر کہ خدا نے پتھر کو جس کی آنکھیں نہیں تھیں ایسی خوبصورت بھینس بنا دیا جس کی ایسی لمبی اور روشن آنکھیں ہیں خوبصورت اور مفید جاندار ہے خدا کی قدرت کو یاد کر کے وجد میں آ گیا اور بلا توقف سجدہ میں گرا۔ اور مَیں سجدہ میں بلند آواز سے خدا تعالیٰ کی بزرگی کا ان الفاظ میں اقرار کرتا تھا کہ رَبِّیَ الْاَعْلٰی، رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔ اور اس قدر اونچی آواز تھی کہ مَیں خیال کرتا ہوں کہ وہ آواز دُور دُور تک جاتی تھی۔ تب میں نے ایک عورت سے جو میرے پاس کھڑی تھی جس کا نام بھانو تھا اور غالباً اس دعا کی اس نے درخواست کی تھی یہ کہا کہ دیکھ ہمارا خدا کیسا قادر خدا ہے جس نے پتھر کو بھینس بنا کر آنکھیں عطا کیں۔ اور مَیں یہ اس کو کہہ رہا تھا کہ پھر یکدفعہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے تصور سے میرے دل نے جوش مارا اور میرا دل اس کی تعریف سے پھر دوبارہ بھر گیا اور پھر مَیں پہلی طرح وجد میں آ کر سجدہ میں گر پڑا۔ اور ہر وقت یہ تصور میرے دل کو خدا تعالیٰ کے آستانہ پر یہ کہتے ہوئے گراتا تھا کہ یا الٰہی تیری کیسی بلند شان ہے۔ تیرے کیسے عجیب کام ہیں کہ تو نے ایک بے جان پتھر کو بھینس بنا دیا۔ اس کو لمبی اور روشن آنکھیں عطا کیں جن سے وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اس کے دودھ کی بھی امید ہے۔ قدرت کی باتیں ہیں کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ مَیں سجدہ میں ہی تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ قریباً اُس وقت رات کے چار بج چکے تھے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

فرمایا کہ: ’’مَیں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ وہ ظالم طبع مخالف جو میرے پر خلاف واقعہ اور سراسر جھوٹ باتیں بنا کر گورنمنٹ تک پہنچاتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے خواب میں ایک پتھر کو بھینس بنا دیا اور اس کو لمبی اور روشن آنکھیں عطا کیں اسی طرح انجام کار وہ میری نسبت حکام کو بصیرت اور بینائی عطا کرے گا اور وہ اصل حقیقت تک پہنچ جائیں گے۔ یہ خدا کے کام ہیں اور لوگوں کی نظر میں عجیب‘‘۔

اور الہامات جو اس خواب کے مؤید ہیں یہ ہیں: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ۔ اَنْتَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا۔ وَاَنْتَ مَعِیَ یَااِبْرَاهِیْمُ۔ یَأْتِیْکَ نُصْرَتِیْ۔ اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ۔ یَااَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَکِ۔ غِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔ وَامْتَازُوْا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ اِنَّا تَجَالَدْنَا فَانْقَطَعَ الْعَدُوُّ اَسْبَابُهٗ۔ وَیْلٌ لَّهُمْ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ۔ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ وَیُوْثَقُ۔ وَ اِنَّ اللّٰهَ

مَعَ الْاَبْرَارِ۔ وَاِنَّهٗ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ۔ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ اِنَّهٗ مِنْ اٰيَةِ اللّٰهِ وَاِنَّهٗ فَتْحٌ عَظِيْمٌ۔ اَنْتَ اِسْمِيَ الْاَعْلٰى وَاَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ مَحْبُوْبِيْنَ۔ اِخْتَرْتُكَ لِنَفْسِيْ۔ قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

یعنی خدا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے اور تُو پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ اور تُو میرے ساتھ ہے۔ اور اے ابراہیم! میری مدد تجھے پہنچے گی۔ میں رحمٰن ہوں۔ اے زمین! اپنے پانی کو یعنی خلاف واقعہ اور فتنہ انگیز شکایتوں کو جو زمین پر پھیلائی گئی ہیں نگل جا۔ پانی خشک ہوگیا اور بات کا فیصلہ ہوا۔ تجھے سلامتی ہے یہ رب رحیم نے فرمایا۔ اور اے ظالمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔ ہم نے دشمن کو مغلوب کیا اور اس کے تمام اسباب کاٹ دیئے۔ ان پر واویلا ہے کیسے افتراء کرتے ہیں۔ ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور اپنی شرارتوں سے روکا جائے گا۔ اور خدا نیکوں کے ساتھ ہوگا۔ وہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ منہ بگڑیں گے۔ خدا کا یہ نشان ہے اور یہ فتح عظیم ہے۔ تو میرا وہ اسم ہے جو سب سے بڑا ہے۔ اور تُو محبوبین کے مقام پر ہے میں نے تجھے اپنے لئے چنا۔ کہہ میں مامور ہوں اور تمام مومنوں میں سے پہلا ہوں“۔

(حقیقت المہدی۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 443-446)

(مسجد میں الارم بجنے پر حضور انور نے استفسار فرمایا کہ یہ کیا ہے، بتایا گیا کہ فائر کا الارم ہے فرمایا فائر کہاں ہو گی؟ یہ الارم کسی وجہ سے بجا ہے دیکھیں چیک کروائیں۔ الارم صرف بند نہ کر دیں بلکہ سارے پھر کے چیک بھی کر لیں)

اس دن حضرت اقدسؑ اپنے احباب کے ساتھ کثیر تعداد میں گورداسپور میں فیصلہ سننے کے لئے تشریف لے گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بھی خوش تھے کہ آج ہمارا حریف عدالت کے کٹہرے میں مجرم قرار پائے گا۔ اور انہیں فتح عظیم حاصل ہوگی۔ مگر جیسا کہ آپؑ کو قبل از وقت بتایا گیا تھا اب وہ پتھر دل حاکم آپؑ کی دعا کی برکت سے ایک منصف اور عادل کی شکل میں بدل چکا تھا۔ چنانچہ اس نے حضرت اقدس کی شائستہ اور متین تحریرات کے مقابل پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ابوالحسن تبتی کے دشنام آلود اشتہارات دیکھے اور وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اور اس نے پولیس کا بڑی محنت سے بنایا ہوا مقدمہ خارج کر دیا۔ اور مسٹر جے ایم ڈوئی نے مقدمہ خارج کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ وہ گندے الفاظ جو محمد حسین اور اس کے دوستوں نے آپ کی نسبت شائع کئے آپ کو حق تھا کہ عدالت کے ذریعہ سے اپنا انصاف چاہتے اور چارہ جوئی کراتے۔ اور وہ حق اب تک قائم ہے۔ مسٹر ڈوئی، عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر محمد حسین بٹالوی کو فہمائش کر رہے تھے کہ آئندہ وہ تکفیر اور بدزبانی سے باز رہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”منجملہ خدا تعالیٰ کے نشانوں کے ایک یہ نشان ہے کہ وہ مقدمہ جو منشی محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ کی رپورٹ کی بنا پر دائر ہو کر عدالت مسٹر ڈوئی صاحب مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ میرے پر چلایا گیا تھا جو فروری 1899ء کو اس طرح پر فیصلہ ہوا کہ اُس الزام سے مجھے بری کر دیا گیا۔ اس مقدمہ کے انجام سے خدا تعالیٰ نے پیش از وقت مجھے بذریعہ الہام خبر دے دی کہ وہ مجھے آخر کار دشمنوں کے بد ارادے سے سلامت اور محفوظ رکھے گا۔ اور مخالفوں کی کوششیں ضائع جائیں گی۔ سو ایسا ہی وقوع میں آیا۔ جن لوگوں کو اس مقدمہ کی خبر تھی ان پر پوشیدہ نہیں کہ مخالفوں نے میرے پر الزام قائم کرنے کے لئے کچھ کم کوشش نہیں کی تھی بلکہ مخالف گروہ نے ناخنوں تک زور لگایا تھا“۔ (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 309)

پھر تیسرا مقدمہ کرم دین جہلمی صاحب کے ساتھ تھا۔ اس کا بھی ایک لمبا اور تکلیف دہ سلسلہ چلتا رہا۔ اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جولائی 1902ء میں اپنی ایک تصنیف نزول المسیح لکھ رہے تھے۔ اسی دوران میں مولوی کرم دین ساکن بھیں نے حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت حکیم فضل دین صاحب کے نام خطوط لکھے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی کتاب سیف چشتیائی، دراصل مولوی محمد حسین فیضی کا علمی سرقہ ہے۔ مولوی کرم دین صاحب نے اس امر کے ثبوت میں حضرت مسیح موعودؑ کو کارڈ بھی ارسال کیا جو پیر صاحب موصوف نے ان کے نام گولڑہ میں بھیجا تھا۔ اور جس میں پیر صاحب موصوف نے محمد حسین صاحب فیضی کے نوٹوں کا اپنی کتاب میں درج کرنے کا اعتراف کیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کتاب نزول المسیح لکھ رہے تھے۔ حضور علیہ السلام کو یہ خط پہنچے جو حضور نے اپنی کتاب میں درج کر دیئے۔ اسی طرح ایڈیٹر اخبار الحکم نے اس بنا پر 17 ستمبر کو ایک مضمون شائع کیا جس میں ان خطوط کی نقول درج کر دیں۔ جب یہ خط شائع ہوگئے تو مولوی کرم دین صاحب مکر گئے کہ میں نے تو یہ نہیں لکھا اور یہ سب خطوط جعلی ہیں۔ نیز لکھا کہ مرزا صاحب کی نعوذ باللہ ملہمیت کی آزمائش کے لئے میں نے اسے دھوکہ دیا ہے۔ اور خلاف واقعہ خطوط لکھے اور لکھوائے اور ایک بچے کے ہاتھ سے نوٹ لکھوا کر محمد حسین فیضی کے نوٹ ظاہر کئے۔ اور آگے کہا کہ مرزا صاحب کا تمام کاروبار معاذ اللہ مکر و فریب ہے اور آپ اپنے دعویٰ میں کذاب اور مفتری ہیں۔ تو یہ ساری باتیں تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باوجود اس حق کے جو ان کو تھا کہ ازالہ حیثیت عرفی کے لئے عدالت سے رجوع کر سکتے تھے، آپ نے نہ کیا کہ مولوی کرم دین صاحب خود ہی اس کی تردید کر دیں گے۔ لیکن تین مہینے گزر جانے کے باوجود جب مولوی صاحب نے تردید نہ کی تو اس پر حکیم فضل دین صاحب نے جو مینیجر ضیاء الاسلام پریس قادیان تھے اور مولوی کرم دین صاحب نے ان کے نام پہلے خطوط لکھے تھے، اس کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ تھے، انہوں نے مولوی کرم دین پر استغاثہ دائر کر دیا۔ اور اس دوران میں جب عدالت کی کارروائی ہو رہی تھی مولوی کرم دین صاحب نے زیر طبع کتاب نزول المسیح کے اوراق پیش کئے اور مستغیث (جس نے استغاثہ کیا تھا) حکیم فضل دین صاحب سے تصدیق کرانا چاہی۔ حکیم فضل دین صاحب نے اس بات پر مولوی کرم دین پہ ایک اور استغاثہ کر دیا کہ کیونکہ میں پریس کا مینیجر ہوں اور یہ کتاب ابھی چھپی نہیں، اس لئے یہ میری ملکیت تھی اس نے یہ کاغذات بھی چوری کئے ہیں۔ اور اسی طرح شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کے خلاف بھی مولوی صاحب نے زہر اگلا تھا اس لئے شیخ صاحب نے بھی مولوی کرم دین کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کر دیا تو اس طرح کئی استغاثے اکٹھے ہو گئے۔

ان استغاثوں کے جواب میں مولوی کرم دین صاحب نے اسسٹنٹ کمشنر جہلم کے پاس عدالت میں ایک مقدمہ کر دیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، عبداللہ صاحب کشمیری اور شیخ یعقوب علی صاحب تراب کے نام ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر کر دیا کہ میرے بہنوئی مولوی محمد حسن فیضی کی سخت توہین کی گئی ہے۔ اس مقدمہ پر حضور علیہ السلام اور دوسرے رفقاء کے نام وارنٹ جاری ہو گئے اور عدالت میں پیشی کی تاریخ پڑ گئی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مقدمہ دائر ہونے کی خبر پر مخالف اخبارات نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ چنانچہ لاہور کے اخبار پنجاب سماچار نے لکھا کہ مرزا قادیانی صاحب پر نالش ہے۔ اس کا طرز تحریر بھی جہاں تک پڑھا ہے ملک کے لئے کسی طرح مفید نہیں بلکہ بہت دلوں کو دکھانے والا ہے۔ اگر عدالت نالش کو سچا سمجھے تو مناسب ہے کہ سزا عبرت انگیز دیوے تا کہ ملک ایسے شخصوں سے جس قدر پاک رہے ملک اور گورنمنٹ کے لئے مفید ہے۔

تو یہ تو تھا دشمنوں کا حال۔ پھر اس نے ازالہ حیثیت عرفی کا جو استغاثہ کیا تھا یہ مقدمہ مواہب الرحمٰن کے صفحہ 129 کے الفاظ کی بنا پر تھا جس میں ان کے لئے کذاب، لعین اور بہتان عظیم کے الفاظ استعمال کئے گئے تھے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے عدالت میں بیان دیا کہ 7 جنوری 1903ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے مواہب الرحمٰن جو اس کی اپنی تصنیف ہے اور ضیاء الاسلام پریس میں چھپی اس کے صفحہ نمبر 129 پر ہتک آمیز الفاظ میری بابت درج کئے۔ اس عبارت میں جو کذاب لعین کا لفظ لکھا گیا ہے وہ قرآن شریف میں ایک خاص کافر ولید بن مغیرہ کی نسبت لکھا گیا ہے۔ اور اس لفظ کے کہنے سے مجھ کو گویا اس کافر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اب اس کو ذہن میں رکھیں تو آگے فیصلے میں پتہ لگے گا کہ عدالت نے کیا کہا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جب یہ خبر پہنچی تو آپؑ نے فرمایا۔ اب یہ ان لوگوں کی طرف سے ابتداء ہے۔ کیا معلوم خدا تعالیٰ ان کے مقابلے میں کیا کیا تدابیر اختیار کرے گا۔ یہ استغاثہ ہم پر نہیں، اللہ تعالیٰ پر ہی معلوم ہوتا ہے کہ لوگ مقدمہ کر کے تھکانا چاہتے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا زور آور حملوں سے سچائی ظاہر کر دے گا۔ اس وقت یہ پورا زور لگائیں تا کہ قتل کے مقدمے کی حسرتیں نہ رہ جائیں کہ کیوں چھوٹ گیا۔ یہ لوگ ان باتوں پر یقین نہیں رکھتے جو خدا کی طرف سے پیش کرتا ہوں مگر وہ دیکھ لیں گے کہ اِكْرَامًا عَجِيْبًا کیسا ہوا۔ مقدمہ ابھی ابتدائی حالت میں ہی تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے انجام کے بارے میں بتا دیا۔ چنانچہ 28 جنوری 1903ء کو الہام ہوا۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ عِبَادِهٖ يُوَاسِيْكَ یعنی خدا اپنے بندوں کے ساتھ ہے وہ تیری غم خواری کرے گا۔ پھر 29 جنوری کو الہام ہوا سَاُكْرِمُكَ اِكْرَامًا عَجِيْبًا یعنی شاندار رنگ میں تیری عزت قائم کی جائے گی۔ 17 فروری 1903ء کو الہام ہوا يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَفَتْحِ الْحُنَيْنِ روز دوشنبہ اور حُنین والی فتح۔ اس کے چھ ماہ بعد 18 اگست 1903ء کو الہام ہوا۔ سَاُكْرِمُكَ بَعْدَ تَوْهِيْنِكَ یعنی تیری اہانت کے بعد تجھے عزت عطا کی جائے گی۔ پھر 28 جون کو ایک الہام ہوا۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ فِيْهِ اٰيٰتٌ لِّلسَّائِلِيْنَ۔ کہ ان دونوں فریقوں میں سے خدا اس فریق کے ساتھ ہوگا اور اس کو فتح اور نصرت نصیب کرے گا جو پرہیزگار ہے اور خدا سے ڈر کر بندوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی اور نیکی کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اور بنی نوع کا وہ سچا خیر خواہ ہے۔ سو انجام کار ان کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ تب وہ لوگ جو پوچھا کرتے ہیں کہ ان دونوں گروہوں میں سے حق پر کون ہے ان کے لئے یہ ایک نشان بلکہ کئی ایک نشان ظاہر ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں سفر کی مزید تفصیل بیان فرماتے ہیں: ”جب میں 1904ء میں کرم دین کے فوجداری مقدمہ کی وجہ سے جہلم میں جا رہا تھا۔ تو راہ میں مجھے الہام ہوا اُرِيْكَ بَرَكَاتٍ مِّنْ كُلِّ طَرَفٍ یعنی ہر ایک پہلو سے تجھے برکتیں دکھلاؤں گا۔ اور یہ الہام اسی وقت تمام جماعت کو سنا دیا گیا بلکہ اخبار الحکم میں درج کر کے شائع کیا گیا۔ اور یہ پیشگوئی اس طرح پر پوری ہوئی کہ جب میں جہلم کے قریب پہنچا تو تخمیناً دس ہزار سے زائد آدمی ہوگا کہ وہ میری ملاقات کے لئے آیا اور تمام سڑک پر آدمی تھے۔ اور ایسے انکساری کی حالت میں تھے کہ گویا سجدے کرتے تھے اور پھر ضلع کی کچہری کے ارد گرد اس قدر لوگوں کا ہجوم تھا کہ حکام حیرت میں پڑ گئے۔ گیارہ سو آدمیوں نے بیعت کی اور قریباً دو سو عورت بیعت کر کے اس سلسلے میں داخل ہوئی اور کرم دین کا مقدمہ جو میرے پر تھا خارج کیا گیا۔ اور بہت سے لوگوں

نے ارادت اور انکسار سے نذرانے دیئے اور تحفے پیش کئے''۔ فرماتے ہیں کہ: ''اور اس طرح ہم ہر ایک طرف سے برکتوں سے مالا مال ہوکر قادیان میں واپس آئے اور خدا تعالیٰ نے نہایت صفائی سے وہ پیشگوئی پوری کی''۔ (حقیقة الوحی ۔روحانی خزائن جلد 22صفحہ263-264)

پھر فرماتے ہیں کہ: ''کرم دین جہلمی کے اس مقدمہ فوجداری کی نسبت پیشگوئی ہے جو اس نے جہلم میں مجھ پر دائر کیا تھا۔ جس پیشگوئی کے یہ الفاظ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ اور دوسرے الہامات بھی تھے جن میں بریت کا وعدہ تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس مقدمہ سے مجھ کو بری کر دیا''۔ (حقیقة الوحی ۔روحانی خزائن جلد 22صفحہ224)

تو جہلم کے مقدمے کے بعد بلکہ اس کی کڑی ہے گورداسپور میں کرم دین صاحب نے ایک مقدمہ کیا۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ: ''کرم دین نام ایک مولوی نے فوجداری مقدمہ گورداسپور میرے نام دائر کیا اور میرے مخالف مولویوں نے اس کی تائید میں آتمارام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی عدالت میں جا کر گواہیاں دیں۔ اور ناخنوں تک زور لگایا۔ اور ان کو بڑی امید ہوئی کہ اب کی دفعہ ضرور کامیاب ہوں گے۔ اور ان کو جھوٹی خوشی پہنچانے کے لئے ایسا اتفاق ہوا کہ آتمارام نے اس مقدمہ میں اپنی نافہمی کی وجہ سے پوری غور نہ کی اور مجھ کو سزائے قید دینے کے لئے مستعد ہو گیا۔ اُس وقت خدا نے میرے پر ظاہر کیا کہ وہ آتمارام کو اس کی اولاد کے ماتم میں مبتلا کرے گا۔ چنانچہ یہ کشف مَیں نے اپنی جماعت کو سنا دیا اور پھر ایسا ہوا کہ قریباً بیس پچیس (20-25) دن کے عرصہ میں دو بیٹے اس کے مر گئے۔ اور آخر یہ اتفاق ہوا کہ آتمارام سزائے قید تو مجھ کو نہ دے سکا۔ اگرچہ فیصلہ لکھنے میں اس نے قید کرنے کی بنیاد بھی باندھی مگر اخیر پر خدا نے اس کو اس حرکت سے روک دیا لیکن تاہم اس نے سات سو روپیہ جرمانہ کیا''۔ اس کی الگ تفصیل ہے کہ عدالت میں کس طرح جرمانہ ہوا۔ بہرحال فرماتے ہیں کہ ''پھر ڈویژنل جج کی عدالت سے عزت کے ساتھ مَیں بری کیا گیا اور کرم دین پر سزا قائم رہی اور میرا جرمانہ واپس ہوا۔ مگر آتمارام کے دو بیٹے واپس نہ آئے۔

پس جس خوشی کے حاصل ہونے کی کرم دین کے مقدمہ میں ہمارے مخالف مولویوں کو تمنا تھی وہ پوری نہ ہو سکی اور خدا تعالیٰ کی اس پیشگوئی کے مطابق جو میری کتاب مواہب الرحمٰن میں پہلے سے چھپ کر شائع ہو چکی تھی مَیں بری کیا گیا۔ اور میرا جرمانہ واپس کیا گیا۔ اور حاکم مجوز کو منسوخی حکم کے ساتھ یہ تنبیہ ہوئی کہ یہ حکم اس نے بے جا دیا''، یعنی آتمارام کو تنبیہ بھی ہوئی۔ ''مگر کرم دین کو جیسا کہ مواہب الرحمٰن میں شائع کر چکا تھا سزا مل گئی اور عدالت کی رائے سے اُس کے کذّاب ہونے پر مہر لگ گئی''۔ جو کہتا تھا مجھے کذّاب کہا ہے۔ ''اور ہمارے تمام مخالف مولوی اپنے مقاصد میں نامراد رہے۔ افسوس کہ میرے مخالفوں کو باوجود اس قدر متواتر نامرادیوں کے میری نسبت کسی وقت محسوس نہ ہوا کہ اس شخص کے ساتھ درپردہ ایک ہاتھ ہے جو ان کے ہر ایک حملہ سے اس کو بچاتا ہے۔ اگر بدقسمتی نہ ہوتی تو ان کے لئے یہ ایک معجزہ تھا کہ ان کے ہر ایک حملہ کے وقت خدا نے مجھ کو ان کے شر سے بچایا۔ اور نہ صرف بچایا بلکہ پہلے اس سے خبر بھی دے دی کہ وہ بچائے گا۔ اور ہر ایک مرتبہ اور ہر ایک مقدمہ میں خدا تعالیٰ مجھے خبر دیتا رہا کہ میں تجھے بچاؤں گا۔ چنانچہ وہ اپنے وعدہ کے موافق مجھے محفوظ رکھتا رہا۔ یہ ہیں خدا کے اقتداری نشان کہ ایک طرف تمام دنیا ہمارے ہلاک کرنے کے لئے جمع ہے اور ایک طرف وہ قادر خدا ہے کہ ان کے ہر ایک حملہ سے مجھے بچاتا ہے''۔

(حقیقة الوحی ۔ روحانی خزائن جلد 22صفحہ124-125)

پھر پانچواں واقعہ جو آپؑ نے بتایا وہ لیکھرام کا واقعہ ہے۔ اس کے متعلق پیشگوئی تھی اس کے مطابق وہ کیفر کردار تک پہنچا۔ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی انتہا کی ہوئی تھی۔ آخر اللہ تعالیٰ کی پکڑ نے، اپنے پیارے نبی کی غیرت نے اس کو پکڑا اور اس کی تمام تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتائی کہ مَیں اس کو پکڑوں گا اور کس طرح اس کا انجام ہو گا۔ آپ نے اس بارے میں پیشگوئی فرمائی اور باوجود تمام تر حفاظتی تدابیر کے کوئی اس کو بچا نہ سکا۔ یہ بھی ایک لمبی کہانی ہے۔ بہرحال اس کے قتل کے بعد اس پیشگوئی کی بنا پر جو حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے انجام کی کی تھی حکومت کے کارندوں نے بھی کوششیں کیں اور لوگوں نے بڑا شور مچایا اور آپ پر الزام لگایا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق آپ کی ہر لحاظ سے یہاں بھی بریت فرمائی۔ آپ کے گھر کی تلاشی بھی لی گئی لیکن پولیس کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ اور اس قتل کے بعد تو آریوں کے جذبات بڑے سخت مشتعل ہو گئے تھے۔ ہر طرف آگ لگ گئی تھی۔ پولیس بڑی کوشش کر رہی تھی کہ مجرم کو پکڑے۔ اس شخص کا جس نے قتل کیا تھا حلیہ بھی اشتہار میں دیا گیا لیکن ایک آدمی جو اس حلیہ کا پکڑا گیا تو لیکھرام کی بیوی نے کہا: نہیں، یہ وہ نہیں۔ یہ کوئی کشمیری تھا۔ ایک احمدی کو بھی پکڑا گیا۔ بعد میں وہ بھی رہا کر دیئے گئے۔ پکڑ دھکڑ کے علاوہ تلاشیاں بھی ہوئیں۔

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر کی بھی تلاشی ہوئی جیسا کہ مَیں نے کہا۔ جب پولیس نے تلاشی لینی تھی تو افسروں کے آنے سے چند منٹ پیشتر آپ سراج منیر کی ایک کاپی پڑھ رہے تھے۔ جس میں یہ مضمون تھا کہ لیکھرام کے قتل سے آپ پر ویسا ہی ابتلا آیا جیسے مسیح علیہ السلام کے دشمنوں نے خود بھی ایذارسانی کی کوششیں کی تھیں اور گورنمنٹ کے ذریعہ سے بھی تکلیف دی تھی۔ مگر میرے معاملے میں تو اب تک صرف ایک پہلو ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ گورنمنٹ کی دست اندازی کا پہلو بھی اس کے ساتھ شامل ہو جاتا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور اور انسپکٹر میاں محمد بخش (جس نے پہلے بھی کئی کوششیں کی تھیں) اور کچھ ہیڈ کانسٹیبلز اور پولیس کی بھاری نفری نے آ کر حضرت مسیح موعودؑ کے گھر کو گھیر لیا۔ اس سے پہلے حضرت میر ناصر نواب صاحب نے پولیس کے آنے کی خبر کہیں سے سن لی تھی۔ وہ سخت گھبرائے ہوئے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں جا کر بڑی پریشانی کے عالم میں عرض کی کہ پولیس گرفتاری کے لئے آ رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے اور فرمایا میر صاحب! دنیادار لوگ خوشیوں میں سونے چاندی کے کنگن پہنا کرتے ہیں، ہم سمجھ لیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔ پھر ذرا تامّل کے بعد فرمایا مگر ایسا نہ ہو گا کیونکہ خدا تعالیٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں، اپنے طریقے ہیں اللہ تعالیٰ کی گورنمنٹ کے۔ اس وقت حضرت پیر منظور محمد صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بتایا کہ حضرت اقدس پر پولیس کی اطلاع کا ہلکا سا بھی اثر نہیں تھا۔ اور بدستور اپنی کاپی پڑھتے جا رہے تھے۔ لیکن جب پولیس نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے کام بند کر دیا اور فوراً جا کر دروازہ کھول دیا۔ پھر وہ جو سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے۔ انہوں نے ٹوپی اتار کر کہا کہ مجھے حکم آ گیا ہے کہ مَیں قتل کے مقدمے میں آپ کے گھر کی تلاشی لوں۔ تلاشی کا نام سن کر آپ کو اس قدر خوشی ہوئی جتنی اس ملزم کو ہو سکتی ہے جسے کہا جائے کہ تیرے گھر کی تلاشی نہیں ہو گی۔ چنانچہ حضور نے فرمایا کہ آپ اطمینان سے تلاشی لیں۔ اور مَیں مدد دینے میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اس کے بعد آپ اسے دوسرے افسروں سمیت مکان میں لے گئے۔ اور پہلے مردانہ اور پھر زنانہ مکان میں تمام بستے (بیگ) وغیرہ ان کو دکھائے۔ تو ایک بیگ جب کھولا تو اس میں وہ کاغذات برآمد ہوئے جو پنڈت لیکھرام نے نشان نمائی کے لئے اپنے قلم سے حضور کے نام لکھے تھے۔ بہرحال بڑی دیر تک تلاشی جاری رہی۔ بعض تالے پرانے تھے، چابیاں گم گئی تھیں تو ٹرنک توڑ کر بھی تلاشی لی گئی لیکن ان کو کچھ نہیں ملا اور تلاشی کے دوران آپ کے چہرہ مبارک پر کسی قسم کی فکر و تشویش نہیں تھی۔ قطعاً کوئی آثار ہی نہیں تھے۔ بلکہ آپ بڑے مطمئن اور خوش تھے۔ حضور کے گھر کی تلاشی کے بعد جو مہمان خانہ تھا، آگے پریس تھا، حضرت خلیفہ اول کا گھر تھا اس کی بھی تلاشی لی گئی۔ الماریاں وغیرہ دیکھی گئیں یہاں تک کہ پتھر کی سل جو گندم پیسنے کے لئے تھی وہ بھی کھول کھال کے دیکھی گئی۔ تو بہرحال حضرت اماں جان اس تلاشی کا نقشہ یوں بیان کرتی ہیں کہ میں بیٹھی ہوئی تھی تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے نیچے کی طرف اشارہ کر کے کہا (چھوٹے سے بچے تھے) پنجابی بولا کرتے تھے کہ ''اماں او پائی''، یعنی سپاہی کو پائی کہہ رہے تھے۔ بہرحال ڈیوڑھی میں سے جب جھانک کے دیکھا تو سپاہی کھڑے تھے۔ پھر کہتے ہیں کہ اتنی دیر میں مسجد کا دروازہ کھٹکا اور پتہ لگا کہ سپاہی آئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا ٹھہرو مَیں آتا ہوں۔ پھر آپ نے بڑے اطمینان سے جو اپنا بیگ تھا وہ بند کیا اور مسجد کی طرف گئے وہاں مسجد میں جو انگریز کپتان تھا اس کے ساتھ دوسرے پولیس کے آدمی بھی تھے۔ تو انہوں نے کہا گھر کی تلاشی لینے آئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری تلاشی دلوائی۔ اور حضرت اماں جان کہتی ہیں کہ اس تلاشی کے دوران میں ایک خط نکلا جس میں لیکھرام کے قتل پر کسی احمدی نے حضرت مسیح موعودؑ کو مبارکباد لکھی تھی۔ دشمنوں نے جھٹ کپتان صاحب کے سامنے وہ خط رکھ دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اس ایک خط کو کیا دیکھتے ہو اس طرح کے تو بہت سارے خط میرے پاس مبارکبادوں کے آئے ہیں۔ اور لا کے ایک بڑا سا تھیلا سامنے رکھ دیا کہ یہ ہیں جو مبارکباد کے خط آئے ہوئے ہیں۔ تو بہرحال کپتان صاحب نے کہا نہیں نہیں ہم کچھ نہیں دیکھتے۔ پھر نیچے کمرے میں، بیسمنٹ میں جانے لگے، اس کا دروازہ چھوٹا تھا۔ اماں جان کہتی ہیں وہاں بچارے کپتان صاحب کا سر ٹکرا گیا اور بڑی سخت چوٹ لگی اور بیٹھ گئے تو آخر پر تلاشی لینے والوں کا ظاہراً یہ انجام ہوا۔ بہرحال ان کو کچھ نہیں ملا اور ناکام و نامراد واپس چلے گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جیسا کہ پہلے مَیں نے بتایا تھا کہ لیکھرام کے مارے جانے کے وقت میرے گھر کی تلاشی لی گئی۔ اور دشمنوں نے ناخنوں تک زور لگا دیا تا مَیں قاتل قرار دیا جاؤں۔ مگر وہ تمام مقدمات میں نامراد رہے۔ تو ہمیشہ کی طرح اس مقدمہ میں بھی اور جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا باقی مقدموں میں بھی دشمن ہمیشہ ناکام و نامراد ہی رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس شیر پر کبھی کوئی ہاتھ نہ ڈال سکا۔ اس طرح اور سینکڑوں نشانات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید و نصرت میں دکھائے جو یقیناً ہمارے ایمان میں تازگی اور ترقی کا باعث بنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اور ہر آن اپنے ایمان میں بڑھاتا چلا جائے۔ اور احمدیت پر، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ہمارا یقین بڑھتا چلا جائے۔

”ڈاونچی کوڈ“ (Da Vinci Code) کے خلاف
چرچ کا شدید ردّعمل

(خالد سیف اللہ خان۔ آسٹریلیا)

ایک مصنف Dan Brown نے حال ہی میں ایک ناول Da Vinci Code کے نام سے لکھا ہے جس کے بارہ میں مصنف کا دعویٰ ہے کہ اس کی بنیاد تاریخی حقائق اور آثار پر رکھی گئی ہے جن میں خاص طور پر فلپ کی انجیل (Gospel of Philip) قابل ذکر ہے۔

انجیل فلپ ان انجیلوں میں سے ایک ہے جن کو عیسائی غیر معتبر اور مشکوک اناجیل (Apocryphal Gospel) قرار دیتے ہیں کیونکہ ان میں ابتدائی عیسائیوں کے ایسے عقائد بیان کئے گئے ہیں جو آج کل مروّجہ عیسائی عقائد سے بنیادی طور پر متصادم ہیں۔

جب 325ء میں شہنشاہ قسطنطین (Constantine) نے نیکیا (Nicea) (حال ترکی) کے مقام پر 330 پادریوں کی کونسل بلا کر موجودہ انجیل کو سٹینڈرڈ قرار دے کر ابتدائی زمانہ کی لکھی ہوئی سب انجیلوں کو مشکوک اور غلط ٹھہرا کر جلا دینے کا حکم دیا تھا اور ان کے رکھنے والے کو ملحد قرار دے کر واجب القتل قرار دیا تھا تو جن کے پاس وہ پرانی انجیلیں تھیں انہوں نے موت کے ڈر سے یا تو انہیں جلا دیا یا مرتبانوں میں ڈال کر ریت میں دبا دیا تھا۔

مذکورہ بالا ناول اور فلم میں ہماری دلچسپی کی جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ شہنشاہ قسطنطین نے پادریوں کے ساتھ مل کر ملحدانہ عقائد (Paganism) کو اصل عیسائی عقائد کے ساتھ ملا جلا کر ایک دوغلا (Hybrid) قسم کے مذہب کو طاقت کے بل پر رواج دیا۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک بشر رسول (Mortal Prophet) کے مقام سے اٹھا کر الوہیت کا مرتبہ دے دیا۔ اور اس نئے مذہب کو رائج کرنے کے لئے ایسی بائبل کو جاری کیا جس میں اس کی مرضی کے عقائد درج کئے گئے تھے۔

ناول کے مطابق یسوع خدا نہ تھا اسے خدا کے طور پر منوایا گیا تھا۔

دوسری قابل ذکر بات فلم میں یہ بیان کی گئی ہے کہ یسوع نے مریم مگدلینی سے شادی کی تھی اور اس شادی سے شاہی نسل چلی تھی لیکن اس حقیقت کو لوگوں سے چھپانے کے لئے چرچ کی سربراہی میں ایک سازش تیار کی گئی تھی۔ فلم میں بیان کردہ یہ بات بھی فلپ انجیل سے اخذ کی گئی ہے۔

ہماری سڈنی جماعت میں عیسائیت پر تحقیق کے میدان کے ایک چھپے رستم سید ضیاء الحق صاحب ایڈووکیٹ کراچی ہیں۔ خاکسار کی درخواست پر انہوں نے ”ناگ حمّادی لائبریری“ کے Apocryphal Gospel میں سے تلاش کر کے تیرہ صفحات پر مشتمل ایک مضمون لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مریم مگدلینی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زوجہ تھیں۔ اور ان کی نسل کشمیر میں موجود ہے اور وہی خاندان جو آج تک صاحبزادہ کہلاتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے نگران چلے آتے ہیں۔ ان کے حوالوں میں سے ایک دو کا مختصر ذکر یہاں مناسب ہوگا۔

(ان کا مفصل مضمون انشاء اللہ الفضل کو بھجوایا جائے گا)۔

1۔ ”وہ تین تھیں جو خداوند (مسیح) کے ساتھ ہمیشہ شریک سفر رہیں۔ (ان میں سے ایک) مریم ان کی والدہ اور (دوسری) ان کی بہن اور (تیسری) مگدلینی تھیں۔ جنہیں ان (حضرت مسیح) کا (جیون) ساتھی کہا جاتا ہے۔ ان کی (مسیح کی) بہن اور ان کی والدہ اور ان کی (جیون) ساتھی (تینوں) مریم تھیں“۔ (فلپ کی انجیل باب 59 آیات 7 تا 12)

(نوٹ: بریکٹ کے الفاظ مفہوم کو واضح کرنے کی غرض سے ہیں، اصل متن میں نہیں)۔

2۔ ”اور نجات دہندہ (مسیح) کی ساتھی مریم مگدلینی۔ انہوں (مسیح) نے ان کے ساتھ تمام شاگردوں سے بڑھ کر محبت کی اور وہ (مسیح) اکثر ان کے منہ کا بوسہ لیا کرتے تھے“۔

(فلپ کی انجیل باب 63 آیت 31)

3۔ ”پطرس نے مریم (مگدلینی) سے کہا: بہن ہم جانتے ہیں کہ نجات دہندہ (مسیح) نے تمام عورتوں سے زیادہ بڑھ کر تمہارے ساتھ محبت کی۔ ہمیں نجات دہندہ کے وہ الفاظ بتاؤ جو تم کو یاد ہیں جنہیں کہ (صرف) تم ہی جانتی ہو ہم نہیں (اور) نہ ہی ہم نے انہیں کبھی سنا“۔

(مریم مگدلینی کی انجیل باب 10 آیات 1 تا 7)

جو مصنفین و محققین مریم مگدلینی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زوجہ قرار دیتے ہیں ان میں Dan Brown کے علاوہ باربرا تھیئرنگ (Barbra Theiring) اور انڈریاس فیبر قیصر (Andreas Faber Kaiser) شامل ہیں۔

عیسائیوں کے لئے جو بات زیادہ پریشان کن ہے وہ یہ ہے کہ یسوع مسیح خدا یا خدا کا بیٹا نہ تھے بلکہ محض خدا کے ایک نبی تھے اور مسیح کے ابن اللہ ہونے کا عقیدہ ایک سازش کے ذریعہ رائج کیا گیا ہے۔ ان کو تو پہلے ہی یہ بے چینی تھی کہ خدا تو ہو ہی ایک سکتا ہے ہم تثلیث کے عقیدہ کو کس طرح قابل فہم بنائیں۔ چنانچہ ورلڈ بائبل پبلشرز کی پاکٹ بائبل ڈکشنری (Meridian Publication) کے صفحہ 101 پر ”خدا کی توحید“ (Unity of God) کے عنوان کے تحت جو لکھا ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

”توحید خدا: صرف ایک وجود ہی ایسا ہے جو اپنی ذات میں قائم ہے۔ چنانچہ بائبل ہمیں خدا کے بارہ میں بتاتی ہے کہ وہ ایک اور صرف ایک خدا ہے۔ ایک سے زیادہ خداؤں کا وجود (عقلاً) ممکن ہی نہیں کیونکہ (خدائی صفات) ازلیت وابدیت، لامحدود و لامتناہی ہونا اور ہر جگہ ہر وقت موجود ہونا (Eternity, Infinity, Omni Presence) ایسی صفات ہیں جو ایک سے زیادہ وجودوں میں جمع ہی نہیں ہوسکتیں۔ (مثلاً) اگر دو وجود ایسے ہوں جو ان صفات کے ہوں تو وہ یا ایک دوسرے کی حدود کو پابند کریں گے اور یا ایک دوسرے کی حدود میں داخل ہو کر اسے وہاں سے باہر نکالیں گے اور ایسی صورت میں خدا کا وجود برقرار رہنا ہی ناممکن ہو جائے۔ خدا نے کتاب میں اپنے آپ کو بطور باپ، بیٹے اور روح القدس سے متعارف کروایا ہے۔ ایک خدا کے وجود میں یہ تین علیحدہ شخصیات (Three Separate Persons) جمع ہیں۔ لیکن یہ تین خدا نہیں ہیں۔ اس لئے یہ عقیدہ تثلیث (Trinity) کہلاتا ہے۔ نہ کہ تین خداؤں کا عقیدہ (Tritheism)“۔

یعنی تین علیحدہ علیحدہ بھی ہیں اور ایک بھی ہیں۔ ایک تین اور تین ایک۔

مندرجہ بالا حوالہ میں جو بیان کیا گیا ہے کہ ایک سے زیادہ خداؤں کا وجود عقلاً محال ہے، یہ بات خدا تعالیٰ قرآن کریم میں پہلے ہی بیان فرما چکا ہے۔ چنانچہ فرمایا ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ (الانبیاء:23) اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے سوائے کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں تباہ ہو جاتے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ساری کائنات میں ایک زبردست نظم وضبط پایا جاتا ہے جس نے ایک طرف تو ساری کائنات کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے اور دوسری طرف ایک ایک ذرّہ کی تہ تک اس نے نفوذ کیا ہوا ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی کٹّر دہریہ بھی انکار نہیں کرسکتا۔ ہر جگہ قانون کے یکساں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر جگہ قانون نافذ کرنے اور چلانے والی ایک ہی ہستی ہے۔ اگر بالفرض خدا ایک سے زائد ہوتے تو ان کے قوانین بھی اپنے اپنے ہوتے اور ساری کائنات افراتفری کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہو جاتی۔ ہر مخلوق اپنی طاقتوں، استعدادوں اور صفات میں ایک حد کے اندر پابند ہوتی ہے۔ لیکن خالق ان سب حد بندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ تو زمان ومکان کا خود خالق ہوتا ہے۔ اس کی سننے اور دیکھنے اور قدرتوں کی کوئی حد بست نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اگر بالفرض خدا ایک سے زائد ہوتے تو وہ اپنے اپنے علاقوں کی حد بندیاں کر کے ان میں اپنے اپنے مخصوص قوانین نافذ کرتے۔ چونکہ ضروری ہے کہ خدا غیر محدود طاقتوں کا مالک ہو وہ ایک دوسرے کی حدود میں ضرور داخل ہو جاتے اور باہم گتھم گتھا ہو کر سبھی فنا کا شکار ہو جاتے۔ پس خدا کا یہ فرمانا بالکل برحق ہے کہ اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہوتا تو وہ خود بھی دونوں تباہ ہو جاتے اور زمین و آسمان بھی تباہ ہو جاتے۔

اب ناول اور اس پر شدید ردّعمل کی طرف واپس لوٹتے ہیں۔ یہ ناول اتنا مقبول ہوا کہ اس کی چالیس ملین (چار کروڑ) کاپیاں اب تک فروخت ہو چکی ہیں۔ چرچ کو فکر پڑ گئی ہے کہ اس ناول نے تو عیسائیت کے بنیادی عقائد پر سخت ضرب لگائی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایسے عیسائی جو پہلے ہی شک کا شکار ہیں کہیں عیسائیت ہی سے بدظن ہو جائیں۔ اس ناول کی ویٹیکن نے بھی مذمّت کی ہے اور اس کی حمایت میں سڈنی کے آرچ بشپ کارڈینل جارج پیل (Cardinal George Pell) نے اسے بھدّی افسانہ تراشی قرار دیا ہے اور اسے محض تاریخ میں واقع ہونے والے استثنائی اور اتفاقی واقعات پر مبنی قرار دیا ہے۔ اور لوگوں کو حوصلہ دلاتے ہوئے کہا ہے کہ یہ کتاب ہمارے عقائد کو متزلزل نہیں کرسکتی۔

اسی طرح سڈنی کے Anglican, Baptist Uniting اور دوسرے چرچوں کے سربراہوں نے بھی اس کتاب کی بھرپور مذمت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں ہمارے مذہب کو اس سے کوئی خطرہ نہیں بلکہ الٹا لوگوں کو حقیقت معلوم کرنے کے لئے تجسّس پیدا ہوگا۔ کتاب کے اثر کو زائل کرنے کے لئے کئی کتابیں مارکیٹ میں آ چکی ہیں جن میں بائبل سوسائٹی نیو ساؤتھ ویلز کی جاری کردہ کتاب Deciphering The Da Vinci Code اور Da Vinci De code شامل ہیں۔ مختلف جگہوں پر لیکچروں کا انتظام کیا گیا ہے۔ Baptist Church والوں نے ایک تھیٹر کرایہ پر لے کر سارے پادریوں اور مذہبی دلچسپی رکھنے والوں کو مدعو کر کے یہ فلم دکھائی اور دوسرے دن ان کو چرچ میں بلا کر فلم میں مذکور باتوں کی توضیح وتردید کی گئی۔ بعض ناقدین کا رویّہ یہ تھا کہ ”بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا“۔ ویب سائٹ کے ذریعہ بھی کتاب کا ردّ کیا جا رہا ہے۔

کم از کم چار کروڑ لوگوں تک جب یہ کتاب پہنچ چکی تھی کہ اس کے مصنف ڈان براؤن پر کئی لوگوں نے مضمون کے سرقہ (Plagiarism) کا الزام لگا کر مقدمہ چلا دیا ہے۔ لیکن .U.K کی ہائی کورٹ نے مصنف کو بری قرار دے دیا ہے۔ الزام لگانے والوں میں ایک صاحب Michael Baigent بھی شامل تھے۔ جس ہفتہ یہ فلم پردۂ سکرین پر آئی اسی ہفتہ انہوں نے ایک اور کتاب بنام "The Jesus Papers" بازار میں فروخت کے لئے پیش کر کے عیسائی مذہبی دنیا میں ایک اور دھماکہ کر دیا۔ اس کتاب کے سرورق پر دائیں کونہ میں موٹے حروف میں لکھا ہے: Exposing The Greatest Cover Up in History یعنی تاریخ کے اہم ترین راز کا انکشاف۔ اور وہ راز یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی موت سے بچ گئے تھے اور ان کو بچانے کے لئے رومی حاکم پیلاطوس (Pontius Pilate) نے درپردہ سازباز کی تھی۔

چلو کفارہ کے عقیدہ سے چھٹی ہوئی۔ فلم نے تو مروّجہ انجیل کا اعتبار ختم کیا تھا۔ یسوع مسیح کو خدا کے مرتبہ سے واپس لا کر ان کے اصلی مقام ”بشر رسول“ کے طور پر پیش کیا تھا۔ ان کی شادی اور اہلی زندگی اور اولاد وغیرہ کا ذکر کیا تھا تو اب اس نئی کتاب نے ان کے صلیب پر مرنے، مر کر جی اٹھنے وغیرہ عقائد کو بھی خود تراشیدہ ظاہر کر دیا ہے۔

قرآن کریم تو پہلے ہی واضح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی وفات کا بطور پیشگوئی اور پھر بطور واقعہ ذکر کر چکا ہے جیسے فرمایا ﴿يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ (آل عمران :56) اے عیسیٰ مَیں تجھے طبعی طور پر وفات دوں گا۔ یعنی وہ تجھے صلیب پر مارنے اور قتل کرنے پر قادر نہ ہوسکیں گے اور پھر واضح طور پر بطور واقعہ بھی بیان کر دیا کہ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ (النساء: 158)۔ وہ یقیناً اسے قتل نہیں کرسکے اور نہ صلیب دے (کر مار) سکے بلکہ ان پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا۔ آج کل جو کچھ پردۂ غیب سے ظہور میں آرہا ہے وہ اس صداقت کو ثابت کرنے کے لئے ہے۔

جو کچھ Michael Baigent نے اپنی کتاب میں ثابت کیا ہے کہ پیلاطوس یسوع کو بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا یہ بات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بالواسطہ تائید کرتی ہے۔ آپؑ نے سو سال سے بھی زیادہ پہلے تحریر فرمایا تھا:

”پیلاطوس اپنے اس قول پر قائم نہ رہ سکا۔ اور جب اُس کو کہا گیا کہ قیصر کے پاس تیری شکایت کریں گے تو وہ ڈر گیا اور حضرت مسیحؑ کو اس نے عمداً خونخوار یہودیوں کے حوالہ کر دیا۔ گو وہ اس سپردگی سے غمگین تھا اور اس کی عورت بھی غمگین تھی کیونکہ وہ دونوں مسیح کے سخت معتقد تھے۔ لیکن یہودیوں کا سخت شوروغوغا دیکھ کر بزدلی اس پر غالب آگئی۔ ہاں البتہ پوشیدہ طور پر اس نے بہت سعی کی کہ مسیح کی جان کو صلیب سے بچایا جاوے۔ اور اس سعی میں وہ کامیاب بھی ہوگیا۔ مگر بعد اس کے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا گیا اور شدت درد سے ایک ایسی سخت غشی میں آگیا کہ گویا وہ موت ہی تھی۔ بہرحال پیلاطوس رومی کی کوشش سے مسیح ابن مریم کی جان بچ گئی اور جان بچنے کے لئے پہلے سے مسیح کی دعا منظور ہو چکی تھی۔ دیکھو عبرانیاں باب 5 آیت 7۔ بعد اس کے مسیح اس زمین سے پوشیدہ طور پر بھاگ کر کشمیر کی طرف آگیا اور وہیں فوت ہوا۔ اور تم سن چکے ہو کہ سری نگر محلہ خانیار میں اس کی قبر ہے۔ یہ سب پیلاطوس کی سعی کا نتیجہ تھا“۔

(کشتیٔ نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 57-58)

❁❁❁❁❁

بقیہ:سیرت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
از صفحہ نمبر4

(بخاری کتاب الانبیاء باب وان یونس لمن المرسلین)

مخالفت کی دنیا میں بدسلوکی کے مقابلہ میں جوابی انتقامی کاروائی کے نمونے تو عام ملتے ہیں۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئے نمونے کی بنیاد ڈالی اور وہ تھا ظلم پر ظلم کرنیوالوں کے مظالم بھلا کر بدی کے مقابل پر نیکی اور احسان کا سلوک کرنا۔

اہل مکہ نے جس حال میں رسول اللہؐ اور آپ کے اصحابؓ کو مکہ میں اذیتیں دیں۔ بعض صحابہ کو شہید کیا۔ پھر وطن سے بے وطن کیا۔ انہیں عمر بھر کی کمائی اور اموال سے محروم کیا۔ یہ تمام مظالم تاریخ کا کھلا ورق ہیں۔ لیکن رسول اللہؐ کے مکہ چھوڑنے کے بعد ان ظالموں کو خدا نے پکڑا اور ایک شدید قحط سالی کا شکار ہو کر مردار اور ہڈیاں کھانے لگے تب دشمن اسلام ابوسفیان مدد کا طالب ہو کر مدینے آیا۔ رسول اللہؐ نے اسی وقت ہاتھ اُٹھا کر دعا کی۔ خدا نے فضل فرمایا اور جلد ہی بارشوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الروم لدخان)

مگر بارشوں کے نتائج ظاہر ہونے تک اہل مکہ کی ضروریات آپ نے نظر انداز نہیں فرمائیں اور قحط زدگان کے لئے مدینہ سے چندہ اکٹھا کر کے مکّہ بھجوایا۔

(المبسوط للسرخسی جلد10ص92)

صحابہ رسول اللہؐ کی سیرت کا خلاصہ یہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہؐ ہمیشہ مشرکین اور اہل کتاب سے عفو سے کام لیتے اور ان کی ایذاء رسانیوں پر صبر کرتے تھے۔

(بخاری کتاب التفسیر آل عمران لتبلون فی اموالکم)

اسی زمانہ میں یمامہ کا سردار ثمامہ بن اُثال مسلمان ہوگیا۔ اس نے قریش کی شرارتوں کی سزا کے طور پر ان کا غلّہ روک دیا۔ قریش نے رسول اللہؐ سے سفارش کروائی جس پر آپؐ نے ثمامہ کو خط لکھ کر قریش کا غلہ فوراً واگزار کر دیا۔ قحط کے زمانہ میں کفار مکہ پر یہ رسول اللہؐ کا ایک اور احسان تھا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد3ص175بیروت)

☾☾☾☾☾☾

مذہبی رواداری کے علمبردار صلح وامن کے ایسے سفیر پر یہ اعتراض کہ انہوں نے مذہبی جبر وتشدّد روا رکھا خود کتنا بڑا ظلم ہے۔ اس جگہ ہم رسول اللہؐ کی مذہبی رواداری کا وہ نظارہ پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتے جو صلح حدیبیہ میں پیش آیا۔ جب نبی کریم اپنی ایک خواب پورا کرنے کی غرض سے صحابہ کے ساتھ طواف بیت اللہ کے لئے نکلے مگر مکہ سے نو میل دور حدیبیہ مقام پر روک دیا گیا۔ اہل مکہ کی کمر قحط سالی اور تین جنگوں میں ٹوٹ چکی تھی۔ رسول اللہؐ چاہتے تو اپنے چودہ سو سر بکف مجاہدوں کے ساتھ جو حدیبیہ میں موت پر آپ کی بیعت کر چکے تھے بآسانی مکّہ داخل ہو سکتے تھے۔

وہ عجیب مشکل وقت تھا جب اہل مکہ احساسِ شکست کو چھپانے کے لئے معاہدہ کی ہر شرط پر ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کر رہے تھے، معاہدہ کی ہر شق میں انہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ پہلے معاہدہ پر بسم اللہ کے الفاظ لکھے جانے پر ناجائز ضد کی۔ پھر محمد رسول اللہ کے الفاظ پر اعتراض کیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔ لیکن صلح کی خاطر محمد بن عبداللہ ہی لکھ لو۔ پھر مسلمانوں کی خواہش کے برخلاف یہ شرط رکھی کہ مسلمان اس وقت بغیر طواف کے واپس چلے جائیں۔

پھر کفار نے مسلمانوں کے لئے یہ تکلیف دہ شرط لکھوائی کہ مدینہ کا جو شخص کافر ہو کر مکّہ آنا چاہے تو آ سکے گا لیکن مکہ سے کوئی مسلمان ہو کر مدینہ نہ جا سکے گا۔ اور اگر گیا تو مسلمان اسے واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔

یہ غیر منصفانہ شرط بھی رسول اللہؐ نے صلح کی خاطر مان لی۔ ابھی معاہدہ پر دستخط نہ ہوئے تھے کہ سہیل کا بیٹا ابوجندل جو مسلمان ہو کر اپنے باپ کے پاس مظالم کا نشانہ بن رہا تھا۔ قید سے نکل کر زنجیریں اُٹھائے اسلامی قافلے تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ سہیل نے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ابھی معاہدہ پر دستخط نہیں ہوئے اور عمل درآمد تکمیل معاہدہ کے بعد ہوتا ہے۔ سہیل نے ابوجندلؓ کی واپسی کے بغیر معاہدہ سے انکار کر دیا۔ ابوجندل نے اس کسمپرسی کے عالم میں اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے زمین پر پھینک کر دہائی دی اور کہا مسلمانو! کیا اس حال میں مجھے دشمنوں کے حوالے کر جاؤ گے، دیکھتے نہیں انہوں نے میرا کیا حال کر رکھا ہے۔ مسلمانوں کے لئے وہ ایک مشکل امتحان اور شدید ابتلا کا وقت تھا۔ ان کی آنکھوں سے خون اتر رہا تھا۔ مگر رسول اللہؐ نے صلح کی خاطر ابوجندل کو واپس کروایا۔ مسلمانوں کے سینے اس وقت بھٹی کی آگ کی طرح دہک رہے تھے۔ مکہ ایک مرے ہوئے شکار کی طرح ان کے سامنے تھا۔ آپ کے ایک اشارے سے آج مکّہ کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی۔ مگر رسول اللہؐ نے بظاہر ذلت آمیز شرائط کو قبول کر کے صلح کرنے کو ترجیح دی۔ اور صحابہ کو حکم دیا کہ یہیں میدان حدیبیہ میں اپنی قربانیاں ذبح کر ڈالو اور تھوڑی ہی دیر میں حدیبیہ ایک قربان گاہ میں تبدیل ہوگیا۔

کہاں ہیں اسلام پر جارحیت کا الزام لگانے والے؟ وہ آئیں اور حدیبیہ کے میدان میں ذبح ہونے والی ان جانوروں کی قربانی کے ساتھ 1400 انسانی جذبات کی قربانی کا بھی مشاہدہ کریں کہ کس طرح قوت وطاقت کے باوجود مذہبی رواداری کی تاریخ میں ایک نئے سنہری باب کا اضافہ کیا گیا کہ عرش کا خدا بھی کہہ اُٹھا ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا﴾ (الفتح: 02) کہ ہم نے تمہیں فتح مبین عطا کی ہے۔ بے شک اس وقت جذبات پر قابو پانا بھی ایک فتح تھی۔ مگر بعد میں معاہدہ حدیبیہ اسلامی فتوحات کا سنگ میل اور فتح مکّہ کی پہلی کڑی ثابت ہوا۔

جہاں تک اہل مکہ کے ظلم وستم کے جواب میں عفو اور احسان کا تعلق ہے۔ اس کا عدیم المثال نمونہ فتح مکہ کے دن ظاہر ہوا۔ جب مکہ کے تمام ظالم اور سرکش سر جھکائے آپ کے سامنے کھڑے تھے۔ آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

"اے مکّہ والو! اب تم خود ہی بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں"؟ یہاں ذرا ٹھہریئے اور دیکھئے رسول کریمؐ کن لوگوں سے مخاطب تھے؟ ان خون کے پیاسوں سے جن کے ہاتھ گزشتہ بیس سال سے مسلمانوں کے خون سے لالہ رنگ تھے۔ ہاں! مسلمان غلاموں کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹنے والے، مسلمان عورتوں کو بیدردی سے ہلاک کرنے والے، مسلمانوں کو انکے گھروں سے نکالنے والے اور خود ہمارے آقا ومولا کو تین سال تک ایک گھاٹی میں قید کر کے اذیتیں دینے والے، مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر ان کی نعشوں کا مثلہ کرنے والے، آپؐ کے چچا حمزہ کا کلیجہ چبانے والے، آپؐ کی صاحبزادی زینب پر قاتلانہ حملہ کرنے والے، لیکن جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہیں کس سلوک کی توقع ہے تو کہتے ہیں۔ "بے شک آج آپؐ جو چاہیں کر سکتے ہیں مگر آپؐ جیسے کریم انسان سے ہمیں نیک سلوک کی ہی امید ہے، اس سلوک کی جو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔"

مگر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کی توقعات سے کہیں بڑھ کر ان سے حسن سلوک کیا۔ آپؐ نے فرمایا اِذْ هَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ کہ جاؤ تم سب آزاد ہو صرف میں خود تمہیں معاف نہیں کرتا ہوں بلکہ اپنے رب سے بھی تمہارے لئے عفو کا طلب گار ہوں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام جلد 4ص94مطبوعہ مصر)

واجب القتل مجرموں میں دشمن اسلام ابوجہل کا بیٹا اور مشرکین مکہ کا سردار عکرمہ اپنے گھناؤنے جرائم کی معافی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر فتح مکہ کے بعد یمن کی طرف فرار ہوگیا۔ اس کی بیوی اُمّ حکیمؓ رسول کریمؐ سے اپنے خاوند کے لئے امان نامہ لے کر پیچھے گئی تو اسے اپنے جرائم کے خیال سے معافی کا یقین نہ آتا تھا مگر اپنی بیوی پر اعتماد کر کے واپس مکہ آ گیا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد3صفحہ29داراحیاء التراث العربی بیروت)

عکرمہ کی آمد پر دنیا نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ اپنے اس جانی دشمن کو خوش آمدید کہنے کیلئے کھڑے ہو گئے۔ (مؤطا امام مالک کتاب النکاح باب المشرک اذا اسلمت زوجتہ)

پھر اپنی چادر اس کی طرف پھینک دی جو اعلان تھا کہ میری طرف سے تمہیں امان ہے۔ پھر فرطِ مسرّت سے اس کی طرف آگے بڑھے۔ عکرمہ نے پوچھا کیا آپؐ نے مجھے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے معاف فرما دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں میں نے معاف کیا۔ تب وہ عکرمہ جسے تلواریں فتح نہ کر سکی تھیں یہ سب احسان اور مروتیں دیکھ کر رسول اللہؐ کے قدموں میں ڈھیر ہوگیا اور بے اختیار کہہ اُٹھا۔ اے محمدؐ! واقعی آپؐ تو بہت ہی صلہ رحمی کرنیوالے اور بے حد حلیم اور بہت ہی کریم ہیں۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ آپؐ نے عکرمہؓ کے اسلام پر خوش ہو کر فرمایا کہ اے عکرمہؓ! آج جو مانگنا ہے مجھ سے مانگ لو۔

لوگو! دیکھو دیکھو! کہ آج سردار مکہ کا بیٹا شہنشاہ عرب سے کیا منہ مانگا انعام لیتا ہے، مگر یہ کیا بات ہے عکرمہ تو خاموش ہے اور بولا بھی تو یوں عرض کیا اے خدا کے رسولؐ! آپ میرے لئے اپنے مولیٰ سے بخشش کی دعا کیجئے کہ جو دشمنی مَیں نے آج تک کی اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے۔ اور اُس محسن رسول اور رحمت عالم کو بھی تو دیکھو کہ اُسی وقت دعا کے لئے خدا کے حضور ہاتھ پھیلا کے عرض کیا "مولیٰ میرے مولیٰ! میں نے عکرمہ کو معاف کیا تو بھی اس کے قصور معاف فرما دے"۔ اور آپؐ نے تو اسے ایسا معاف کیا کہ مسلمانوں کو بھی تاکید فرمائی دیکھو عکرمہؓ کے سامنے کبھی اس کے باپ ابوجہل کو برا بھلا نہ کہنا کہ اس سے میرے ساتھی عکرمہؓ کو تکلیف ہوگی۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن اثیر جلد4ص5مطبوعہ بیروت)

یہ تھا رسول اللہؐ کا جانی دشمن سے حسن سلوک اور رواداری کا نمونہ! ہے کوئی جو اس کی مثال پیش کرے۔

عمر بھر آپ نے اپنی ذات کا انتقام کبھی نہیں لیا۔ آپ نے دوسرے مذہبی مخالفوں کے لئے بھی بددعا کی تحریک کرنے والوں سے فرمایا کہ میں دنیا میں لعنت نہیں، رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ چنانچہ ہمیشہ دشمن کے حق میں یہ دعا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ جانتے نہیں۔ اپنے اوپر قاتلانہ حملے کرنے والوں کو معاف کر دیا۔ نجد کے غورث بن حارث کو بھی اور خیبر کی زہر دینے والی یہودیہ کو بھی۔ سفر ہجرت میں اپنا تعاقب کرنے والے سراقہ کو نہ صرف معاف کیا بلکہ کسریٰ کے کنگنوں کی نوید سنائی۔ فتح مکہ کے موقع پر عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبہ جس نے آپ کو خانہ کعبہ میں نماز سے روکا تھا آپ نے خانہ کعبہ کی چابیاں ہمیشہ کے لئے اسی کے حوالہ کر دیں۔

الغرض فتح مکہ پر عفو عام تاریخ کا وہ منفرد واقعہ ہے جس پر سر ولیم میور بھی حیران ہو کر لکھتا ہے کہ محمدؐ کا یہ حیرت انگیز کردار بے مثال فیاضی کا نمونہ تھا۔

(لائف آف محمد صفحہ42انگریزی سے ترجمہ)

الغرض ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیؐ نے اپنے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے ساتھ عفو ورحمت کا نمونہ دکھایا۔ کمزوری کے زمانہ میں بھی اور طاقتور ہو کر بھی۔ مفتوح و محکوم رہ کر بھی اور حاکم وفاتح بن کر بھی۔

☾☾☾☾☾☾

یہ وہ سچا عفو تھا جس کے چشمے میرے آقا کے دل سے پھوٹے اور مبارک ہونٹوں سے جاری ہوئے۔ اس رحمت عام اور عفو تام کو دیکھ کر دنیا انگشت بدنداں ہے۔ مستشرقین بھی اس حیرت انگیز معافی کو دیکھ کر اپنا سر جھکا لیتے ہیں اور اس عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

مشہور مستشرق سٹین لے لین پول فتح مکہ کا نظارہ یوں بیان کرتا ہے "اب وقت تھا کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) خونخوار فطرت کا اظہار کرتے۔ آپؐ کے قدیم ایذاء دہندے آپؐ کے قدموں میں آن پڑے ہیں۔ کیا آپؐ اس وقت بے رحمی اور بیدردی سے ان کو پامال کریں گے۔ سخت عذاب میں گرفتار کریں گے یا ان سے انتقام لیں گے۔؟ یہ وقت اس شخص کے اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہونے کا ہے۔ اس وقت ہم ایسے مظالم کے پیش آنے کی توقع کر سکتے ہیں جن کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور جن کا خیال کر کے اگر ہم پہلے سے نفرین و ملامت کا شور مچائیں تو بجا ہے مگر یہ کیا ماجرا ہے کیا بازاروں میں کوئی خونریزی نہیں ہوئی؟ ہزاروں مقتولوں کی لاشیں کہاں ہیں؟ واقعات سخت بیدرد ہوتے ہیں، کسی کی رعایت نہیں کرتے اور یہ ایک واقعی بات ہے کہ جس دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دشمنوں پر فتح حاصل ہوئی وہی دن آپؐ کی اپنے نفس پر فتح حاصل کرنے کا دن تھا۔ قریش نے سالہا سال تک جو کچھ رنج اور صدمے دیئے تھے اور بے رحمانہ تحقیر وتذلیل کی مصیبت آپؐ پر ڈالی تھی۔ آپؐ نے کشادہ دلی کے ساتھ ان تمام باتوں سے درگذر کی اور مکہ کے تمام باشندوں کو ایک عام معافی نامہ دے دیا۔" (انتخاب قرآن مقدمہ صفحہ67)

لیا ظلم کا عفو سے انتقام
عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَام

پس فتح مکہ کا دن رسول اکرمؐ کی ذات سے ہر تشدّد کے الزام کو دور کرنے کا دن تھا۔ جب مکہ کو پیغمبر اسلام کی شوکت وجلال نے ڈھانپ لیا تھا۔ جب مسلمان فاتحین کے خوف سے عرب سرداروں کے جسم لرزاں تھے اور سینوں میں دل دھڑک رہے تھے۔ جب مکہ کی بستی ایک دھڑکتا ہوا دل بن گئی تھی تو یہ وقت تھا کہ تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان بنایا جاتا اور جائیدادوں پر قبضہ کیا جاتا، لیکن یہ دن گواہ ہے کہ کہیں ایسا نہیں ہوا اور فتح مکہ کا یہ دن ابدالاباد تک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے جبر و تشدد کے الزام کی نفی کرتا رہے گا۔

اطالوی مستشرقہ پروفیسر ڈاکٹر وگلیری نے بحیثیت سپہ سالار نبی کریمؐ کے کردار پر تبصرہ اور اسلام سے جبر وتشدد کے الزام کی نفی کرتے ہوئے کیا خوب لکھا ہے:۔ "قرآن کریم کی

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

تعلیم اور نبی کریمؐ کا کردار دونوں گواہی دیتے ہیں کہ یہ الزام سراسر جھوٹا ہے۔آپؐ نے جنگ کی لیکن یہ ایک ایسی جنگ تھی جس میں ایک فریق پیکر صبر تھا اور دوسرا فریق پیکر تکبر۔یا یہ ایسی جنگ تھی جس میں ایک شخص لڑنا نہ چاہتا ہو مگر مجبوراً اسے ایسے دشمنوں کے خلاف لڑنا پڑے جو طاقت کے بل بوتے پر اسے نیست و نابود کرنے پر تلے ہوں......پیغمبر اسلام کی تمام جنگیں سچے مذہب کو بچانے اور برقرار رکھنے کی غرض سے تھیں۔یہ جنگیں مقصود بالذات نہ تھیں اور بہرحال مدافعانہ تھیں نہ کہ جارحانہ۔ قرآن شریف صاف فرماتا ہے اور اللہ کے راستے میں لڑو اُن سے جو تمہارے خلاف لڑتے ہیں لیکن زیادتی نہ کرو۔(بقرہ:191)اگر ہم محمد ﷺ کی پیشگوئیوں پر غور کریں یا مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات کو دیکھیں تو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ الزام کہ اسلام بزور شمشیر منوایا گیا اور اسلام جلدی سے پھیل جانا تلوار کی وجہ سے تھا سراسر لغو اور بیہودہ ہے۔‘‘

(اسلام پر نظر ص13 ترجمہ An interpretation of Islam از شیخ محمد احمد مظہر)

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر اُس پاکیزہ تعلیم کے نمونے زندہ کر کے دکھائے ہیں۔آپ نے کیا خوب فرمایا۔’’ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اُٹھتا کہ اس آگ کو بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے‘‘۔

’’اپنے تو درکنار مَیں تو کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔‘‘

(ملفوظات جلد1ص462)

حضرات! دور حاضر میں جہاں ایک طرف دہشتگردی کا بدنما عنوان نمایاں ہوتا جارہا ہے وہاں انسانیت سسکیاں لے رہی ہے۔وہ متلاشی ہے کسی ’’رحمت عالم‘‘ کی جو اس کے دکھ بانٹے۔پس اے رحمۃ للعالمین سے عشق کا دم بھرنے والو! آج پھر محمد مصطفیٰؐ کی غلامی میں پیکر رحمت بن کر دنیا میں رحمت ومحبت کے نظارے عام کردو۔

اے مسیح محمدی کے غلامو! آج پھر دنیا کسی عیسیٰ کی منتظر ہے اُٹھو اور اس کے دردوں کا مداوا کرو کہ آج تم ہی دنیا کی اُمید کی آخری کرن ہو۔اگر تم نے بھی اس کی مسیحائی نہ کی تو اس کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔اسوۂ رسول پر عمل کرتے ہوئے انسانیت کی اقدار اس طرح قائم کر کے دکھاؤ کہ سارا عالم ایک بار پھر انسانیت زندہ باد کے نعروں سے گونج اُٹھے۔صرف اپنے حقوق کی خاطر نہیں بلکہ دکھی انسانیت کی رسم زبان بندی کے خلاف علم جہاد بلند کرو اور اس پُرتشدّد دور میں امن وآشتی اور محبت کے وہ نمونے دکھاؤ کہ دنیا کی فضا محبت سے بھر جائے اور سب دنیا کا ایک ہی نعرہ ہو۔ Love for all Hatred for none۔

قائم شدہ 1952

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز ربوہ

ریلوے روڈ	اقصیٰ روڈ
6214750	6212515
6214760	6215455

پروپرائٹر۔میاں حنیف احمد کامران

Mobile: 0300-7703500

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی حسین یادیں

(ڈاکٹر نسیم رحمت اللہ ۔ امریکہ)

ایک مرتبہ ایک نہایت نیک اور انصاف پسند بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔ جب حضرت عزرائیل اس کی روح کو لئے آسمان پر پہنچے تو فرشتوں نے ان سے سوال کیا،’’ کیا آپ کو کبھی کسی کی روح قبض کرتے ہوئے شدید افسوس اور ملال ہوا ؟‘‘ انہوں نے جواب دیا ’’ہاں، ایک مرتبہ ایک عورت نے صحرا میں بچے کو جنم دیا۔ دور دور تک کسی انسان کا کوئی نام ونشان نہیں تھا۔ مجھے اس کی ماں کی روح قبض کرنے کا حکم ہوا۔ میں نے اس شیر خوار، نومولود بچے کا درد بہت شدت سے محسوس کیا‘‘۔اس پر ہمہ تن گوش فرشتوں نے بتایا کہ وہ بادشاہ جس کی روح وہ آج قبض کر کے لائے ہیں، وہ وہی بچہ ہے جسے وہ بے آب وگیاہ صحرا میں بے آسرا اور بے سہارا چھوڑ آئے تھے۔ حضرت عزرائیل نے بے ساختہ کہا :’’ سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جو ہر چیز پر قادر ہے‘‘۔ (امام الغزالی، کیمیاء سعادت)

ہر چیز اور ہر واقعہ کی غرض و غایت خدا کو معلوم ہے۔ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے جبکہ انسان کا علم بہت محدود ہے۔بعض اوقات ایسے تکلیف دہ واقعات رونما ہوتے ہیں جو اچھے بھلے صاحب ایمان لوگوں کو بھی ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا انتقال پُر ملال میرے لئے ، بلکہ ہزاروں کے لئے ایک ایسا ہی واقعہ تھا۔

اگرچہ مجھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے دس سال کی عمر میں ملنے کا موقع بھی ملا، زمانہ طالب علمی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل رہا، مگر مقامِ خلافت کا صحیح ادراک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے دور خلافت میں نصیب ہوا۔ پھر حضور رحمہ اللہ کے ساتھ ایک ایسا تعلق پیدا ہوگیا کہ میرے ذہن میں ان سے الگ زندگی کا کوئی تصور نہ رہا۔مگر 1998ء میں حضور کی دل ہلا دینے والی بیماری اور پھر اس کے بعد آپ کے وصال نے چونکا کر خواب سے بیدار کردیا۔ اس سانحہ سے پچھتاوے، افسوس اور ملال نے دل پر گہرا سایہ ڈال دیا۔حضور رحمہ اللہ کی دعا اور رہنمائی میرے اور زمانہ کے ہنگاموں کے درمیان ایک ڈھال تھی۔ بے ثباتی کا مضمون پرت در پرت دل ودماغ پر کھلنے لگا اور بے یقینی اور غیر محفوظ ہونے کے احساس نے گویا میرے پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

حضورؒ کی دعاؤں اور رہنمائی کے کھو جانے سے خوف نے جنم لیا، زیادہ وقت آپ کی بابرکت صحبت میں نہ گزار پانے کے احساس نے ملال کو راہ دی اور ایک بے لوث اور بے انتہا پیار کرنے والے وجود کے اٹھ جانے کے خیال نے شدید غمگین کردیا۔ ہر دم یہی خیال دامن گیر رہا کہ اب وسوسوں اور واہموں اور اندیشوں میں کس کے سامنے اپنے روح و بدن رکھ سکوں گا؟ مجھے تو کبھی حضور رحمہ اللہ کو اپنے مسائل کے بارہ میں بتانا بھی نہ پڑتا۔آپ کے ذرائع کچھ اور ہی تھے۔1992ء یا 1993ء کی بات ہے۔کینیڈا کے شہر ٹورانٹو میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔نماز فجر کے وقت کی بات ہے۔حضور نے بے ساختہ فرمایا:’’میں نے رات خواب میں آپ کو مسائل کا شکار دیکھا تھا۔ پریشان نہ ہونا، میں نے تمہارے لئے دعا کی ہے۔اللہ تمہاری مدد اور حفاظت فرمائے گا۔‘‘ خدا گواہ ہے کہ وہ مسئلہ جو درپیش تھا، کہیں معدوم ہی تو ہو کر رہ گیا۔

1994ء کے موسم گرما کی بات ہے۔ میں نے حضور رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا۔ دیکھا کہ حضور رحمہ اللہ کو کسی معاملہ میں مدد کی ضرورت ہے۔ بڑے پس وپیش سے حضور کی خدمت میں خواب تحریر کردیا۔ حضور رحمہ اللہ ایک نہایت خوددار انسان تھے۔آپ کسی کی محتاجی کا منہ دیکھنے کی بجائے اپنی ضروریات کو محدود کرنے کو ترجیح دیتے۔ یہ سب جانتے ہوئے مجھے سرزنش سے بھرپور جواب کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔مگر جواب میں جو خط آیا وہ حضور نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا تھا اور مجھ تک بذریعہ دستی ڈاک پہنچا۔ حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مَیں نے آپ کے خط اور آپ کی خواب کی تاریخیں نوٹ کی ہیں۔اس سے ایک آدھ روز قبل میں نے اس معاملہ میں خدا کے حضور مدد کے لئے دعا کی تھی۔اور خدا نے بھری دنیا میں سے امریکہ میں رہنے والے ایک شخص کو چن لیا۔حضور نے اللہ تعالیٰ کے اس انتخاب پر شکرگزاری کے جذبات کا اظہار بھی کیا تھا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں خاکسار کے والد محترم شیخ رحمت اللہ صاحب جماعت احمدیہ کراچی کے امیر تھے۔ اس زمانہ میں میرے والد صاحب کے تعلقات حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ سے بھی پیدا ہوئے اور پھر بڑھتے گئے۔اس تعلق کا فیض خاکسار کے حصہ میں بھی آیا۔ حضور رحمہ اللہ نے مجھے بیٹوں کی طرح جانا۔حضور میری شادی کے موقعہ پر مہمان خصوصی کے طور پر رونق افروز ہوئے۔ وقت کے ساتھ یہ تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم (امیر جماعت احمدیہ امریکہ) نے بھی اس تعلق کو مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔آپ مجھے حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کی ترغیب دیتے اور اس بات کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ جولائی 1991ء میں حضور نے ایک خط میں اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا: ’’آپ کو دیکھ کر شیخ صاحب کی طرح میری آنکھیں بھی بہت ٹھنڈی ہوتی ہیں۔اللہ بہتر جانتا ہے کہ دونوں میں سے کس کی زیادہ‘‘۔

23/جنوری 1995ء کو حضور رحمہ اللہ نے بزبان انگریزی خاکسار کو ایک خط تحریر فرمایا جس میں فرمایا کہ:’’مَیں یکم جنوری کو آپ سے فون پر بات کرنے کا لطف حاصل کرنا چاہتا تھا، مگر کسی نہ کسی مجبوری نے اس لطف سے محروم رکھا۔ پھر مَیں نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ سال کا پہلا مہینہ ختم ہوجائے، میں اپنے ہاتھ سے آپ کو کچھ الفاظ ہی لکھ بھیجوں۔ پتہ ہے کیا؟ تم مجھے اس قدر پسند ہو کہ تمہیں مجھے دعا کرنے کے لئے یاددہانی کرانے کی بھی ضرورت نہیں۔ اپنی بیوی اور بچیوں کو میرا اسلام دینا، خصوصاً رقیہ کو،(خاکسار کی سب سے چھوٹی بیٹی، جو تب 7 برس کی تھی)۔

اپریل 2003ء میں میری طبیعت خراب رہنے لگی۔ برے برے خواب آتے اور طبیعت پر اداسی کے سائے پڑے رہتے۔میری بیٹی فاطمہ نے حضور رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں خاکسار کے لئے دعا کی درخواست لکھی۔12/اپریل کو تحریر فرمودہ جواب میں حضور نے فرمایا:’’ اپنے ابا کو کہو کہ انہیں کچھ نہیں ہوگا۔ اللہ انہیں صحت اور عمر دراز سے نوازے گا۔خدا خود ان کا معین ورہنما ہوگا‘‘۔

حضورؒ سے میرا آخری رابطہ ٹیلی فون پر 13/ اپریل 2003ء کو ہوا۔حضور نے اپنی ادویہ اور علاج کی بابت کچھ دریافت فرمایا۔ میں نے حضور سے وعدہ کیا کہ میں دو ایک ہفتوں میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔مگر حضورؒ 19/اپریل کو اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔

اے خدائے بزرگ وبرتر میرا نام ان لوگوں میں لکھ لے جو اس بات کے گواہ ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنی ذمہ داری کو بدرجہ کمال نبھایا۔ اور اپنا سب کچھ اس مقدس فرض کی ادائیگی پر لگا دیا۔

یہ جو کچھ بھی لکھا ہے، کچھ یادیں ، کچھ باتیں ہیں۔ میرے پاس اور بے شمار لوگوں کے پاس اس موضوع پر کہنے کو بہت کچھ، بہت کچھ ہے۔حضور نے ہماری زندگیوں کو پاتال کی گہرائی تک جا کر چھُوا۔ حضور تو ایک ایسے خاص دوست تھے جو ہر گام پر رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔اب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی محبت اور شفقت، آپ کی دعا اور رہنمائی نے میری مشکل آسان کردی ہے۔ اب مجھے اپنی بے ثباتی کا زیادہ احساس رہتا ہے۔اب ہر کام میں تعجیل کی جگہ تدبر نے لے لی ہے۔ ہر کام میں توجہ اور ارتکاز نے اپنے قدم مضبوط کر لئے ہیں۔اب زندگی کی لذّت کا تصور بالکل مختلف ہوگیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت سب سے بڑا استاد ہے۔حضور رحمہ اللہ کی وفات نے بھی مجھے بہت کچھ سکھا دیا۔ میرا دل اب بھی ان کی محبت سے لبریز ہے۔میری خواہش ہے کہ میں اچھے اعمال کی توفیق پاؤں تا یہ بھی ان کی تربیت سے منسوب ہوں اور ان کی روح آرام پائے۔میری دعائیں اب بھی ان کی مغفرت کی دعا سے معمور ہیں۔حضور رحمہ اللہ نے مجھ غریب کو مالا مال کردیا۔

(تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2005ء)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ میں

(صاحبزادہ مرزا وسیم احمد ۔ ناظر اعلیٰ قادیان)

﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ۔وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

(آل عمران:32)

وہ پیشوا ہمارا جس ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ یہ اعلان کردیں کہ اے بنی نوع انسان اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔

پچھلے ساڑھے چودہ سو سال میں سینکڑوں اولیاء امت محمدیہ نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرکے، اپنی اپنی پیروی کے معیار کے مطابق اللہ کی محبت کو پایا۔ مگر اگر کوئی فردِ اُمّت اللہ تعالیٰ کے پیار کو اُس حد تک پاتا، جہاں اُسے کثرت سے شرف مکالمہ و مخاطبہ بخشا جاتا اور اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مقام نبوت سے سرفراز نہ فرمایا جاتا، تو قرآن مجید کا اعلان نامکمل رہ جاتا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ حضرت مہدی معہود و مسیح موعود علیہ السلام نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی بے انتہاء محبت کو پایا۔ اور دنیا والوں نے قرآن مجید کے اعلان کی سچائی کو خود مشاہدہ کرلیا۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی۔ اور میرے لئے اُس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو نہیں پاتا۔“ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۷)

...... اب مَیں آپ کے سامنے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے چند واقعات بیان کرتا ہوں۔ جس سے سامعین کو اُس محبت کا کسی قدر اندازہ ہو جائے گا جو آپ کے دل میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مکان کے ساتھ والی چھوٹی مسجد میں جو مسجد مبارک کہلاتی ہے اکیلے ٹہل رہے تھے۔ اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جاتے تھے اور اس کے ساتھ ہی آپؑ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہتی چلی جارہی تھی۔ اس وقت ایک مخلص دوست نے باہر سے آکر سُنا تو آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حسّانؓ بن ثابت کا ایک شعر پڑھ رہے تھے جو حضرت حسّانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا۔ وہ شعر یہ ہے:

کُنْتَ السَّوادَلِنَاظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَیْکَ النَّاظِر
مَنْ شَآءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرٗ

یعنی اے خدا کے پیارے رسول! تو میری آنکھ کی پتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہوگئی ہے اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہوگئی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس طرح روتے ہوئے دیکھا اور اس وقت آپ مسجد میں بالکل اکیلے ٹہل رہے تھے تو میں نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا معاملہ ہے اور حضور کو کونسا صدمہ پہنچا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا میں اس وقت حسّانؓ بن ثابت کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہو رہی تھی کہ ”کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا۔“

دنیا جانتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سخت سے سخت زمانے آئے۔ ہر قسم کی تنگی دیکھی۔ طرح طرح کے مصائب برداشت کئے۔ حوادث کی آندھیاں سر سے گذریں۔ مخالفوں کی طرف سے انتہائی تلخیوں اور ایذاؤں کا سامنا۔ حتیٰ کہ قتل کے سازشی مقدمات میں سے بھی گزرنا پڑا۔ بچوں اور عزیزوں اور دوستوں اور اپنے فدائیوں کی موت کے نظارے بھی دیکھے مگر کبھی آپؑ کی آنکھوں نے آپ کے قلبی جذبات کی غمازی نہیں کی۔ لیکن علیحدگی میں اپنے آقا رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی متعلق (اور وفات بھی وہ جس پر تیرہ سو سال گذر چکے تھے) یہ محبت کا شعر یاد کرتے ہوئے آپ کی آنکھیں سیلاب کی طرح بہہ نکلیں۔ اور آپ کی یہ قلبی حسرت چھلک کر باہر آگئی کہ کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا!! اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ حضرت حسان کا یہ شعر محبت رسولؐ کے اظہار میں ہر دوسرے کلام پر فائق ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں عشقِ رسولؐ کے کمال کی وجہ سے ہر غیر معمولی اظہارِ محبت کے موقعہ پر یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کاش یہ الفاظ بھی میری ہی زبان سے نکلتے۔

...... ایک واقعہ لاہور کے جلسہ وچھووالی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ آریہ صاحبان نے لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا اور اس میں شرکت کرنے کے لئے ہر مذہب و ملت کو دعوت دی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی باصرار درخواست کی کہ آپ بھی اس بین الاقوامی جلسہ کے لئے کوئی مضمون تحریر فرمائیں اور وعدہ کیا کہ جلسہ میں کوئی بات خلافِ تہذیب اور کسی مذہب کی دلآزاری کا رنگ رکھنے والی نہیں ہوگی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک ممتاز صحابی حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کو بہت سے احمدیوں کے ساتھ لاہور روانہ کیا۔ اور ان کے ہاتھ ایک مضمون لکھ کر بھیجا جس میں اسلام کے محاسن بڑی خوبی کے ساتھ اور بڑے دل کش رنگ میں بیان کئے گئے تھے۔ مگر جب آریہ صاحبان کی طرف سے مضمون پڑھنے والے کی باری آئی تو اس بندۂ خدا نے اپنی قوم کے وعدوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے مضمون میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اتنا زہر اُگلا اور ایسا گند اچھالا کہ خدا کی پناہ۔ جب اس جلسہ کی اطلاع حضرت مسیح موعودؑ کو پہنچی اور جلسہ میں شرکت کرنے والے احباب قادیان واپس آئے تو آپؑ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ اور دوسرے احمدیوں پر سخت ناراض ہوئے۔ اور بار بار جوش کے ساتھ فرمایا کہ جس مجلس میں ہمارے رسول اللہ کو برا بھلا کہا گیا اور گالیاں دی گئیں تم اس مجلس میں کیوں بیٹھے رہے؟ اور کیوں نہ فوراً اُٹھ کر باہر چلے آئے؟ تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ تمہارے آقا کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموش بیٹھے سنتے رہے؟ اور پھر آپؑ نے بڑے جوش کے ساتھ یہ قرآنی آیت پڑھی کہ:

﴿اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُبِھَا وَیُسْتَھْزَءُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ﴾ (النساء: 141)

”یعنی اے مومنو! جب تم سنو کہ خدا کی آیات کا دل آزار رنگ میں کفر کیا جاتا اور ان پر ہنسی اڑائی جاتی ہے تو تم ایسی مجلس سے فوراً اُٹھ جایا کرو تاوقتیکہ یہ لوگ کسی مہذبانہ اندازِ گفتگو کو اختیار کریں۔“

اس مجلس میں حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفہ اول) بھی موجود تھے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ پر ندامت کے ساتھ سر نیچے ڈالے بیٹھے رہے بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے اِس غیورانہ کلام سے ساری مجلس ہی شرم و ندامت سے کٹی جارہی تھی۔

...... حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کو جماعت کے سب یا کم از کم اکثر دوست جانتے ہیں کہ وہ ہماری بڑی والدہ صاحبہ کے بطن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے بڑے لڑکے تھے جو ڈپٹی کمشنر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے اور دنیا کا بڑا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ کے اخلاق و عادات کے متعلق کچھ دریافت کروں۔ چنانچہ میرے پوچھنے پر انہوں نے فرمایا کہ:

”ایک بات مَیں نے والد صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) میں خاص طور پر دیکھی ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا اور غصے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں۔ اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا۔ اور مرزا سلطان احمد صاحب نے اس بات کو بار بار دہرایا۔“

(سیرۃ المہدی حصہ اول)

یہ اس شخص کی شہادت ہے جس نے حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی جوانی سے لے کر حضورؑ کی وفات تک دیکھا۔ جس نے اسی (۸۰) سال کی عمر میں وفات پائی جس کے تعلقات کا دائرہ اپنی معزز ملازمت اور اپنے ادبی کارناموں کی وجہ سے نہایت وسیع تھا اور جو اپنے سوشل تعلقات میں بالکل صحیح طور پر کہہ سکتا تھا کہ جُفتِ خوش حالاں و بدحالاں شدم۔ ”یعنی مجھے دنیا میں ہر قسم کے انسانوں سے واسطہ پڑا ہے۔“

مگر حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا نچوڑ اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا۔“

...... ایک دفعہ بالکل گھریلو ماحول کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت کچھ ناساز تھی۔ اور آپؑ گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا اور حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ بھی پاس بیٹھے تھے کہ حج کا ذکر شروع ہوگیا۔ حضرت نانا جان نے کوئی ایسی بات کہی کہ اب تو حج کے لئے سفر اور رستے وغیرہ کی سہولت پیدا ہو رہی ہے حج کو چلنا چاہئے۔ اس وقت زیارتِ حرمین شریفین کے تصور میں حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ اور آپؑ اپنے ہاتھ کی انگلی سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ حضرت نانا جان کی بات سن کر فرمایا:

”یہ تو ٹھیک ہے اور ہماری بھی دلی خواہش ہے مگر میں سوچا کرتا ہوں کہ کیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو دیکھ بھی سکوں گا۔“

یہ ایک خالصۃً گھریلو ماحول کی بظاہر چھوٹی سی بات ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں اس اتھاہ سمندر کی طغیانی لہریں کھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں جو عشقِ رسولؐ کے متعلق حضرت مسیح موعود کے قلبِ صافی میں موجزن تھیں۔ حج کی کس سچے مسلمان کو خواہش نہیں۔ مگر ذرا اس شخص کی بے پایاں محبت کا اندازہ لگائیے جس کی روح حج کے تصور میں پروانہ وار رسولِ پاکؐ (فداہ نفسی) کے مزار پر پہنچ جاتی ہے۔ اور وہاں اس کی آنکھیں اس نظارہ کی تاب نہ لاکر بند ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

...... رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی عشق کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؐ کی آل واولاد اور آپؐ کے صحابہ کے ساتھ بھی بے پناہ محبت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعودؑ اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے آپؑ نے نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا اور مرزا مبارک احمد صاحب رضی اللہ عنہ جو اُس وقت چھوٹے بچے تھے۔ اپنے پاس بلایا اور فرمایا آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں۔ پھر آپ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سنائے۔ آپؑ یہ واقعات سُناتے جاتے تھے اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اور آپؑ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپؑ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا:

”یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریمؐ کے نواسے پر کروایا۔ مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔“

اس وقت آپؑ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپؑ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا۔ اور یہ سب کچھ رسولِ پاکؐ کے عشق کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ اپنی ایک نظم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

اسی طرح اپنی ایک عربی نظم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:

اُنْظُرْ اِلَیَّ بِرَحْمَۃٍ وَّتَحَنُّنٍ
یَا سَیِّدِیْ اَنَا اَحْقَرُ الْغِلْمَان
یَا حِبِّ اِنَّکَ قَدْدَخَلْتَ مَحَبَّۃً
فِیْ مُھْجَتِیْ وَمَدَارِکِیْ وَجَنَان
مِنْ ذِکْرِ وَجْھِکَ یَاحَدِیْقَۃَ بَھْجَتِیْ
لَمْ اَخْلُ فِیْ لَحْظٍ وَّلَا فِیْ اٰن
جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْکَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا
یَالَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطَّیَرَان

”یعنی اے میرے آقا! میری طرف رحمت اور شفقت کی نظر رکھ۔ میں تیرا ایک ادنیٰ ترین غلام ہوں۔ اے میرے محبوب تیری محبت میرے رگ و ریشہ میں اور میرے دل میں اور دماغ میں رچ چکی ہے۔ اے میری خوشیوں کے باغیچے! میں ایک لمحہ اور ایک آن بھی تیری یاد سے خالی نہیں رہتا۔ میری روح تو تیری ہو چکی ہے مگر میرا جسم بھی تیری طرف پرواز کرنے کی تڑپ رکھتا ہے اے کاش مجھ میں اڑنے کی طاقت ہوتی۔“

ان اشعار میں جس محبت اور جس عشق اور جس تڑپ اور

جس فدائیت کا جذبہ چھلک رہا ہے وہ کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔ کاش ہمارے احمدی نوجوان اس محبت کی چنگاری سے اپنے دلوں کو گرمانے کی کوشش کریں اور کاش ہمارے غیر احمدی بھائی بھی اس عظیم الشان انسان کی قدر پہچانیں جس کے متعلق ہم سب کے آقا اور سردار حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِی۔ ’’یعنی آنے والے مسیح کو میری روح کے ساتھ ایسی گہری مناسبت اور ایسا شدید لگاؤ ہوگا کہ اس کی روح وفات کے بعد میری روح کے ساتھ رکھی جائے گی۔‘‘

۞...... عشق کا لازمی نتیجہ قربانی اور فدائیت اور غیرت کی صورت میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں یہ جذبہ بدرجۂ اتم موجود تھا۔ ایک جگہ عیسائی پادریوں کے ان جھوٹے اور ناپاک اعتراضوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر کیا کرتے ہیں کہ:

’’عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعہ ایک خلقِ کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک کی شان میں کرتے رہتے ہیں ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشر کی ذاتِ والاصفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے۔ اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا! تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلاء عظیم سے نجات بخش۔‘‘

یہی وجہ ہے کہ اپنی اِن عدیم المثال خدمات کے باوجود جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو ایک وفا شعار شاگرد اور ایک احسان مند خادم کی حیثیت میں اپنا ہر پھول آپؐ کے قدموں میں ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ اور بار بار عاجزی کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ آقا! یہ سب کچھ آپ ہی کے طفیل ہے میرا تو کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’میں اسی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسمٰعیلؑ سے اور اسحٰقؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیح ابن مریمؑ سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور سب سے زیادہ پاک وحی نازل کی ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا ہے مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا ہے اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں ہرگز کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ کا نہ پاتا۔‘‘

۞...... اسی طرح آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات طیبات کا ذکر کرتے ہوئے دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا کے فرشتے آبِ زلال کی شکل میں نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان پر لئے آتے ہیں اور ایک نے ان فرشتوں میں سے کہا یہ وہی برکتیں ہیں جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں۔ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔‘‘

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسا عشق تھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ اپنی ایک نظم میں بڑے دردناک انداز میں فرماتے ہیں کہ:

دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

۞...... مَیں اپنی تقریر کے اختتام پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں سے اقتباس سامعین کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں جس کے ایک ایک لفظ سے اُس عشق کا اندازہ ہوتا ہے جو آپ کے دل میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجزن تھا۔

حضورؑ فرماتے ہیں:

’’وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا اور وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء و سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اُس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اُس کے تمام ہمرنگوں کو بھی اُن لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں.... اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید و مولیٰ ہمارے ہادی نبی و اُمّیؐ صادق و مصدوق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔ (روحانی خزائن جلد ۵، آئینہ کمالات اسلام صفحہ: ۱۶۲، ۱۶۰)

نیز فرماتے ہیں:

’’میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اُسکی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اسکو دنیا میں لایا اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اسکی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اس کی زندگی میں اُس کو دیں‘‘۔

(روحانی خزائن جلد 22، حقیقۃ الوحی صفحہ118-119)

عصر حاضر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور محبت کے جو اسلوب ہمیں سکھلائے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اُن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم بھی سرور دو جہاں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت کرنے والوں میں شامل ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے ہوں۔ آمین!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۞۞۞۞۞۞

جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کے زیر انتظام

ایک بین المذاہب سیمینار کا انعقاد

(رپورٹ : فخر احمد فرخ۔ مبلغ سلسلہ آئیوری کوسٹ)

الحمدللہ کہ جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کو مورخہ 4/ جولائی 2006ء بروز منگل ایک بین المذاہب سیمینار منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ اس سیمینار کا انعقاد آبی جان سنٹرل ٹاؤن ہال میں ہوا۔ اس سیمینار کا موضوع یورپین اخبارات میں شائع شدہ آنحضرتؐ کے متعلق خاکے تھے۔ اس سیمینار کے انعقاد سے قبل ملک کے دس اہم اخبارات نے آرٹیکلز شائع کئے۔ دو لوکل ریڈیوز پر سیمینار کے بارہ میں اعلانات بھی نشر ہوئے۔ جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کی طرف سے منعقد ہونے والا یہ اس نوعیت کا پہلا پروگرام تھا۔

سیمینار کی تیاری کے سلسلہ میں تمام مذاہب اور مسلمان فرقوں کے نمائندگان سے رابطہ کیا گیا اور اس موضوع پر اظہار خیال کرنے کی دعوت دی گئی۔

مورخہ 4/جولائی 2006ء بروز منگل صبح دس بجے سیمینار کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور ترجمہ کے ساتھ ہوا۔ اس سیمینار کی صدارت مکرم عبدالرشید صاحب انور امیر و مشنری انچارج آئیوری کوسٹ نے کی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد نیشنل صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے جماعت احمدیہ کا تعارف پیش کیا جس میں جماعت احمدیہ کی عالمی اور نیشنل سطح پر ہونے والی تبلیغی، تربیتی اور سماجی خدمات کا ذکر کیا۔

اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں یورپین اخبارات میں شائع شدہ گستاخانہ خاکوں اور مسلمانوں کے ردعمل کا ذکر کرتے ہوئے اسلامی تعلیم اور آنحضرتؐ کے اسوہ کی روشنی میں اسلام کے حقیقی ردّعمل پر روشنی ڈالی۔ مکرم امیر صاحب نے قرآن و حدیث اور بائبل کی روشنی میں عصمت انبیاء کے متعلق اسلامی تعلیم کا ذکر فرمایا اور اس مسئلہ کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، امام جماعت احمدیہ عالمگیر کا موقف پیش کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں بیان فرمایا۔

اس پروگرام میں مختلف مذاہب اور مسلمان فرقوں کے آٹھ نمائندگان نے شرکت کی۔ ان کے علاوہ انسانی حقوق کی نیشنل لیگ کے صدر نے بھی شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ صدر مملکت کے مشیر برائے مذہبی امور کے نمائندگان بھی شامل تھے۔ تمام نمائندگان نے حاضرین سیمینار کے سامنے جماعت احمدیہ کے موقف کی بھرپور انداز میں تائید کی اور جماعت احمدیہ کے ردّعمل اور امن اور صلح کے متعلق نظریات کو سراہا۔

اس سیمینار کی کوریج کے لئے نیشنل ٹیلیویژن کے دونوں چینلز کے نمائندگان پہنچے اور کارروائی کی تفصیلی کوریج کے علاوہ مکرم امیر صاحب اور بعض دیگر نمائندگان کے انٹرویوز ریکارڈ کئے۔ نیشنل ریڈیو کے ساتھ پانچ لوکل ریڈیوز نے بھی اس سیمینار کی کوریج کی اور انٹرویوز لئے۔ اس کے علاوہ 16 اہم اخبارات کے نمائندے بھی اس سیمینار کی کوریج کے لئے آئے ہوئے تھے۔

سیمینار کے اختتام پر نمائندگان اور حاضرین کی تواضع مشروبات اور دیگر لوازمات سے کی گئی۔ مختلف مذہبی ایسوسی ایشنز اور دیگر NGOs اور حکومتی نمائندگان کی تعداد 120 تھی۔ اسی طرح احمدی احباب نے بھی پروگرام میں فعّال انداز میں شرکت کی۔

حاضرین و مقررین نے جماعت احمدیہ کی برملا انداز میں تعریف کرتے ہوئے خواہش کی کہ اس قسم کے پروگرام وقفہ وقفہ کے ساتھ باقاعدہ ہوتے رہنے چاہئیں اس کے ساتھ صلح اور امن کے ماحول کو قائم کرنے میں مدد ملتی ہے اور ہم جماعت احمدیہ کی اس اولین کاوش کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

سیمینار کے اگلے روز 5/جولائی 2006ء کو ایک لوکل ریڈیو نے مکرم امیر صاحب کا آدھے گھنٹے کا انٹرویو براہ راست نشر کیا۔ الحمدللہ کہ سیمینار کا یہ پہلا ہر لحاظ سے نہایت ہی کامیاب رہا۔

قارئین کی خدمت میں درخواست دعا ہے اللہ تعالیٰ ایسی تمام کارروائیوں کو شرف قبولیت دے اور جماعت کے لئے مزید ترقیات کا پیش خیمہ ہو۔

۞۞۞۞۞۞

ایم ٹی اے آن۔دی۔ویب

اَلْحَمْدُ لِلّٰه مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کی نشریات 10/جولائی 2006ء سے انٹرنیٹ پر باقاعدہ ٹی وی چینل کے طور پر 24 گھنٹے نشر کی جارہی ہیں۔ وہ گھر جہاں ڈش انٹینا کی پابندی ہے یا آپ کے دفتر، کالج، یونیورسٹی میں یا سفر کے دوران اپنے ہوٹل میں...... دنیا میں جہاں بھی ہوں ورلڈ وائڈ ویب پر ایم ٹی اے کی نشریات نارمل ٹی وی چینل کی طرح ہر وقت ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

لاگ آن کیجئے: www.mta.tv

مزید معلومات کیلئے فون کیجئے: +442088700922

یا ای میل بھیجئے: info@mta.tv

(چیئرمین۔ ایم ٹی اے انٹرنیشنل۔لندن)

خطبہ جمعہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کے وعدوں کا فیض آپ کی جماعت کے مخلص و وفادار افراد جماعت میں آج بھی جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں ہمیشہ اخلاص و وفا میں بڑھے ہوئے ایسے لوگ پیدا کرتا رہے جن کی زندگیوں میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے نظر آتے رہیں۔

مختلف افراد جماعت کے ساتھ نصرت الٰہی کے ایمان افروز واقعات کا روح پرور بیان۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 14/جولائی 2006ء بمطابق 14/وفا 1385 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

گزشتہ دو خطبوں سے اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کا ذکر چل رہا ہے یہ تائید و نصرت اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی بھی کرتا ہے اور اُن کے بعد اُن کی قائم کردہ جماعتوں سے بھی یہ سلوک کرتا ہے تا کہ ایسے تائیدی نشان دکھا کر مومنین کے ایمانوں کو مضبوط کرتا رہے۔ گزشتہ دو خطبوں میں مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق مرزا غلام احمد قادیانی مسیح الزمان اور مہدی دوران حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آسمانی تائیدات اور دشمنان احمدیت کے آپؑ پر کئے گئے حملوں سے محفوظ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے غیر معمولی نشانات کے چند نمونے پیش کئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ مدد اور نصرت اپنے پیاروں کے لئے ان کے اس دنیا سے اپنے مالک حقیقی کے پاس چلے جانے سے ختم نہیں ہو جایا کرتی بلکہ جیسا کہ مَیں نے کہا ہے ان کی جماعتوں سے بھی اللہ تعالیٰ یہ سلوک رکھتا ہے۔ بلکہ جہاں جماعت کے ساتھ بحیثیت جماعت اس نصرت کے نظارے نظر آتے ہیں وہاں انفرادی طور پر بھی اس تعلیم پر عمل کرنے والوں کے ساتھ اس قسم کے سلوک کے نمونے جاری رہتے ہیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس روحانی فرزند کی جماعت کے ساتھ جماعتی طور پر بھی اور انفرادی طور پر بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے نشانات دکھائے جو افراد جماعت کے ازدیاد ایمان کا باعث بنے۔ جماعتی طور پر تو ہم دیکھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد مخالفین کو یہ خیال ہو گیا کہ اب یہ جماعت گئی کہ گئی لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ: ''سواے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے''۔ ہم نے دیکھا کہ یہ بات کس طرح سچ ثابت ہوئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو اللہ تعالیٰ نے خلافت کی رِدا پہنا کر مخالفین کی خوشیوں کو پامال کر دیا اور مومنین پھر ایک ہاتھ پر اکٹھے ہو گئے۔

پھر خلافت ثانیہ کے وقت میں ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی کس طرح مدد و نصرت فرمائی۔ اندرونی اور بیرونی مخالفین کی کوششوں اور خواہشوں کو پامال کر کے احمدیت کی کشتی کو اس بالکل نوجوان لیکن اولوالعزم پسرِ موعود کی قیادت میں آگے بڑھاتا چلا گیا اور جماعت کو ترقیات پر ترقیات دیتا چلا گیا۔ اور دنیا کے بہت سے ممالک میں اللہ تعالیٰ کی خاص تائید اور نصرت کی وجہ سے احمدیت کا جھنڈا خلافت ثانیہ میں لہرایا گیا۔

پھر خلافت ثالثہ میں انتہائی سخت دور آیا اور دشمن نے جماعت کو، افراد جماعت کو مایوس اور مفلوج کرنے کی کوشش کی اور اپنے زُعم میں جماعت کے ہاتھ کاٹ دیئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت و فضل سے جماعت کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹنے دیا۔ یہ قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا بلکہ ایک دنیا نے دیکھا کہ مخالفین کے نہ صرف ہاتھ کٹے بلکہ گردنیں بھی اڑا دی گئیں اور یہ کسی انسان کا کام نہیں ہے بلکہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے ہیں۔

پھر خلافت رابعہ کے دَور میں مخالفین نے خیال کیا کہ اب ہم نے ایسا داؤ استعمال کیا ہے یا مخالفین کے ایک سرغنہ نے خیال کیا کہ اب مَیں نے ایسا داؤ استعمال کیا ہے کہ اب جماعت احمدیہ ہر طرف سے بندھ گئی ہے، اس کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے اور یہ اپنی موت آپ مر جائے گی۔ لیکن جیسا کہ بے شمار الہامات سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ مَیں تیری مدد کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس خلیفۂ راشد کی بھی اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور دشمن اپنی تمام تر تدبیروں اور مکروں کے باوجود نظام خلافت کو مفلوج اور ختم کرنے میں ناکام و نامراد ہوا۔ بلکہ اپنے وعدے کے مطابق کہ ''مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''، اللہ تعالیٰ نے ایسے راستے کھلوائے اور اس طرح مدد فرمائی کہ دشمن بیچارہ دانت پیستا رہ گیا۔ اور ہم سب جانتے ہیں کہ آج کل تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے ہے۔

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد مخالفین اس امید پر تھے کہ شاید اب یہ انتہا ہو چکی ہے اس لئے شاید اب جماعت کا زوال شروع ہو جائے لیکن بے وقوفوں کو یہ پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے منصوبے کیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس مسیح الزمان کو اپنی تائید و نصرت کے وعدوں کے ساتھ اس زمانے میں بھیجا ہے وہ نصرت نہ مخالفین کی خواہشوں سے ختم ہونی ہے، نہ ان کی کوششوں سے ختم ہونی ہے، انشاء اللہ۔ اور نہ کسی وقت یا کسی خاص فرد کے ساتھ یہ نصرت وابستہ ہے۔ یہ نصرت کے وعدے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیاری جماعت سے وابستہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اس میں روک نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدے ہر قدم پر، ہر روز ہم دیکھتے ہیں۔ اس طرح جماعتی لحاظ سے اللہ تعالیٰ سارا سال اور ہر روز جو نصرت ہمیں دکھاتا ہے اس کا تذکرہ تو انشاء اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ پر ہو گا۔ اس کی تفصیل تو اس وقت مَیں یہاں بیان نہیں کر رہا۔ اس وقت مَیں نے تمہیداً یہ بتایا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ مخالفوں کی خوشیوں کو پامال کرتا رہا۔

جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ انفرادی طور پر بھی اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنی مدد کے نظارے دکھاتا ہے۔ جس کا اس نے ہم لوگوں سے وعدہ کیا ہوا ہے جو اس کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہیں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والے ہیں۔ اور جن کو اپنے نمونے قائم کرنے کی اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے اور حکم دیا ہے کہ نمازوں کو قائم کرو، مالی قربانیوں میں آگے بڑھو اور اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اللہ اور رسول اور نظام خلافت کی مکمل اطاعت کرو۔ تو پھر دیکھو گے کہ تمہیں بھی اللہ تعالیٰ ہر قدم پر اپنی تائید و نصرت کے نظارے دکھائے گا۔ اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور پھر آپؐ کے خلفائے راشدین کے زمانے میں ہمیں تاریخ یہ نمونے دکھاتی ہے، بتاتی ہے۔ مسیح محمدی کے ماننے والوں میں بھی انتہائی کڑے وقتوں میں اللہ تعالیٰ کی نصرت کے نظارے ہم دیکھتے ہیں۔

اس وقت مَیں ایسے ہی بزرگوں کے چند واقعات پیش کرنے لگا ہوں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے مسیح و مہدی کے ماننے والوں اور میدان عمل میں کام کرنے والوں کی مختلف مواقع پر مدد فرماتا رہا ہے اور آج بھی فرما رہا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام خدا تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ مومنوں کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لئے ان کو یہ نظارے دکھاتا ہے۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ ایک جگہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ موضع گڈھو جو ہمارے گاؤں سے تقریباً ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر واقع ہے گیا۔ کیونکہ اس گاؤں کے اکثر لوگ ہمارے خاندان کے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔ یعنی ان کے مرید تھے۔ اس لئے مَیں نے یہاں کے بعض آدمیوں کو احمدیت کی تبلیغ کی اور واپسی پر اس موضع کی ایک مسجد (اس گاؤں کی ایک مسجد) کے برآمدے میں اپنی ایک پنجابی نظم کے کچھ اشعار جو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی آمد سے متعلق تھے لکھ دیئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت گاؤں کے نمبردار چوہدری اللہ بخش تھے وہ کہیں مسجد کے غسلخانے میں طہارت کر رہا تھا۔ اس نے مجھے مسجد سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا اور راستہ میں وہاں کے امام مسجد مولوی کلیم اللہ نے بھی مجھے دیکھا۔ تو کہتے ہیں کہ یہ جب دونوں آپس میں ملے تو انہوں نے میرے جنون احمدیت کا ذکر کرتے ہوئے مسجد کے برآمدے میں ان اشعار کو پڑھا۔ اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ اب ہماری مسجد اس مرزائی نے پلید کر دی ہے یہ تجویز کیا کہ سات مضبوط جوانوں کو میرے پیچھے دوڑایا جائے جو میری مشکیں باندھ کر، پکڑ کر ان کے پاس لے آئیں۔ کہتے ہیں پھر ان کا منصوبہ یہ تھا کہ میرے ہاتھوں ہی میرے لکھے ہوئے اشعار کو مٹوا کر مجھے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سات جوانوں کو میرے پیچھے دوڑایا مگر اس زمانے میں مَیں بہت تیز چلنے والا تھا اس لئے مَیں ان جوانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنے گاؤں آ گیا اور وہ خائب و خاسر ناکام لوٹ گئے۔ تو دوسرے دن اسی گاؤں کا ایک باشندہ جو والد صاحب کا مرید تھا اور ان لوگوں کے بدارادوں سے واقف تھا صبح ہوتے ہی ان کی (یعنی ان کے والد صاحب کی) خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ کہتے ہیں والد صاحب نے یہ سننے کے بعد مجھ سے کہا کہ جب ان لوگوں کے تمہارے متعلق ایسے ارادے ہیں تو احتیاط کرنی چاہئے۔ کہتے ہیں کہ جب مَیں نے اپنے والد صاحب سے یہ سنا تو وضو کر کے نماز شروع کر دی اور اپنے مولیٰ کریم سے عرض کیا کہ یہ لوگ مجھے تیرے پیارے مسیح کی تبلیغ سے روک دیں گے؟ اور کیا مَیں اس تبلیغ کرنے سے محروم رہوں گا؟۔ یہ دعا مَیں بڑے اضطراب اور قلق سے مانگ رہا تھا کہ مجھے جائے نماز پر ہی غنودگی سی محسوس ہوئی اور مَیں سو گیا اور سونے کے ساتھ ہی میرا غریب نواز خدا مجھ سے ہمکلام ہوا اور نہایت رأفت اور رحمت سے فرمانے لگا وہ کون ہے جو تجھے تبلیغ سے روکنے والا ہے۔ اللہ بخش نمبردار کو مَیں آج سے گیارہویں دن قبر میں ڈال دوں گا۔ تو کہتے ہیں صبح ہوتے ہی مَیں ناشتہ کر کے اس گاؤں میں پہنچا۔ (گڈھو نام تھا یا جو بھی) اور جاتے ہی اللہ بخش نمبردار کا پتہ پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ مَیں نے کہا اس کے لئے ایک الٰہی پیغام لایا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ بخش آج سے گیارہویں دن قبر میں ڈالا جائے گا اور کوئی نہیں جو اس خدائی تقدیر کو ٹال سکے۔ تو کہنے لگے کہ وہ تو موضع لالہ چک جو گجرات سے مشرق کی طرف کچھ فاصلے پر ہے وہاں گیا ہوا ہے۔ کہتے ہیں مَیں نے پھر کہا کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ وہ آج سے گیارہویں دن قبر میں ڈالا جائے گا۔ کوئی نہیں جو اس تقدیر کو ٹال سکے۔ یہ پیغام سنتے ہی کہتے ہیں کہ وہاں جو لوگ بیٹھے تھے ان پر سناٹا چھا گیا اور پھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہی اللہ بخش بیمار ہوا، خونی اسہال ہوئے اور سینے میں درد وغیرہ ہوئی۔ وہاں لالہ چک میں بیمار ہو گیا اور چند دن میں یہ بیماری اتنی بڑھی کہ اس کے رشتہ دار اس کو گجرات ہسپتال لے کر گئے اور وہاں جا کے وہ ٹھیک گیارہویں دن اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا اور اپنے موضع گڈھو کا قبرستان بھی اسے نصیب نہ ہوا۔

(حیات قدسی۔ حصہ اول صفحہ 23-24)

پھر ایک واقعہ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مبشر لکھتے ہیں کہ جولائی 1939ء کا واقعہ ہے کہ گھانا کی ڈگوبہ قوم کا نوجوان حج بیت اللہ اور دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد مکہ مکرمہ سے واپس آ کر گھانا کے ایک گاؤں صراحہ نامی میں قیام پذیر ہو گیا اور غالباً اپنی اہمیت بڑھانے کے لئے اس نے ہمارے خلاف پراپیگنڈہ شروع کر دیا کہ مَیں مکہ سے آیا ہوں اور امام مہدی کا ظہور ابھی نہیں ہوا۔ احمدی غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان کا پراپیگنڈہ اتنا زور پکڑ گیا کہ اس علاقے کے ایک چیف رئیس محمد نامی جو تھے وہ کہتے ہیں میرے پاس سالٹ پانڈ آئے اور اس شخص کے زہریلے پراپیگنڈے کے بارے میں کہا کہ اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنی چاہئے۔ مَیں نے انہیں کہا کہ مَیں کچھ ضروری کاموں میں مصروف ہوں۔ میرے کسی شاگرد کو لے جائیں۔ لیکن جو وہاں کے چیف آئے تھے انہوں نے مولانا صاحب کو یہی زور دیا کہ آپ خود جائیں۔ کہتے ہیں چنانچہ مَیں خود اس گاؤں میں پہنچا۔ اردگرد کی جماعتوں کے احباب بھی وہاں پہنچ گئے۔ مَیں نے اس مخالف نوجوان سے عربی میں گفتگو کرنی چاہی لیکن وہ آمادہ نہ ہوا اور لایعنی عذر کرنے لگا۔ اس پر گاؤں والوں نے خواہش ظاہر کی کہ مَیں علامات مہدی پر تقریر کروں۔ چنانچہ مَیں نے پونے دو گھنٹے اس موضوع پر تقریر کی جس کے بعد سامعین کو اعتراضات اور سوالات کی کھلی دعوت دی گئی۔ مگر کسی نے کوئی معقول سوال نہ کیا۔ کہتے ہیں اور یوں میں ایک رات گزار کر واپس آ گیا۔ لیکن کہتے ہیں کہ گھانا کا ملکی رواج ہے کہ اگر کسی دو پارٹیوں میں مقابلہ ہو جائے تو جو پارٹی جیت جاتی ہے وہ فتح کے نشان کے طور پر سفید لٹھے کی پٹیاں سروں اور ہاتھوں پر باندھ کر اور سفید جھنڈے ہاتھوں میں لے کر شہر میں جلوس نکالتے ہیں اور اپنی فتح کا اعلان کرتے ہیں۔ تو دوسری پارٹی نے باوجود اس کے کہ کوئی جواب نہیں دے سکے، یہ جلوس نکالا اور اعلان کیا کہ ہماری فتح ہوئی ہے اور مہدی ابھی نہیں آیا کیونکہ زلزلہ نہیں آیا۔ مہدی ظاہر ہوتا تو زلزلہ ضرور آتا۔ (گھانا کے اس علاقے میں عموماً زلزلے بہت کم آتے ہیں یا شاید آتے ہی نہ ہوں۔ مَیں نے اپنے آٹھ سالہ قیام میں نہیں دیکھا کہ کبھی زلزلہ آیا ہو)۔

بہرحال یہ لکھتے ہیں کہ جب مجھے ان کی اس حرکت کی اطلاع ملی تو مَیں نے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک ہفتہ بڑے الحاح اور درد سے دعا کی کہ الٰہی ان مخالفوں کے مطالبہ کے مطابق اور صداقت مہدی علیہ السلام کے اظہار کے لئے زلزلے کا نشان دکھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے نشانوں میں سے ایک زلزلے کا نشان بھی تو ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اس دعا کا اتنا اثر تھا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اب اس ملک میں زلزلے کا نشان ضرور دکھائے گا اور مَیں نے اس علاقے میں تین مقامات پر جلسے کئے اور ہر جگہ تمام واقعات بیان کر کے اعلان کر دیا کہ اب مہدی علیہ السلام کی صداقت کے اظہار کے لئے زلزلہ ضرور آئے گا اور اُن زلازل کا ذکر بھی کیا جو اس سلسلے میں پہلے آ چکے تھے۔ چنانچہ ابھی دو ہی مقام پر جلسہ ہوا تھا اور تیسرے مقام کی جگہ کا انتظام کیا جا رہا تھا کہ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات کو عشاء کے وقت سارے گھانا میں شدید زلزلہ آیا۔ اور زلزلے سے دوسرے روز جب مَیں ہیڈ کوارٹر سالٹ پانڈ واپس جا رہا تھا تو جہاں سے مَیں گزرتا لوگ مجھے دیکھ کر تعجب کرتے ہوئے کہتے تھے کہ اس شخص نے کہا تھا زلزلہ ضرور آئے گا تو آ گیا ہے اور مشرکین اور عیسائی بھی اپنے ڈھول بجا بجا کر اعلان کرنے لگے کہ مسلمانوں کا مہدی آ گیا ہے کیونکہ زلزلہ آ گیا ہے۔ تو کہتے ہیں پھر اس زلزلے کے بعد مَیں نے عربی اور انگریزی میں ٹریکٹ شائع کر کے امام مہدی کے آنے کی بشارتیں دیں اور اس وجہ سے پھر اس قریب کے علاقے میں ہی 180 افراد نے بیعت کر لی۔

(روح پرور یادیں۔ از مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب صفحہ 77-79)

شیخ زین العابدین صاحبؓ اور حافظ حامد علی صاحبؓ اپنے مشرقی افریقہ کے سفر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ہماری تائید و نصرت فرمائی اس لئے کہ ان کو یہ یقین تھا کہ حضرت صاحب کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں۔ ان کا واقعہ یہ ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم جہاز پر روانہ ہوئے اور اس میں ایک ہزار افراد سفر کر رہے تھے۔ ابھی افریقہ پہنچنے میں چند روز باقی تھے کہ کپتان نے آدھی رات کو اعلان کر دیا کہ جہاز طوفان میں گھر گیا ہے اور خراب ہو گیا ہے اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ لوگ دعا کریں۔ شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ بھائی حامد علی صاحبؓ نے مجھے جگایا۔ مَیں نے دریافت کیا کہ لوگ کیوں روتے ہیں۔ حافظ صاحب نے مجھ سے وعدہ لے کر کہ میں غم نہ کروں بات بتلائی اور کہا کہ دعا کرو۔ مَیں نے کہا کہ جہاز غرق نہیں ہو سکتا اس پر مسیح کے دو حواری بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مامور نے مجھے خوشخبری دی تھی (یہ حضرت مسیح موعودؑ کے وقت کی بات ہے) کہ تم دونوں بھائی افریقہ جاؤ وہاں سے صحیح سلامت اور فائدہ حاصل کر کے آؤ گے۔ تو بھائی حامد علی نے کہا کہ کیا پتہ حضور کے الفاظ کی تعبیر کچھ اور ہو۔ (الفاظ تعبیر طلب ہوں)۔ مَیں نے کہا ہرگز نہیں۔ میرا ایمان اور یقین ہے کہ مَیں نے جو حضور کے منہ سے سنا ہے وہی ہو گا چنانچہ اس وقت دعا میں شامل ہو گئے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد کپتان نے اعلان کیا کہ اب امن ہو گیا ہے اور جہاز خطرے سے باہر ہو چکا ہے۔ قریباً چوتھے روز ہم مشرقی افریقہ پہنچے اور جہاز آٹھ دن وہیں کھڑا رہا۔ پھر وہ زنجبار کو روانہ ہوا اور راستہ میں ایک دن کے بعد غرق ہو گیا۔ (ان کو چھوڑنے کے بعد) کہتے ہیں میرے چچا شہاب الدین صاحب نے بٹالہ میں ایک اخبار میں یہ خبر پڑھی۔ سودا سلف سامان لینے گئے تھے۔ تو انہوں نے گھر آ کر بھائی فقیر علی کو بتایا۔ انہوں نے کہا گھر میں نہیں بتانا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یہ خبر ضرور پہنچانی ہے۔ دونوں قادیان آئے اور حضرت صاحب سے مل کر رونے لگ پڑے۔ حضورؑ نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ خبر بیان کی اور کہا کہ وہ دونوں غرق ہو گئے ہوں گے۔ فرمایا ہرگز نہیں۔ (دیکھیں آپؑ کو کتنا یقین تھا) وہ زندہ ہیں اور جاؤ اور جا کر دیکھو۔ تمہارے گھر میں جو ڈاک آئی ہے اس میں ضرور تمہارے بھائیوں کا خط ہو گا اور میری طرف بھی خط آ رہا ہے۔ اگر مجھے پہلے خط پہنچا تو میں آپ کو پہنچا دوں گا اور اگر آپ کو پہلے مل گیا تو مجھے پہنچا دینا۔ (اصحاب احمد جلد 13 صفحہ 24)

مولانا صادق سماٹری صاحب بیان کرتے ہیں کہ 6 مارچ 1942ء تک جاپان سارے انڈونیشیا پر مسلط ہو چکا تھا اور اپنی من مانی کارروائیاں کرنے لگا تھا۔ کسی کے متعلق کوئی شکایت پہنچے تو اس کی موت کا یہی بہانہ بن جاتی۔ کوئی تفتیش ہوتی نہ تحقیقات۔ فیصلہ سنا دیا جاتا۔ بلکہ عموماً اسے سنانا بھی ضروری نہ سمجھا جاتا۔ فوراً اسے نافذ ہی کر دیا جاتا۔ کہتے ہیں میرے متعلق بھی جاپانی حکومت نے قتل کا فیصلہ کیا۔ اطلاع دینے والے نے بتایا کہ میرے متعلق دو شکایات بھیجی ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ جماعت احمدیہ انگریزی حکومت کی مداح ہے۔ نمبر دو یہ کہ تمام علماء اسلام سماٹرا نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جاپان کی انگریزوں اور امریکہ سے یہ جنگ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ مَیں نے ایسا فتویٰ دینے سے انکار کیا بلکہ اس کے خلاف ایک مضمون لکھا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ اس پر مَیں نے جماعت کو تلقین کی کہ نماز تہجد کی ادائیگی کا التزام کیا جائے اس میں باقاعدگی اختیار کی

جائے اور دعا کی جائے اور اگر کسی کو کوئی خواب آئے یا کشف یا کوئی نظارہ نظر آئے تو مجھے بتایا جائے۔ کہتے ہیں اس تحریک کے بعد مَیں خود بھی ہر وقت دعا میں مشغول ہو گیا بلکہ ہمہ تن دعا بن گیا۔ اور ہر وقت اپنے حقیقی مولا پر نظر تھی۔ کہتے ہیں مجھے خوب یاد ہے کہ چوتھی رات تہجد کی نماز کے بعد فجر سے پہلے مَیں ذرا لیٹا تو ایک دیوار پر موٹے حروف میں لکھا ہوا دکھائی دیا کہ دانی ایل نبی کی کتاب کی پانچویں فصل پڑھو‘‘۔ اذان ہوئی نماز فجر کے لئے اٹھا دوستوں کو جو حاضر تھے اپنے خواب سے مطلع کیا۔ دانی ایل نبی کی کتاب کی پانچویں فصل دیکھی۔ اس میں کیا لکھا تھا؟ لکھا تھا کہ بخت نصر کے بعد اس کا بیٹا بِلْشَضَّر (Belshazzar) بادشاہ ہوا۔ یہ بت پرست بھی تھا اور ظالم بھی۔ اس نے ایک خواب دیکھا تھا (ایک لمبا خواب ہے) اس کی اس نے لوگوں کو اکٹھا کر کے تعبیر پوچھی لیکن ان سب نے کہا ہم کو اس کی تعبیر نہیں آتی۔ آخر دانی ایل بادشاہ کے حضور حاضر کیا گیا اور اس نے کہا اے بادشاہ! یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس میں لکھا یہ گیا ہے کہ (ان کی کچھ زبان ہے) جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے تیری مملکت کا حساب کیا اور اسے تمام کر ڈالا یعنی ختم کر دیا۔ اور پھر دوسرے لفظ کے یہ معنے ہیں کہ تو ترازو میں تولا گیا اور کم نکلا اور تیسرے لفظ کے یہ معنے ہیں کہ تیری سلطنت منقسم ہوئی اور مادیوں اور فارسیوں کو دی گئی۔ جس دن نبی دانی ایل نے یہ تعبیر بتائی اسی دن بِلْشَضَّر (Belshazzar) قتل ہوا اور دارا مادی نے 62 برس کی عمر میں مملکت سنبھالی۔

تو انہوں نے یہ خواب دیکھی تھی کہ اس فصل کو پڑھو اور جب وہ پڑھی گئی تو یہ اس کا مضمون تھا۔ تو اس پہ وہ کہتے ہیں کہ اس سے بالوضاحت معلوم ہوتا ہے کہ جاپانی حکومت کا بھی وہی حشر ہو گا جو بِلْشَضَّر حکومت کا ہوا تھا۔ میرا یہ خواب اپریل 1945ء کے آخر یا مئی کے ابتداء کا ہے۔ اور اس وقت کئی ہندو سکھ دوستوں کو بھی یہ خواب سنا دیا گیا تھا۔ چنانچہ اسی سال 14 اگست کو ناگاساکی اور ہیروشیما پر ایٹم بم برسائے گئے اور جاپانی حکومت کا تختہ الٹ کر رکھ دیا گیا۔ انہی دنوں جاپانی حکومت کے کاغذات میں سے ایک خط نکلا جس میں 23-24 اگست 1945ء کی رات 65 آدمیوں کے قتل کا فیصلہ درج تھا اور سرفہرست خاکسار کا نام تھا۔ یعنی مولانا صادق صاحب کا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح ان کو محفوظ رکھا۔ کہتے ہیں کہ گویا اس فیصلے کے نافذ ہونے میں صرف دس دن باقی تھے کہ خدائے قادر و قیوم نے جو اپنے عاجز بے کس بندوں کی سنتا ہے جاپانی حکومت کو تباہ کر دیا اور قبل اس کے کہ وہ خدا کے اس عاجز بندے پر ہاتھ ڈالے اس کے ہاتھ بلکہ تمام قویٰ کو شل کر کے رکھ دیا۔ کہتے ہیں کہ خوب یاد رکھئے، جو کچھ ہوا وہ میری ذاتی خوبی کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ جو کچھ ہوا مسیح الزمان، مہدی دوراں مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کے اظہار کے لئے بطور نشان آسمانی ظاہر ہوا کیونکہ اسی پیارے کی پیروی کی وجہ سے مجھے مجرم گردانا جا رہا تھا۔

حضرت مولانا شیخ واحد صاحب لکھتے ہیں کہ 1968ء میں ہم نے فجی کے مشہور شہر ’’با‘‘ میں احمدیہ مشن کی برانچ کھولنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لئے ایک مناسب حال مکان بھی خرید لیا۔ تو اس شہر میں ہماری شدید مخالفت شروع ہو گئی۔ مخالفین کوشش کرنے لگے کہ جیسے بھی ہو تبلیغ اسلام کا یہ مشن ’با‘ شہر میں کامیاب نہ ہونے پائے اور ہمارے قدم وہاں نہ جمیں۔ اس وقت ہمارے مخالفین کا سرغنہ وہاں ایک صاحب اقتدار شخص ابوبکر کویا نامی تھا۔ چنانچہ اس نے اور دیگر مخالفین نے اعلان کرنا شروع کر دیا کہ احمدیوں کے ’’با‘‘ مشن کی عمارت کو جلا دیں گے۔ تاہم کہتے ہیں کہ ہم سے جس قدر ممکن ہو سکا ہم نے حفاظتی انتظامات کئے۔ پولیس سٹیشن بھی ساتھ تھا ان کو بھی بتایا۔ پولیس نے کہا کہ ہم نگرانی رکھیں گے۔

پھر بھی ایک رات کسی طرح مخالفین کو مشن کو نقصان پہنچانے کا موقع مل گیا اور ان میں سے کسی نے ہمارے مشن ہاؤس کے ایک حصے میں تیل ڈال کر آگ لگا دی اور یہ یقین کر کے کہ اب آگ ہر طرف پھیل جائے گی کیونکہ لکڑی کا حصہ تھا لکڑی کو تو فوراً آگ لگ جاتی ہے اور ہمارے مشن ہاؤس کو خاک سیاہ کر دے گی آگ لگاتے ہی آگ لگانے والا وہاں سے چلا گیا، بھاگ گیا۔ لیکن خدا کا کرنا کیا ہوا کہ ہمیں پتہ لگنے سے پہلے ہی وہ آگ بغیر کوئی نقصان پہنچائے خود ہی بجھ گئی یا بجھا دی گئی۔ بہرحال کہتے ہیں ہم سفر پر تھے اگلے دن جب ہم واپس آئے تو ہم نے دیکھا کہ عمارت کے اس طرف جہاں اکثر حصہ لکڑی کا تھا آگ لگائی گئی تھی جس سے چند لکڑی کے تختے جل گئے مگر وہ آگ بڑھنے سے قبل ہی بجھ گئی۔ چنانچہ اسی روز اس کی مرمت بھی کرا دی گئی۔ کہتے ہیں جہاں نقصان ہوا تھا اس کا جائزہ لے رہے تھے تو مبلغ انچارج مولانا نورالحق صاحب انور نے اس جلے ہوئے کمرے پر کھڑے ہو کر بڑے دکھ بھرے انداز میں آہ بھر کر کہا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کی اشاعت کا یہ مرکز جلانے کی کوشش کی ہے خدا اس کے اپنے گھر کو آگ لگا کر راکھ کر دے۔ چنانچہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کے چند روز بعد اچانک ’با‘ میں ہمارے مخالفین کے سرغنہ ابوبکر کویا کے گھر کو آگ لگ گئی اور باوجود بجھانے کی ہر کوشش کے اس کا وہ رہائشی مکان سارے کا سارا جل کر راکھ ہو گیا۔

پھر مولانا غلام حسین صاحب کے متعلق ہے، کہتے ہیں کہ جب انگریز واپس آنے لگے تو دونوں طرف سے گولہ باری ہو رہی تھی ایک گولے کے پھٹنے سے محلے میں جہاں وہ رہتے تھے آگ لگ گئی اور آگ نے بڑھتے بڑھتے ان کے گھر کی جگہ کے قریب آنا شروع کر دیا، بڑی تیزی سے پھیلتی جا رہی تھی۔ احباب جماعت اس کو دیکھ کر بڑے پریشان ہو گئے۔ مولوی صاحب کے مکان کے پاس لکڑیاں جل رہی تھیں خیال تھا کہ سامان کا نکالنا بھی مشکل ہے۔ اُس وقت آدمیوں نے سامان نکالنا چاہا تو مولوی صاحب نے منع کر دیا اور کہا فکر نہ کرو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے۔ آگ انجمن احمدیہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمزور اور بے بس بندوں کی آواز کو سنا اور ان کی دعا کو قبول فرمایا اور مولوی صاحب کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ آگ فوراً پلٹ گئی اور بیچ سے چند مکان چھوڑ کر آگے پیچھے گھروں کو جلا دیا لیکن اتنا حصہ محفوظ رہا۔ اور جو ساتھ کے مکان تھے وہ بھی محفوظ رہے۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چوہدری نتھے خان صاحب جو گاؤں مذکور غازی کوٹ کے رئیس اور مخلص احمدی تھے انہوں نے وہاں ایک تبلیغی جلسے کا انتظام کیا اور علاوہ مبلغین اور مقررین کے اردگرد کے احمدی احباب کو بھی اس جلسے میں شمولیت کی دعوت دی۔ جلسہ دو دن کے لئے مقرر کیا گیا۔ جب غیر احمدیوں کو اس جلسے کا علم ہوا تو انہوں نے بھی اپنے علماء کو جو فحش گوئی اور دشنام دہی میں خاص شہرت رکھتے تھے، گالیاں نکالنے میں بڑے مشہور تھے۔ (ان کے پاس گالیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ آج بھی یہی حال ہے۔) ان کو بھی دعوت دی اور ہماری جلسہ گاہ کے قریب ہی اپنا سائبان لگا کر اور سٹیج بنا کر حسب عادت سلسلہ حقہ اور اس کے پیشواؤں اور بزرگوں کے خلاف سبّ و شتم شروع کر دیا۔ گالیاں دینی اور فضول بکواس شروع کر دی۔ کہتے ہیں کہ ابھی چند منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ ایک طرف سے سخت آندھی اٹھی اور اس طوفان باد نے انہیں کے جلسے کا رخ کیا اور ایسا اودھم مچایا کہ ان کا سائبان اڑ کر کہیں جا گرا، قناتیں کسی اور طرف جا پڑیں اور حاضرین جلسہ کے چہرے اور سر گرد سے اٹ گئے۔ یہاں تک کہ ان کی شکل دکھائی نہ دیتی تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے بھی لکھا ہے

کبھی وہ ہو کے خاک دشمنوں کے سر پر پڑتی ہے
خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

یہ حال ان کا ہو رہا تھا، یہاں تک کہ ان کی شکلیں بھی دکھائی نہ دیتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ بارہ بجے دوپہر تک جو غیر احمدیوں کا پروگرام تھا وہ سب آندھی اور طوفان باد کی نظر ہو گیا۔ اور ہمارا جلسہ بارہ بجے کے بعد شروع ہونا تھا۔ کہتے ہیں سب سے پہلے میری تقریر تھی آندھی کا سلسلہ ابھی تک چل رہا تھا کہ مجھے سٹیج پر بلایا گیا۔ مَیں نے سب حاضرین کی خدمت میں عرض کیا کہ سب احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے جلسے کو ہر طرح سے کامیاب کرے۔ چنانچہ مَیں نے سب حاضرین سمیت ہاتھ اٹھائے اور خدا تعالیٰ کے حضور عرض کی اے مولیٰ کریم! تو نے خود قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ مخلص و مومن اور فاسق و کافر برابر نہیں ہو سکتے اور تجھے معلوم ہو کہ غیر احمدیوں کے جلسے کی غرض تیرے پاک مسیح کی ہجو کرنا اور تکذیب کے سوا کچھ نہیں تھا اور ہماری غرض تیرے پاک مسیح کی تصدیق اور توثیق کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر دونوں مقاصد میں تیرے نزدیک کوئی فرق ہے تو اس آندھی کے ذریعے سے اس فرق کو ظاہر فرما اور اس آندھی کے مسلط کرنے والے ملائکہ کو حکم دے کہ اس کو تھام لیں تاکہ ہم جلسے کی کارروائی کو عمل میں لا کر اعلائے کلمۃ اللہ کر سکیں۔ مَیں ابھی دعا کر ہی رہا تھا اور سب احباب بھی میری معیت میں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے کہ یکدم آندھی رک گئی اور پھر ایسی رکی کہ پہلے ٹھنڈی ہوا چلنی شروع ہوئی اور پھر چند منٹ میں بالکل ختم ہو گئی۔ تو وہی ہوا کہ وہ دشمنوں کے سر پر پڑی اور ہمارا جلسہ جو شروع ہوا تو بند ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نصرت کے یہ سب کرشمے اس کے پاک مسیح اور نائب الرسول اور اس کے عظیم الشان خلفاء کی خاطر اور ان کی برکت سے ظاہر ہوئے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔ (حیات قدسی حصہ سوم صفحہ26-27)

پھر مولانا غلام رسول صاحبؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت پر چار افراد ہندوستان کے دورے کے لئے گئے۔ کہتے ہیں ہم پہلے کلکتہ گئے پھر ٹاٹانگر جمشید پور گئے۔ اس میں مولوی محمد سلیم صاحب، مہاشہ محمد عمر صاحب اور گیانی عباداللہ صاحب شامل تھے۔ کہتے ہیں کیرنگ میں بڑی جماعت ہے جو مولوی عبدالرحیم صاحب پنجابی کے ذریعہ قائم ہوئی تھی، کیرنگ کے اردگرد کے دیہات میں بھی ہم تبلیغ کرنے کی غرض سے جاتے رہے۔ ایک دفعہ ایک گاؤں کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک سانپ عجیب نمونہ کا دیکھا۔ ہم بلندی کی طرف جا رہے تھے اور وہ بہت بڑا سانپ نشیب میں جا رہا تھا۔ اس کا نقشہ انہوں نے کھینچا ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے ان کو محفوظ رکھا۔ کہتے ہیں کہ کیرنگ سے ہم بھدرک پہنچے۔ یہ خان صاحب مولوی نور محمد کا آبائی وطن تھا۔ خان صاحب پولیس کے اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ بھدرک میں علاوہ دیگر شرفاء اور معززین کے ایک ہندو مہنت سے بھی ملاقات ہوئی جو وہاں کے رئیس تھے انہوں نے ہماری ضیافت کا انتظام بھی کیا اور اپنی وسیع سرائے میں ہمیں جلسہ کرنے اور لیکچر دینے کی اجازت دی۔ اس سرائے کے ایک حصے میں ہندوؤں کے بتخانوں کی یادگاریں اور بتوں کے مجسمے جا بجا نصب تھے۔ جب ہماری تقریر شروع ہوئی تو اوپر سے ابر سیاہ برسنا شروع ہو گیا یعنی بارش شروع ہو گئی۔

کالے بادل آ گئے۔تمام چٹائیاں اور فرش بارش سے بھیگنے لگے۔اس وقت احمدیوں کے دلوں میں لیکچروں میں رکاوٹ کی وجہ سے سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ کہتے ہیں میرے دل میں بھی سخت اضطراب پیدا ہوا۔اور میرے قلب میں دعا کے لئے جوش بھر گیا۔مَیں نے دعا کی کہ اے مولیٰ! ہم اس معبد اصنام میں یعنی بتوں کے اس گھر میں تیری توحید اور احمدیت کا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں اور تیرے پاک خلیفہ حضرت مصلح موعودؓ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔لیکن آسمانی نظام اور ابروسحاب کے منتظم ملائکہ بارش برسا کر ہمارے اس مقصد میں روک بننے لگے ہیں۔مَیں یہ دعا کر ہی رہا تھا کہ قطرات بارش جو ابھی گرنے شروع ہی ہوئے تھے یکدم بند ہو گئے اور جو لوگ بارش کے خیال سے جلسہ گاہ سے اٹھ کر جانے لگے تھے مَیں نے ان کو آواز دے کر روک لیا۔کہا کہ اب بارش نہیں برسے گی اور اطمینان سے بیٹھ کر تقریریں سنو۔اور تھوڑی دیر بعد کہتے ہیں مطلع بالکل صاف ہو گیا۔(حیات قدسی حصہ سوم صفحہ24-25)

مولانا محمد صادق صاحب انڈونیشیا کا اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ پاڈانگ شہر میں چوہدری رحمت علی صاحب مرحوم ایک احمدی درزی مکرم محمد یوسف صاحب کی دکان پر بیٹھے تھے کہ ہالینڈ کے ایک عیسائی بشپ پادری اپنے ساتھیوں سمیت تبلیغ کرتے ہوئے وہاں آ نکلے اور مولانا صاحب سے ان کا اسلام اور عیسائیت پر تبادلہ خیالات شروع ہو گیا جسے سننے کے لئے لوگ بکثرت وہاں جمع ہو گئے۔اسی اثناء میں موسلا دھار بارش ہونے لگی۔اس علاقہ میں جب بارش شروع ہو تو کئی کئی گھنٹے رہتی ہے۔تو بحث کرنے کے بعد جب وہ پادری صاحب دلائل کا مقابلہ نہ کر سکے اور عاجز آ گئے تو اپنی شکست اور ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لئے حضرت مولانا صاحب کو انہوں نے کہا کہ اگر واقعی عیسائیت کے مقابلہ میں تمہارا مذہب اسلام سچا اور افضل ہے تو اس وقت ذرا اپنے اسلام کے خدا سے کہئے کہ وہ اپنی قدرت کا کرشمہ دکھائے اور اس موسلا دھار بارش کو یکدم بند کر دے۔چنانچہ اس کا یہ مطالبہ کرنا ہی تھا کہ مولانا صاحب نے بلاحیل وحجت اپنے زندہ خدا پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے بڑی پُر اعتماد آواز میں بارش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔اے بارش! تو اس وقت خدا کے حکم سے تھم جا اور اسلام کے زندہ اور سچے خدا کا ثبوت دے۔کہتے ہیں کہ اسلام کے خدا پر قربان جائیے کہ اس کے بعد چند منٹ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ بارش تھم گئی اور وہ پادری اور سب حاضرین اللہ کے عظیم نشان پر بڑے حیران رہ گئے،انگشت بدنداں رہ گئے۔

(روح پرور یادیں۔از مولا محمد صدیق امرتسری صاحب صفحہ63-64)

مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری کہتے ہیں کہ ایک بار سیرالیون میں جب تھا تو وہاں علماء نے چیفوں کو خوش کرنے کے لئے یہ فتویٰ دے دیا تھا کہ سگریٹ،تمباکو،پائپ اور نسوار وغیرہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔روزہ رکھ کے یہ بے شک استعمال کرلو کچھ نہیں ہوتا کیونکہ یہ چیزیں پیٹ میں نہیں جاتیں۔تو جب ہم ان کو صحیح باتیں بتاتے تھے تو وہ بڑے ناراض ہوتے تھے اور چیف اس بات پر ہمارے تحفے بھی واپس کر دیتے تھے۔تو اسی طرح کے ایک چیف نے ایک جگہ ان کو جہاں جماعت تھی وہاں گاؤں والے باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔تو چیف نے ان کو کہا کہ تم نے ان لوگوں کو میری نافرمانی پہ اکسایا ہے اور خود بھی ہماری عائد کردہ پابندی کی خلاف ورزی کرتے ہو۔اس لئے تمہیں گاؤں میں نماز پڑھانے کی اجازت نہیں ہے۔اور اگر تم نے گاؤں میں نماز پڑھائی تو مَیں تم سب کو یہاں سے نکال دوں گا۔اور پھر اس نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا یہ ہندوستانی ہمارے گاؤں میں ہلاکت اور تباہی چاہتا ہے تم لوگ گاؤں میں انہیں باجماعت نماز نہ پڑھنے دو۔ایسا نہ ہو کہ ہم پر عذاب آ جائے ہمارے علماء کے نزدیک یہ بات گاؤں پر آسمانی وبا اور عذاب کا موجب بن سکتی ہے۔تو خیر وہ کہتے ہیں کہ بات سن کے بڑا فکر مند تھا کہ رمضان بھی شروع ہونے والا ہے اور باجماعت نمازیں بھی لوگوں نے پڑھنی ہیں وہ کہاں پڑھیں گے تو اسی فکر میں وہ کہتے ہیں کہ مَیں ایک معلم کو لے کر باہر چلا گیا اور دعا کی کہ الٰہی تو ہی ہمارا چارہ ساز اور حاجت روا ہے کسی تدبیر سے ہم اس مصیبت کو دور نہیں کر سکتے۔ہم تو بے شک نالائق اور گناہ گار ہیں،کمزور ہیں مگر تیرا اسلام،تیرا قرآن،تیرا رسول،تیرا مہدی اور مسیح سچے ہیں۔تو سچے وعدوں والا ہے۔تیری یہ جماعت سچی ہے۔تُو اپنے حقیر بندوں کی معجزانہ طور پر مدد فرما کہ یہ اس وقت بے یارومددگار ہیں اور ان کے ہموطنوں نے ہی ان کا جینا محض سچائی قبول کرنے کی وجہ سے مشکل کر رکھا ہے۔پھر کہتے ہیں مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ کی آڑے وقت کی دعا کے الفاظ بڑی رقت سے دوہرائے۔کہتے ہیں تھوڑی دیر بعد دعا کے دوران ہی بارش شروع ہو گئی۔اس سے انہوں نے یہ شگون لیا اور یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا قبول کر لی ہے۔تو کہتے ہیں اپنے گاؤں میں واپس آئے۔پھر چیف سے کہا۔چیف نہ مانا۔ابھی ہم اس پریشانی میں وہاں بیٹھے ہی تھے کہ بڑے چیف کا آدمی وہاں اپنے یونیفارم میں آیا اور اس نے اس چیف کو ایک خط دیا کہ چیف کا یہ حکم ہے کہ کیونکہ سیرالیون میں مذہبی آزادی ہے اس لئے کسی فرقے کو بھی کسی طرح بھی عبادت کرنے سے نہیں روکنا۔تو فوراً وہاں جماعت کے جو لوگ تھے ان کے لئے نشان ظاہر ہوا اور سب سجدہ شکر بجالانے لگے۔

(روح پرور یادیں از مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری صفحہ328-331)

ایک دن حاجی غلام احمد صاحب ساکن بنگہ کو ایک غیر احمدی شخص چھجو خان نے کہا کہ اگر آج بارش ہو جائے تو مَیں احمدی ہو جاؤں گا۔شدت کی گرمی پڑ رہی تھی حاجی صاحب نے احمدی احباب کی محبت میں نہایت سوز وگداز سے دعا کی ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ بادل آسمان پر چھا گئے اور زور کی بارش برسنے لگی۔چھجو خان صاحب اپنی بات کے پکے تھے۔انہوں نے فوراً احمدیت قبول کر لی۔

(اصحاب احمد جلد دہم صفحہ106)

مولانا نذیر احمد صاحب مبشر لکھتے ہیں کہ 1940ء میں مَیں گھانا میں تھا۔اس وقت گولڈ کوسٹ کہلاتا تھا،کہ ایک رات مَیں نے خواب دیکھا کہ میرے چیمبر پاٹ میں ایک سیاہ سانپ داخل ہوا ہے جس کا منہ پاٹ کے اندر کی طرف ہے اور دم پاٹ کے کنارے پر ہے۔مجھے اس وقت بیدار ہوتے ہی یہ تفہیم ہوئی کہ دشمن میرے درپئے آزار ہے۔چنانچہ اسی روز فجر کی نماز کے بعد جب میں مبلغین کلاس کے طلباء کو قرآن کریم باترجمہ پڑھا رہا تھا مَیں نے طلباء کو بتایا کہ گزشتہ شب مَیں نے ایسا خواب دیکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی دشمن مجھ کو یا جماعت کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔کہتے ہیں کہ ابھی گفتگو مَیں نے ختم نہیں کی تھی،کہ ان طلباء میں سے ایک طالب علم نے مجھے مخاطب کر کے کہا مولوی صاحب آپ کا خواب پورا ہو گیا۔وہ دیکھیں ہمارے مشن ہاؤس کے گرد دو درجن پولیس کے آدمی گھیرا ڈالے کھڑے ہیں۔چنانچہ کہتے ہیں مَیں وہاں گیا تو پولیس والے کھڑے تھے۔ایک سادہ لباس والا میری طرف آیا اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے۔مولوی صاحب کہتے ہیں مَیں نے اس کو ہنس کے کہا میرے خلاف کوئی وارنٹ گرفتاری لائے ہو؟ اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ ہاں یہ آپ کی تلاشی کے وارنٹ ہیں۔پھر سپاہی بھی آ گئے۔اس وارنٹ میں لکھا ہے کہ آپ کے پاس ٹرانسمیٹر ہے جس کے ذریعے آپ جرمنی کو خبریں پہنچا رہے ہیں اور آپ کے پاس اسلحہ بھی ہے کہتے ہیں مَیں نے یہ سن کر ہنستے ہوئے کہا کہ بے شک میری اور مشن ہاؤس کی تلاشی لے لو اور جہاں اسلحہ اور ٹرانسمیٹر رکھا ہوا ہے اپنے قبضہ میں لے لو۔چنانچہ انہوں نے تلاشی شروع کی۔انہیں نظر کیا آنا تھا۔بہرحال ناکام ہوئے۔پھر انہوں نے کہا کہ ہم نے فنانشل سیکرٹری کے دفتر کی بھی تلاشی لینی ہے مگر وہاں بھی ناکامی ہوئی۔پھر انہوں نے سکول کے ہوسٹل کی تلاشی لینی چاہی تو مَیں نے انہیں کہا کہ وارنٹ تو صرف میرے گھر کے ہیں لیکن بہرحال تم لوگ تلاشی لے لو تا کہ تمہاری تسلی ہو جائے۔جب ساری تلاشی لی اور ناکامی ہوئی اور ان کو کچھ نہیں ملا تو شرمندہ ہو کر چلے گئے۔اللہ میاں کا فوری انتقام اس طرح ظاہر ہوا۔کہتے ہیں کہ یہاں سے فارغ ہونے پر پولیس کو رپورٹ ملی کہ قریب ہی ایک گاؤں میں شراب کشید کی جا رہی ہے۔(پولیس کو موقع ملتا ہے نا کہ جہاں جائیں وہاں کچھ نہ کچھ آمدنی ہو جائے۔ان ملکوں میں پولیس اتنی صاف تو ہوتی نہیں)۔تو وہ وہاں پہنچ گئے۔وہاں جا کے مجرم کو پکڑ لیا اور انسپکٹر نے ابھی بوتل اپنے ہاتھ میں پکڑی ہی تھی کہ ان مجرموں میں سے کسی نے شراب کی بوتل ان کے ہاتھ میں توڑ دی جس سے اس کا ہاتھ زخمی ہو گیا۔پھر راستے میں اس کار کا جس پر وہ آ رہا تھا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور اس کی گاڑی ایک گہرے کھڈ میں جا گری۔اس کی بیوی نے بھی اس سے کہا کہ تم نے جو احمدیوں کے امیر مولوی مبشر کے ساتھ سلوک کیا ہے اس کی وجہ سے یہ سب تمہارے ساتھ ہو رہا ہے۔ان سے معافی مانگو۔کہتے ہیں کہ دراصل یہ شرارت ایک متعصب اسسٹنٹ ڈپٹی کمشنر کی تھی جو کیتھولک تھا۔چنانچہ یہ تلاشی وغیرہ کا سلسلہ ختم ہوا تو مَیں نے چیف کمشنر کے پاس پہنچ کر شکایت کی کہ آپ کی پولیس نے اس طرح ہمارے خالص مذہبی اور تبلیغی مشن سے زیادتی کی ہے۔اس پر اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کو کس پر شک ہے۔مَیں نے کہا میرا خیال ہے کہ اسسٹنٹ کمشنر سالٹ پانڈ نے سب کچھ کروایا ہے۔چنانچہ کچھ عرصے بعد اس کی تبدیلی کر کے اس کو ڈپٹی کمشنر بنا دیا گیا۔کہتے ہیں اس پر مَیں نے تہجد میں دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرے مولیٰ! وہ شخص جس نے تیرے دین کی توہین کی یا کرائی۔اسے یہ ترقی کیسی ملی ہے۔یعنی اسے تو عبرتناک سزا ملنی چاہئے تھی۔کہتے ہیں میری دعا کے چند دن بعد اس متعصب دشمن اسلام پر وہاں کے ایک بخار بلیک واٹر فیور (Balck water Fever) یعنی کالے خونی بخار کا حملہ ہوا اور اس سے فوت ہو گیا۔

(تلخیص از روح پرور یادیں از مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری صفحہ80-82)

اب دیکھیں جانوروں کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ کس طرح ڈالتا ہے۔ ہمارا ایک وفد ڈیرہ غازیخان میں کسی جگہ گیا اور ان دنوں وہاں گرمی بڑی تھی۔ٹانگے پر جا رہے تھے۔تو گھوڑا گرمی سے تھک کر گر گیا۔بڑی کوشش کی انہوں نے کہ اُسے اٹھائیں لیکن گھوڑا نہیں اٹھا۔ملک مولا بخش صاحب ﷺ نے کہا کہ ٹھیک ہے گھوڑا نہیں اٹھتا تو پیدل روانہ ہو گئے۔اگلے گاؤں جانا تھا۔باقی لوگ ٹانگے کے پاس کھڑے رہے۔اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ دور سے ایک شخص سفید گھوڑے پر سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا ہے۔انہوں نے خیال کیا کہ یہ شخص اگر واقف ہوا اور گھوڑا تانگے کو لگ سکے تو ہم اسے جوت لیں گے اور اس کا سوار تانگے پر سوار ہو جائے گا۔لیکن جب سوار نے مقامی دوستوں کو سلام نہ کیا تو یہ سمجھے کہ یہ کوئی اجنبی شخص ہے۔سوار اسی طرح گھوڑا سرپٹ دوڑائے چلا جا رہا تھا۔جب وہ گھوڑا ملک صاحب کے پاس پہنچا تو خود بخود رک گیا اور وہ سوار اترا اور اس نے ملک صاحب سے کہا کہ آپ اس گھوڑے پر بیٹھ جائیں۔یہ شخص کوئی قادر

بخش تھا اور آپ کا واقف تھا۔ ملک صاحب نے عذر کیا کہ آپ چلیں مَیں پیدل آجاتا ہوں۔ لیکن اس نے کہا۔ کوئی بات نہ کریں۔ اس پر بیٹھ جائیں۔ یہ ایک عجیب واقعہ ہے۔ چنانچہ دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ چند سال سے مَیں روزانہ اس گھوڑی پر بستی رنداں سے (ڈیرہ غازیخان میں ایک گاؤں ہے) اپنے حلقہ میں جاتا ہوں۔ اور کبھی اس نے کان تک نہیں ہلایا اور میرے اشارے پر چلتی ہے مگر آج نہ معلوم کیا ہوا کہ جب گاؤں سے مَیں نکلا ہوں تو یہ واپس مُڑ گئی اور بھاگنا شروع کر دیا۔ اور مَیں نے بہت کوشش کی ہے روکنے کی لیکن نہیں رُکی۔ یہ دیکھئے اس کو روکنے کے لئے باگیں کھینچتے کھینچتے میرے ہاتھ بھی سرخ ہو گئے ہیں۔ لیکن آپ کے پاس پہنچ کر خود بخود ٹھہر گئی ہے۔ آپ اس پر سوار ہو جائیں۔ چنانچہ اس گھوڑی نے ملک صاحب کو بڑے آرام سے اگلے گاؤں کوٹ چھٹہ پہنچا دیا جہاں جانا تھا۔ تو کہتے ہیں کہ عین وقت پر غیب سے نصرت الٰہی کے پہنچنے کی وجہ سے ملک صاحب یہ سمجھتے تھے کہ وفد چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سلسلہ کا ایک کام کرنے کو گیا تھا اور ملک صاحب پیدل چلنے کے عادی نہ تھے بالخصوص موسم گرما میں، اس لئے خدا تعالیٰ نے غیب سے یہ انتظام وسہولت پہنچا دی۔ گھوڑے کے دل میں ڈال دیا کہ تم وہیں جا کر رکو۔

(تلخیص از اصحاب احمد جلد اوّل صفحہ154)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ:

"اے میرے خدا! مجھے اکیلا مت چھوڑ جیسا کہ اب مَیں اکیلا ہوں اور تجھ سے بہتر کون وارث ہے۔ یعنی اگرچہ مَیں اس وقت اولاد بھی رکھتا ہوں اور والد بھی اور بھائی بھی" بہت دنوں کی بات ہے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں۔ "لیکن روحانی طور پر ابھی مَیں اکیلا ہی ہوں۔ اور تجھ سے ایسے لوگ چاہتا ہوں جو روحانی طور پر میرے وارث ہوں۔" فرماتے ہیں "یہ دعا اس آئندہ امر کے لئے پیشگوئی تھی کہ خدا تعالیٰ روحانی تعلق والوں کی ایک جماعت میرے ساتھ کر دے گا جو میرے ہاتھ پر توبہ کریں گے"۔

فرماتے ہیں "میرے لئے یہ عمل کافی ہے کہ ہزارہا آدمیوں نے میرے ہاتھ پر اپنے طرح طرح کے گناہوں سے توبہ کی ہے اور ہزارہا لوگوں میں بعد بیعت مَیں نے ایسی تبدیلی پائی ہے کہ جب تک خدا کا ہاتھ کسی کو صاف نہ کرے۔ ہرگز ایسا صاف نہیں ہو سکتا۔ اور مَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرے ہزارہا صادق اور وفادار مرید بیعت کے بعد ایسی پاک تبدیلی حاصل کر چکے ہیں کہ ایک ایک فرد اُن میں بجائے ایک ایک نشان کے ہے"۔

............فرمایا" غرض خدا کی شہادت سے ثابت ہے کہ پہلے مَیں اکیلا تھا اور میرے ساتھ کوئی جماعت نہ تھی۔ اور اب کوئی مخالف اس بات کو چھپا نہیں سکتا کہ اب ہزارہا لوگ میرے ساتھ ہیں۔ پس خدا کی پیشگوئیاں اس قسم کی ہوتی ہیں جن کے ساتھ نصرت اور تائید الٰہی ہوتی ہے"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 237-239)

ایسے لوگ جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کے لئے نیکیوں پر قائم ہو اور اللہ اور رسول کے دامن کو پکڑ لو۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں سے ہی ایسے لوگ دکھاتا ہے (جیسا کہ آپؑ نے فرمایا ہے) جن کی قبولیتِ دعا اور اللہ تعالیٰ کے اُن کی مدد اور نصرت کے نمونے ہم نے دیکھے۔ بعض واقعات مَیں نے بیان کئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ کے حضور دعا کی تھی اور جس کا ذکر جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اقتباس میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں ہمیشہ اخلاص و وفا میں بڑھتے ہوئے ایسے لوگ پیدا کرتا رہے جن کی زندگیوں میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے نظر آتے رہیں۔ اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کی وجہ سے اخلاص و وفا میں بڑھتے ہوئے ہمیشہ خلافت احمدیہ کے استحکام اور مضبوطی کے لئے بھی کوشش کرتے رہیں۔ اس کے مددگار اور معاون بنتے رہیں۔ آمین

نظامِ وصیت۔ ایک زندگی بخش نسخہ

موصی کو شدید بیماری سے صحت بھی ہوئی اور لمبی زندگی بھی ملی!

(عطاء المجیب راشد)

انسان بیمار ہو جائے تو بیماری سے نجات کے لئے کیا کچھ نہیں کرتا۔ دربدر بھاگتا پھرتا ہے۔ ڈاکٹروں کے پیچھے دوڑتا ہے۔ ہر ممکن علاج معالجہ کرتا ہے۔ خود بھی دعا کرتا ہے اور بزرگوں سے بھی دعا کی درخواستیں کرتا ہے۔ صدقہ خیرات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو کھینچنے کی بھی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ یہ سب کچھ کرتا ہے کہ بس کسی طرح بیماری سے نجات نصیب ہو جائے۔ اس لئے کہ ہر انسان کو صحت اچھی لگتی ہے اور یہ ڈر بھی ہوتا ہے کہ کہیں بیماری بڑھتے بڑھتے اس کو موت کی وادی میں نہ دھکیل دے۔

موت ہے تو ایک یقینی بات، جو آجائے تو کبھی ٹل نہیں سکتی۔ یہ ایسا دروازہ ہے جس سے گزرنا ہر ذی روح کے لئے نوشتۂ تقدیر ہے۔ کسی کے لئے کوئی جائے مفر نہیں۔ لیکن ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح وہ اس حتمی تقدیر اور دنیا سے رخصت ہونے کے وقت کو ممکن حد تک مؤخر کرتا رہے لیکن تا بکے۔ جب اجل مسمّٰی آجاتی ہے تو ہر انسان اپنے خالق و مالک کے حضور دست بستہ حاضر ہو جاتا ہے۔ یہ ہر انسان کا مقدر ہے جس کو ٹالا نہیں جا سکتا۔

بیماری اور موت کا یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا لیکن یہ حقیقت بھی کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ صحت اور زندگی سب خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو خالق بھی ہے اور قادر مطلق بھی۔ وہ مجیب الدعوات بھی ہے اور رحیم و کریم بھی۔ اس کی رحمت و شفقت کل عالم پر محیط ہے۔ وہ اپنے نیک بندوں کی دعائیں سنتا اور ان کو قبولیت دعا کے شیریں پھلوں سے نوازتا ہے۔ اس کی ذات بہت نکتہ نواز ہے۔ دلوں میں چھپی ہوئی نیکیوں بلکہ نیک ارادوں کو بھی خوب جاننے والا اور دنیا کی نظروں سے پوشیدہ دلی جذبات اور تمناؤں سے خوب واقف ہستی ہے۔ جب ایک بندہ عاجزی اور خاکساری کا لباس پہن کر، ہاتھ پھیلا کر اس کے آستانہ پر گر پڑتا ہے تو وہ غفور الرحیم ہستی اس ذرہ ناچیز کو اپنے دستِ قدرت میں لیکر وہ عجائب کام دکھاتی ہے جو دنیا کی نظر میں بعید از قیاس اور ناممکن ہوتے ہیں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۵ء میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے قرب الٰہی پانے کے ایک نئے روحانی نظام کی بنیاد ڈالی جس کو نظام وصیت کہا جاتا ہے۔ یہ مومن اور منافق میں امتیاز کرنے والا نشان بھی ہے اور جو اس نظام میں صدقِ دل سے شامل ہوتے ہیں اور شرائط کی پوری پوری پابندی کرتے ہیں ان کو حقیقی معنوں میں متّقی بنانے کا یقینی ذریعہ بھی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ خاص طور پر نظر شفقت کرتا ہے اور انہیں دنیا و آخرت کی نعمتوں سے نوازتا چلا جاتا ہے۔ ان کی دعائیں سنتا اور ان کی دلی مرادیں انہیں عطا کرتا ہے کہ یہ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جنہوں نے دنیاوی خواہشات کو پس پشت ڈال کر مرضیٔ مولیٰ کو ہر چیز پر مقدم کر لیا ہوتا ہے۔ بیماری اور موت کے حوالہ سے بھی وہ اللہ تعالیٰ کے محبت بھرے سلوک کا فیض پاتے ہیں۔

صدقِ دل سے نظام وصیت میں شامل ہونے موصی احباب و خواتین کو جو برکات اس دنیا میں ملتی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آخرت کی ابدی زندگی میں مقدر کر رکھی ہیں ان کا کوئی شمار نہیں۔ اس سلسلہ میں ایک ایمان افروز مثال قارئین کرام کی خدمت میں رکھتا ہوں۔ یہ مثال ہے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ایک مخلص اور وفا شعار صحابی حضرت حافظ محمد امین صاحب رضی اللہ عنہ مہاجر کی جو 1861ء میں پیدا ہوئے اور 1891ء میں بیعت کرنے کا شرف پایا۔ آپ کے ایمان افروز حالات زندگی آپ کے بیٹے مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب سیکرٹری بہشتی مقبرہ و آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان دار الامان نے مرتب کر کے 1953ء میں "حیاتِ امین" کے نام سے ایک مختصر کتاب میں شائع کئے ہیں۔ محترم حافظ محمد امین صاحبؓ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نظام وصیت میں شامل ہوئے اور اس بابرکت نظام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو غیر معمولی حالات میں مرض الموت سے شفاء عطا فرمائی اور بعد ازاں قریباً پندرہ سال مزید زندگی سے بھی نوازا۔ بالآخر ان کی وفات 14/جنوری 1950ء کو ہوئی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین نصیب ہوئی۔ اس ایمان افروز واقعہ کی تفصیل مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"حضرت والد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسالہ الوصیت کی شرط دوم کے مطابق 15/اپریل 1915ء کو وصیت کی تھی جس کا نمبر 921 تھا۔ مگر کسی خاص کمی کی وجہ سے دفتر والوں نے آپ کی وصیت کا فارم درست کرنے کیلئے واپس کر دیا اور آپ نے غلطی سے ان کاغذات کو وصیت کی منظوری کی اطلاع سمجھتے ہوئے اپنے صندوق میں محفوظ کر کے رکھ لیا۔ ماہ ستمبر 1935ء میں جب آپؓ درد گردہ کی وجہ سے سخت بیمار ہو گئے اور بظاہر زیست کی اُمید نہ رہی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ میرا آخری وقت معلوم ہوتا ہے اس لئے میں بتانا چاہتا ہوں کہ مَیں نے وصیت کی ہوئی ہے اور وصیت کے کاغذات میرے صندوق میں رکھے ہوئے ہیں۔ میری خرید کردہ زمین کے وصیت کردہ حصہ کی قیمت دفتر والوں کو ادا کر دینا۔

میں نے جب وصیت کے کاغذات نکال کر دیکھا تو علم ہوا کہ دفتر مقبرہ بہشتی کی طرف سے وصیت کے کاغذات درستی کے لئے آپ کو واپس دیئے گئے تھے نہ کہ وصیت کی منظوری کی اطلاع تھی۔ جب مَیں نے آپؓ پر اس معاملہ کی وضاحت کی تو آپ نے بہت افسوس اور رنج کا اظہار فرمایا کہ میں لاعلمی میں رہا۔ چنانچہ آپؓ نے فرمایا کہ حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کریں کہ اب کیا ہو سکتا ہے۔

میں نے حضرت مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق سب حالات بیان کئے تو آپ نے بھی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولوی سیّد محمدؐ سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیکرٹری مقبرہ بہشتی سے اس بارہ میں دریافت کر کے مناسب کارروائی کی جائے۔ حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلی وصیت تو منظور نہیں ہوئی۔ اور موجودہ حالت میں نئی وصیت کرنا بھی درست نہیں کیونکہ بیماری کی حالت کی وصیت قبول نہیں ہوتی۔ ہاں حافظ صاحب کو چاہیئے کہ صحت یاب ہو کر جلد دوبارہ وصیت کر دیں۔ چنانچہ مَیں نے حضرت والد صاحبؓ کی خدمت میں عرض کیا تو آپؓ نے فرمایا اچھا اب جو تقدیر میں ہے وہی ہوگا اور متواتر دعا مانگی کہ خدایا مجھے ایک دفعہ بیماری سے صحت عطا فرما تا کہ میں پھر وصیت کر سکوں۔ کیونکہ جیسا کہ تو جانتا

باقی صفحہ نمبر 25 پر ملاحظہ فرمائیں

(تقریر برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان 2005ء)

خلافت کی ضرورت، اہمیت اور اس کی برکات

(عبد الوہاب آدم۔ امیر و مشنری انچارج گھانا)

﴿وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِى ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِىۡ شَيۡـئًا ؕ وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴾ (سورۃ النور56)

یہ آیات جو مَیں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ مومنوں سے خلافت کا وعدہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

''اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ اور جو دین اس نے ان کیلئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اسے مضبوطی سے قائم کردے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کیلئے امن کی حالت تبدیل کردے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے''۔

۞...... خلافت کے معنی نیابت اور جانشینی کے ہوتے ہیں۔ قرآنی اصطلاح میں خلیفہ کا ایک معنی نبی کا ہے جو دراصل اللہ کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا معنی نبی کا قائم مقام اور اس کا جانشین ہوتا ہے۔ ان معنوں کے لحاظ سے خلافت نور نبوت کا تسلسل ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا:

''مَا كَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ''۔

(کنز العمال حدیث نمبر32246)

کہ ہر نبی کے بعد لازماً خلافت کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس امر پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے''۔

(شہادت القرآن۔ روحانی خزائن جلد6 صفحہ353)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد ''قدرت ثانیہ'' کے نام سے خلافت کی خوشخبری سنائی تھی۔ فرمایا:

''مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے...... چاہئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں، میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں''۔

(رسالہ الوصیت صفحہ7-9)

۞...... آیت استخلاف میں خدا تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اس آیت کی ترکیب میں کئی تاکیدی حروف اور الفاظ استعمال کر کے اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ خلیفہ کا بنانا کسی انسان یا حکومت کا کام نہیں ہے بلکہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے علماء اور بادشاہوں کی متعدد کوششوں اور بے حد زور لگانے کے باوجود ان سے خلیفہ نہ بن سکا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت الحاج مولانا حکیم نور الدین ؓ کو خلیفہ بنایا تو آپ نے نظام خلافت کو مضبوطی سے قائم فرمایا اور پرشوکت الفاظ میں فرمایا:

''مجھے نہ کسی انسان نے، نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور نہ مَیں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑنے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ اس خلافت کی رداء کو مجھ سے چھین سکے''۔

(اخبار بدر 4جولائی 1912ء)

پھر فرمایا:

''مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ جس طرح ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ بنایا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے''۔

(اخبار بدر 12جنوری 1912ء)

۞...... خلیفہ کا وجود غیر معمولی خوبیوں کا مالک ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں خلیفہ ''جماعت کے بزرگ'' ہوتے ہیں اور ''نفس پاک'' بھی رکھتے ہیں۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ ان کو چنتا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثال ہمارے سامنے ہے: آپ اپنے ایمان پر مضبوط ایسے شخص تھے جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دلیل نہیں مانگی۔

اسی طرح حضرت ابوبکر ؓ قرآن مجید کا گہرا فہم رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عمر ؓ جیسے جلیل القدر صحابی مارے غم کے اس قدر نڈھال تھے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر کرنے پر قتل کی دھمکی دیتے تھے۔ اُس وقت ہاں اس نازک وقت جبکہ ساری امت محمدیہ کو ایک خطرناک ابتلا درپیش تھا، اس وقت حضرت ابوبکر ؓ اٹھے اور ایک آیت قرآنی ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ﴾ (آل عمران145) یعنی محمد ؐ ایک رسول ہیں ان سے پہلے کے سارے رسول وفات پا چکے ہیں۔ اس سے آنحضرت ؐ کی وفات ثابت فرمائی۔

صحابہ کہتے ہیں کہ ایسا لگتا تھا جیسا کہ یہ قرآنی آیت پہلی دفعہ آسمان سے نازل ہو رہی ہے۔

پھر کون نہیں جانتا کہ حضرت ابوبکر ؓ ہی تھے جو قربانیوں میں سب سے آگے تھے۔ آنحضرت ؐ نے ایک بار مالی تحریک پیش فرمائی تو حضرت ابوبکر ؓ اپنے گھر کا سارا مال لے آئے۔ پھر حضرت ابوبکر ؓ ہی تھے جو سب سے بڑھ کر اطاعت رسول میں سرشار نظر آتے ہیں۔ خلافت کے منصب پر آتے ہی ہر قسم کے مخالفانہ حالات کے باوجود جب ہر ایک کہتا تھا کہ مدینہ سے ہرگز لشکر باہر نہ بھجوائیں کیونکہ خطرہ تو یہاں ہے نہ کسی اور جگہ تو فرمایا:

''ابوقحافہ کے بیٹے کی مجال کیا ہے کہ اُس لشکر کی روانگی میں تاخیر کردے جسے آنحضرت ؐ نے روانہ ہونے کا حکم دیا ہے''؟

پھر دیکھو کہ آنحضرت ؐ کے مکہ سے مدینہ کے بابرکت سفر میں حضرت ابوبکر ؓ ہی تھے جن کو آنحضرت ؐ کی معیت کی سعادت ملی۔

یہ اتفاقی بات نہیں کیونکہ یہی حال حضرت الحاج مولانا نور الدین صاحب کا تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے خلیفہ بنے۔ حضرت مسیح موعود ؑ کے بلانے پر وہ سب کچھ چھوڑ کر کامل اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے چل پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے حق میں یہ تعریفی کلمات کہے:

چہ خوش بودے گر ہر یک زامت نور دین بودے
ہمیں بودے گر ہر دل پراز نورِ یقین بودے

کیا ہی اچھا ہوتا اگر جماعت کا ہر فرد نور الدین ہوتا ایسا ہی ہوتا اگر ہر دل یقین کے نور سے پُر ہوتا۔

اس مضمون کے سمجھنے کیلئے یہ بات بہت ضروری ہے۔ چنانچہ ہمارے لاہوری بھائیوں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد حضرت الحاج مولانا حکیم نور الدین ؓ تقویٰ، علم، قربانی اور اطاعت رسول میں جماعت کے ہر فرد سے بڑھ کر تھے۔

ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ **خلیفہ اپنے زمانہ میں اطاعت رسول، فہم قرآن، ایمان اور قربانیوں میں سب سے آگے ہوتا ہے۔**

فہم قرآن کے سلسلہ میں ہمارا مشاہدہ ہے کہ ضرورت پر اللہ تعالیٰ خود اپنے پیارے خلیفہ کو قرآن مجید سکھاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مصلح موعود ؓ فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ سکھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا تھا۔ چنانچہ آج بھی حضرت مصلح موعود ؓ کی تفاسیر موجود ہیں، جو چاہے پڑھ کر خود فیصلہ کرلے کہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خلیفہ کو خود قرآن مجید سکھاتا ہے۔

۞...... **خلافت آج کی اہم ضرورت ہے** اس سے انکار ہرگز ممکن نہیں۔ آپ نے خلافت کانفرنس کے انعقاد کے بارہ میں ضرور متعدد بار سنا ہوگا۔ کبھی لاہور میں کبھی لندن میں اور کبھی کسی اور جگہ پر خلافت کانفرنس منعقد کی جارہی ہے۔ لیکن دیکھنے والی بات یہ ہے کہ کیا ان کوششوں کے نتیجہ میں کوئی خلیفہ بنا؟۔

خواہ یہ کوششیں اپنے مقصد میں کامیاب ہوں یا نہ ہوں ان سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ عالم اسلام کو کس شدت سے خلیفہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

افریقہ میں ایک ضرب المثل ہے کہ ایک انسان بغیر ہاتھ پاؤں اور دیگر انسانی اعضاء کے زندہ رہ سکتا ہے لیکن کیا کسی نے یہ دیکھا ہے کہ ایک انسان بغیر سر کے زندہ رہا ہو؟ پس عالم اسلام بغیر امام کے کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آخری زمانہ میں امام کے ساتھ وابستہ رہنے پر جتنا زور دیا اس حدیث سے پتہ چلتا ہے۔ فرمایا:

''اگر تم دیکھ لو کہ اللہ کا خلیفہ زمین میں موجود ہے تو اس سے وابستہ ہو جاؤ اگرچہ تمہارا بدن تار تار کر دیا جائے۔ اور تمہارا مال لوٹ لیا جائے''۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر22333)

آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح ارشاد کے برخلاف عالم اسلام، احمدیہ جماعت کے علاوہ ''سر'' کے بغیر ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عالم اسلام کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کیا جائے۔ اس ضرورت کے اظہار کیلئے مکہ سے نکلنے والے ایک رسالہ نے اداریہ لکھا ہے۔ اس رسالہ کا نام Muslim World League ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ:

How can Muslims who are divided into numerous sects. races, cultures, language, habits, interests and alignments be brought into one unit under the leadership of Khalifatul Muslimeen. This is an important question of the time and we submit this prime question to the leaders of the Ummah. *(Muslim World League)*

(1975اشاعت جنوری 1975)

کہ اس زمانہ میں مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان، جن کی تہذیب و تمدن مختلف، زبانیں مختلف، جن کی عادات جدا جدا اور الگ الگ رجحانات اور دلچسپیوں کے مالک ہیں۔ اس صورت میں کیسے ممکن ہے کہ مسلمانوں کو ایک خلیفۃ المسلمین کی قیادت میں وحدت کی لڑی میں پرو یا جائے''؟

رسالہ کے مدیر لکھتے ہیں'' آج کے دور کا یہ ایک اہم سوال ہے۔ ہم یہ سوال ساری امت کے راہنماؤں اور دانشوروں کے سامنے رکھتے ہیں کہ وہ اس کا جواب دیں''۔

اس حوالہ سے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ عالم اسلام کو خلیفۃ المسلمین کی ضرورت و اہمیت تو شدت سے محسوس ہوتی ہے لیکن افسوس کہ عالم اسلام پر اس قدر بے بسی اور مایوسی چھائی ہوئی ہے کہ وہ اس زمانہ میں خلیفہ کا ہونا ناممکن قرار دیتے ہیں۔

اہل مکہ کی طرف سے اٹھنے والے سوال کا جواب تو اللہ نے چودہ سو سال پہلے آیت استخلاف میں واضح طور پر تاکید در تاکید کے ساتھ دے دیا تھا کہ ایسے ایمان لانے والے جو عمل صالح بھی بجا لاتے ہیں کے ساتھ خدا کا پکا وعدہ ہے کہ وہ خود ایسی قیادت فراہم کرے گا جو اُمت مسلمہ میں وحدت پیدا کرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ؐ نے بھی ''خلافت علیٰ منهاج النبوۃ'' کی خوشخبری دی تھی۔

۞...... دراصل خلافت کی بنیادی شرط ایمان اور عمل صالح ہے۔ بدقسمتی سے اس زمانہ کے مسلمانوں میں نہ ایمان رہا اور نہ ہی عمل صالح۔ پھر خلافت ان میں کس طرح قائم ہو۔

چند ہی سال کی بات ہے کہ مراکش کے بادشاہ King Hassan نے یہ دردناک کلمات کہے:

''ایک وہ زمانہ تھا کہ سارا یورپ مسلمانوں کے صرف ایک ملک کے نام سے لرزتا تھا۔ آج ایک چھوٹا سا ملک ہے جس کے بالمقابل سارے عرب ممالک دم نہیں مار سکتے۔ اس بات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ کے مسلمان حقیقی مسلمان نہیں رہے''۔

ہم میں خلافت کا قیام اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ عنداللہ جماعت احمدیہ ہی واحد اسلامی جماعت ہے جو خلافت کے شرائط یعنی ایمان اور عمل صالح کو پورا کرتی ہے۔

سوائے احمدیو! جو دنیا کے مختلف ممالک میں آباد ہو ہم پر اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل ہے کہ اس نے ہمیں خلافت جیسی عظیم نعمت عطا کی ہے۔

۞...... جماعت احمدیہ کی تاریخ میں خوف کے کئی ادوار آئے۔ وقت کی قلت کے باعث چند واقعات کا ذکر کرتا ہوں تا کہ پوری دنیا اس بات کی گواہی دے کہ کس شان سے اللہ تعالیٰ نے اس جماعت سے جو وعدے کئے تھے کہ خوف کے مواقع کو امن میں تبدیل کردے گا، پورے کئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر جماعت کو کتنے خوف کی حالت کا سامنا ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کس شان سے ہم میں خلافت کا نظام جاری فرما کر جماعت کے خوف کو امن میں تبدیل کر دیا۔ درحقیقت ہر خلیفہ کی وفات پر جماعت نے خوف کی حالت دیکھی ہے اور ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے معجزانہ طور پر اپنی قدرت دکھائی ہے۔

یہ تو ہمارے اپنے سامنے کی بات ہے کہ جماعت کے مخالفین جب خوشیاں منا رہے تھے کہ حضرت خلیفہ رابع ؒ کی وفات پر جماعت منتشر ہو جائے گی اور انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ اب تو MTA بھی ہے۔ اس پر دیکھ لینا کہ جماعت میں کس سرعت سے تفرقہ پھوٹ پڑتا ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی آنکھوں سے کیا نظارہ دیکھا؟

دنیا جہاں کے احمدی مسلمان ہر قوم سے ہزاروں کی تعداد میں اُس رات مسجد فضل لندن میں اور اس کے ارد گرد جمع تھے۔ خلیفہ بننے کے بعد جب مسجد میں موجود احباب کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا'' بیٹھ جائیں'' تو اُس

وقت یہ سارے کے سارے احمدی، کیا وہ احمدی جو مسجد کے اندر تھے اور کیا وہ احمدی جو مسجد کے باہر تھے، کیا وہ احمدی جو یورپ کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے تھے، یا امریکہ سے آئے ہوئے تھے یا آسٹریلیا سے آئے ہوئے تھے یا ایشیاء سے آئے ہوئے تھے یا افریقہ سے آئے ہوئے تھے، وہ سب کے سب مجسم اطاعت بنکر بیک وقت بیٹھ گئے۔ تب جماعت کے مخالفین کی خوشی غم میں بدل گئی اور انہوں نے گواہی دے دی کہ یہ جماعت منتشر ہونے والی جماعت نہیں ہے۔ یہ جماعت مٹنے والی جماعت نہیں۔ بلکہ یہ مسلمانوں کی واحد جماعت ہے جو خود زندہ ہے اور دوسروں کو بھی زندہ کرنے والی ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ 1947ء میں بڑے خوف و ہراس کے حالات تھے۔ مخالفت کا ایک طوفان تھا جو ہر طرف آیا ہوا تھا، اُس وقت احمدی مسلمانوں پر ظلم کی کیا شکل تھی، اس کا نقشہ لندن کے اخبارات The Times اور The Telegraph نے یوں کھینچا:

Mobs sworn to obliterate all vestiges of the Ahmadiyya Movement roamed the streets slaugherting Ahmadi men, women and children, burning their houses, destroying their mosques and tearing down and trampling upon the Holy Quran. By the time, the mob fury abated, 30 mosques were burnt, scores of libraries were destoryed 500 houses were looted and set on fire, 600 shops were ransacked. Thousands fled their homes for refuge and the number of dead ran into dozens. This is corroboarated by reports published in the Telegraph London (31-05-1947)

The Times, London (09-06-1947) and Minarat, Calicut (June- Sep 1947)

The Muslim Herald, London (15 April 1976)

ترجمہ: ”بہت بڑا ہجوم جس نے تحریک احمدیت کا نام و نشان مٹانے کی قسم کھا رکھی تھی۔ احمدی مرد و خواتین کو ذبح کرتے ہوئے ان کے گھروں کو جلا کر راکھ بناتے ہوئے ان کی مساجد مسمار کرتے ہوئے اور قرآن مجید کے اوراق پھاڑ کر انہیں پاؤں تلے روندتے ہوئے، سڑکوں پر ہر طرف گشت کرتا رہا۔ جب اس ہجوم کا غصہ کم ہوا تو اس وقت تک 30 مساجد جل کر راکھ بن چکی تھیں۔ لائبریریوں کے آثار مٹ چکے تھے۔ 500 گھروں کو لوٹ کر نذر آتش کر دیا گیا تھا 600 دکانوں کو لوٹ مار کا نشانہ بنایا جا چکا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں احمدیوں کو اپنی جانیں بچانے کے لئے گھروں سے بھاگنا پڑا۔ ان ہلاک ہونے والوں کی تعداد درجنوں تک پہنچنے لگی“۔

ایک اور رپورٹ میں لکھا:

They were Tossed down from the roofs and their marrows were strewn out. At some places Ahmadi couples were murdered, their intestines squeezed out and thrown before their terrified relatives. At a place calld Mianwali, a woman's eyes were gouged out and then she was killed along with her husband.

(The Muslim Herald, London, 16 April 1976)

ترجمہ:۔ احمدیوں کو مکانوں کی چھتوں سے اس طرح نیچے پھینکا گیا کہ ان کے دماغوں سے مغز باہر نکل آیا۔ کچھ مقامات پر میاں بیوی دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ان کی انتڑیوں کو نکال کر ان کے ڈرے ہوئے رشتہ داروں کے سامنے پھینک دیا گیا۔ میانوالی میں ایک عورت کی آنکھیں نکال دی گئیں اور اُسے خاوند کے ہمراہ موت کی ابدی نیند سلا دیا گیا“۔

جماعت پر یہ بیحد خوف کی کیفیت تھی۔ احمدیوں کو نابود کرنے کی یہ خوفناک سازش تھی۔ ساری دنیا کے احمدی شاہد ہیں کہ جن بھائیوں کی دکانیں جلا دی گئیں تھی اور گھر مسمار کردئے گئے تھے۔ جن کی فصلیں تباہ کر دی گئیں تھیں، جب خلیفہ وقت سے ملاقات کر کے باہر نکلتے تو اُن کے چہروں پر مسکراہٹ ہوتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے کیا خوب فرمایا تھا کہ:۔

”کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو ہماری مسکراہٹیں چھین سکے“۔

خلیفہ کی راہنمائی اور دعاؤں کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ جماعت احمدیہ اُس خوف میں سے، امن کے ساتھ باہر نکلی۔ یہ مخالفین، جماعت کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکے۔ آج خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ دنیا کے 181 ممالک میں فتح کے جھنڈے گاڑ رہی ہے اور وہ دشمن احمدیت جو جماعت کو نابود کرنے اٹھا تھا وہ ناکام و نامراد رہا۔ اور وہ جو ہماری مسکراہٹیں چھیننے آیا تھا خود اس کی زندگی کا جام چھن گیا اور پھانسی اس کا مقدر بنی۔

خلافت رابعہ کے دور میں حکومت پاکستان کے صدارتی آرڈیننس سے ازحد خوف و ہراس کی کیفیت پیدا ہوئی۔ طرح طرح کی پابندیاں تھیں۔ احمدیوں نے جیلوں میں جانا پسند کیا لیکن کلمہ طیبہ کا دامن نہ چھوڑا۔ احمدی مسلمان ہو کر بھی مسلمان نہیں کہلا سکے۔ جماعت کے بہت سے احباب نے جانی قربانی کی توفیق پائی اور اسیران راہ مولیٰ جیسی اصطلاحوں نے جنم لیا۔

اللہ کی خاطر احمدیوں کی جانی قربانی کی مثال وہ 218 سے زائد شہداء احمدیت ہیں جنہوں نے بڑی جوانمردی سے شہادت کو گلے لگایا۔ ایک باپ کے سامنے اس کے بیٹے کو ذبح کیا گیا۔ مخالفوں نے بیٹے کی لاش کی طرف اشارہ کر کے باپ کو یوں مخاطب کیا۔ اگر تم احمدیت سے باز نہ آئے تو تمہارا بھی یہی حشر کریں گے۔ اس عظیم باپ نے کہا:

یہ تو میرا بیٹا تھا۔ اس کی تربیت مَیں نے کی تھی۔ کیا تم مجھے ایمان میں اپنے بیٹے سے بھی کمتر سمجھتے ہو۔ جو کرنا ہے کر ڈالو مجھے اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔ یوں بیٹا اور پھر باپ دونوں نے احمدیت کی خاطر تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

اس واقعہ سے صحابی رسول حضرت خبیبؓ یاد آتے ہیں جنہوں نے اسلام کے دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہونے سے قبل یہ شعر پڑھا تھا:

لَسْتُ اُبَالِی حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی ای جَنْبٍ کان لِلّٰہِ مَصْرَعِی
وذالک فی ذات الالٰہِ وان یشاء
یُبَارِک علی اوصال شلْوِ مُمَزَّعٍ

یعنی جب مَیں مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کیا جارہا ہوں تو مجھے اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہیں کہ جب جان دوں گا تو میرا جسم کس کروٹ گرے گا۔ یہ سب کچھ اللہ کے لئے ہے۔ اگر اللہ چاہے تو میرے جسم کے ذرہ ذرہ میں برکات نازل فرمائے گا۔

❁...... آرڈیننس کی بات ہو رہی تھی۔ اس زمانہ کے مسلمانوں کے ایمان اور عمل کی حالت کی ایک عجیب و غریب مثال یہی صدارتی آرڈیننس ہے۔ پاکستان کے اُس وقت کے ایڈووکیٹ جنرل نذیر احمد غازی نے عدالت کو بتایا کہ احمدیوں کو ”بسم اللہ“ ”السلام علیکم“، ”انشاءاللہ“ وغیرہ کہنے پر اس لئے تین سال قید کی سزا دی گئی ہے کہ یہ الفاظ قرآن مجید میں ہیں اور ان کو یہ الفاظ استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں۔

(جنگ اخبار 17 جولائی 1992ء)

ذرا ان کی عقل کا اندازہ لگائیں۔ قرآن مجید میں لفظ ”تجارت“ ہے ”سور“ ہے ”بندر“ ہے کیا احمدی یہ الفاظ استعمال نہ کریں؟ ایک احمدی طالب علم ”قلم“ دوات اور کتاب کا نام نہ لے کیونکہ یہ الفاظ قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں؟۔

اس آرڈیننس کے ذریعہ ضیاء الحق کا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ پر ہاتھ ڈالنے کا جو خوفناک منصوبہ تھا وہ کسی احمدی سے پوشیدہ نہیں۔ ہر قسم کی Intelegence آپ کا پیچھا کر رہی تھی مگر خدا نے اپنی قدرت کا عجیب معجزہ دکھایا ساری کی ساری Intelegence کی آنکھوں پر پردہ ڈالا اور حضور ان کی آنکھوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے خیریت سے لندن پہنچے۔ اور جماعت کو جو خوف لاحق تھا وہ امن میں بدل گیا۔

اسلم قریشی کے اغوا اور قتل کا سراسر جھوٹا الزام دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر اپنے پیارے خلیفہ کا ساتھ دیا اور اسلم قریشی خود منظر عام پر آ گیا۔ اس زمانہ کے علماء اسلام کو اتنی بھی حیاء نہ آئی کہ معذرت کا کوئی بیان ہی جاری کرتے اور حضورؒ سے معافی مانگتے۔

اس صدارتی آرڈیننس سے خوف کی جو کیفیت تھی اور جس معجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ نے اس خوف میں سے نکال کر امن سے نوازا۔ اس کا نقشہ اس قرآنی آیت میں خوب کھینچا گیا ہے۔

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (الانفال:27)

ترجمہ ”اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اور زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے اور ڈرا کرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لے جائیں تو اس نے تمہیں پناہ دی اور اپنی نصرت سے تمہاری تائید کی اور تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا تاکہ تم شکر گزار بنو۔

اس آیت کے مطابق جب خوف کے حالات حد سے بڑھ گئے اور جماعت کو انتہائی کمزور سمجھا گیا تو خدا نے اپنے خلیفہ اور اس کی جماعت کو فَاٰوٰكُمْ کا نظارہ دکھایا۔ **اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلیفہ کی راہنمائی اور دعاؤں سے ہزاروں احمدی خوف کے مقامات سے نکل کر دنیا بھر میں پھیل گئے۔** اور خدائی وعدہ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ کے تحت احمدیوں پر رزق کے وسیع دروازے کھول دئے گئے۔ آج احمدی ہی ہیں جو دنیا بھر میں حقیقی اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ اور وہ دشمن جس نے ہم پر خوف کے حالات پیدا کئے وہ ناکام و نامراد رہا۔ اُسے نہ تو آسمان نے قبول کیا اور نہ زمین نے جگہ دی۔ اپنے پیارے خلیفہ کی خاطر خدا نے اُسے فضاء میں جلا کر راکھ کر دیا۔

وہ انسان جس کے پیچھے دشمن لگا ہو وہ تو پریشان ہو جاتا ہے۔ اُسے کچھ نہیں سوجھتا۔ وہ انہی سوچوں میں گم رہتا ہے۔ اور اس کی قوتِ عمل مفقود ہو جاتی ہے۔ مگر کیا یہ عجیب بات نہیں کہ خلفاء احمدیت ان خطرناک مواقع پر بھی جماعت کی قیادت اور راہنمائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔

احرار نے جماعت احمدیہ کو India سے ختم کرنے کی قسم کھائی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریک جدید کی بنیاد رکھی اور جماعت کو ساری دنیا میں پھیلانے کا منصوبہ بنایا۔ گویا آپ نے بزبانِ حال احرار کو دعوت دی کہ ”آؤ ہمارا پیچھا کر کے دکھاؤ“ تم ہم کو کہاں کہاں سے مٹاؤ گے؟ ہم تو ہر سمت پھیلنے والے ہیں۔ اگر ہمت ہے تو آؤ اور ساری دنیا میں ہمارا پیچھا کرو۔

پھر ربوہ کے قیام کا معجزہ دیکھیں خاکسار کو 1956ء میں ربوہ جانے کی سعادت ملی۔ مَیں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا کہ اُس وقت بھی ربوہ ایک بے آب و گیاہ بنجر بیابان جگہ تھی جہاں نہ سبزہ نہ پانی، نہ بجلی نہ ٹیلیفون، آندھی آئے تو ساری فضاء کالی سیاہ ہو جاتی تھی۔ اور سر چھپانے کیلئے جگہ نہ ملتی تھی۔

ماضی میں آباد کرنے کی ہر کوشش ناکام ہوئی۔ جب اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تحت احمدی قادیان سے نکلے تو جماعت کو ایک اور مرکز کی ضرورت پڑی۔ جماعت کو اس غرض کیلئے یہی بنجر زمین ملی۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یہاں مرکز بنانے کا فیصلہ کیا تو یہی بنجر زمین سرسبز و شاداب شہر بن گیا۔

❁...... ربوہ کا قیام اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں ایک ناقابل تردید معجزہ ہے اور ثابت کرتا ہے کہ **اللہ تعالیٰ اپنے پیارے خلیفہ کے منصوبوں کو کس شان سے کامیاب بناتا ہے۔**

گھانا کے ایک سفیر General C.C. Bruce ربوہ تشریف لے گئے۔ انہوں نے شہر دیکھا۔ جب ان کو ربوہ شہر کی تاریخ بتائی گئی تو کہنے لگے کہ اس شہر کا قیام اکیلا ہی ہستی باری تعالیٰ کا زبردست ثبوت ہے۔ Mr. Acquaron انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے رجسٹرار تھے۔ ایک بار وہ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے ساتھ ربوہ تشریف لے گئے۔ واپسی پر انہوں نے لندن میں ربوہ کے متعلق اپنے تاثرات بیان کئے۔ فرمایا: میں دنیا کی ایک بستی دیکھ کر آیا ہوں جہاں ہر ترقی یافتہ شہر کا ایک ایک مفید ادارہ اور ہر جدید ترین سہولت میسر ہے۔ ہسپتال، سکول، کالج Research Centre مسجدیں، دفاتر لائبریری، بجلی ٹیلیفون غرض ہر مفید چیز اور اچھی خوبی موجود ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ دوسرے ترقی یافتہ شہروں میں جو خامیاں ہیں اور برائیاں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے اس شہر ربوہ میں کوئی بھی برائی نہیں ہے۔

شائد یہ وجہ ہے کہ آج کل کے مُلّاں صاحبان یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ ہم ان مُلّاؤں کو کہتے ہیں کہ ربوہ کب بند شہر رہا ہے؟ یہ شہر تو پہلے دن سے کھلا ہے کیونکہ یہاں شروع سے ہی دنیا بھر سے غیر ملکی آتے رہے ہیں جو یہاں سے اسلام کا نور لے کر اپنے اپنے ممالک کو لوٹتے۔ لیکن اگر ”کھلا شہر“ سے ان ملاؤں کی مراد باقی شہروں کی طرح سنیما اور دیگر بداخلاقیوں کے اڈے بنانا ہے تو ہم ان مُلّاؤں کو بتاتے ہیں کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

ربوہ ہی کا واقعہ ہے کہ جب 1953ء میں جماعت کے مخالفین نے ربوہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا تو حضرت مصلح موعودؓ نے مسجد مبارک میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کو ہماری مدد کیلئے دوڑتا ہوا دیکھتا ہوں۔ اور بعد کے حالات نے ثابت کیا کہ حضورؓ نے واقعی اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اُس خوف کے امن میں تبدیل ہونے کا اعلان فرمایا تھا۔

دیکھیں کہ کس طرح ایک خلیفہ جماعت کو خوف کی حالت سے نکال کر مجلس نصرت جہاں کے عظیم الشان منصوبہ کی بنیاد ڈالتا ہے۔ جس کے تحت افریقہ میں ہزارہا طلباء جماعت کے تعلیمی اداروں میں علم حاصل کر رہے ہیں۔ اور لکھو کھہا مریض جماعت کے ہسپتالوں سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

پھر دیکھیں کہ ایک خلیفہ نے جماعت کو خوف کی حالت سے نکال کر Humanity First جیسے مفید ادارہ کی بنیاد

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Mobile: 0780-3298065 Fax: 020 8871 9398

اڈالی۔ جس کے ذریعہ Rwanda اور Bosnia کے مظلوموں اور Tsunami اور زلزلہ کے متاثرین اور دُکھی انسانوں کی ہمدردانہ اور مخلصانہ امداد اور خدمت کا انتظام کیا جاتا ہے۔ پھر یہ بھی دیکھیں کہ کس طرح ایک خلیفہ نے جماعت کو خوف کی حالت سے نکال کر 700 سال کے طویل عرصہ کے بعد Spain کی سرزمین میں سب سے پہلی مسجد تعمیر کروائی۔ جس سے ہر روز پانچ دفعہ اللہ اکبر کی آواز بلند کی جاتی ہے۔

پھر یہ بھی دیکھنے والی بات ہے کہ کس طرح ایک خلیفہ نے جماعت کو خوف کی حالت سے نکال کر یورپ کے وسط لندن میں یورپ کی سب سے بڑی اور عالی شان مسجد 'بیت الفتوح' تعمیر کروائی ہے۔ جہاں سے حقیقی اسلام کی تبلیغ کونے کونے میں کی جارہی ہے۔

مَیں پوچھتا ہوں کہ جس انسان کے پیچھے دشمن لگا ہو، کیا اس کی قوتِ عمل مفقود ہو جاتی ہے یا تیز سے تیز ہو جاتی ہے۔ **خلیفہ ہی ایک ایسا وجود ہے جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق خوف اور خطرہ کے ناقابل برداشت حالات میں بھی اسلام اور بنی نوع انسان کو خدمت میں تیزی سے آگے بڑھاتا چلا جاتا ہے۔**

❁...... خلافت کی راہنمائی اور دعاؤں سے جماعت میں کس قدر نظم و ضبط اور تنظیم ہے۔ ایک غیر احمدی اپنے کسی احمدی دوست کے کہنے پر ربوہ دیکھنے گئے۔ انہوں نے جب اُسے ربوہ کا قبرستان دکھایا تو وہ غیر از جماعت دوست بیساختہ کہنے لگے کہ جس جماعت کے مردے اتنے منظّم ہوں اور ایسا نظم و ضبط ہو اس جماعت کے زندوں کا کیا حال ہوگا؟ اور ایسے زندوں کی جماعت کا کیا مقابلہ کیا جاسکتا ہے؟

❁...... آج بدقسمتی سے لفظ "مسلمان" کے ساتھ Terrorism کو منسلک کردیا گیا ہے۔ اسلام کی طرف دہشت گردی منسوب کی جارہی ہے۔ اس کے برخلاف آپ دنیا کے کسی کونے میں جائیں۔ ہر ملک سے آپ کو یہی آواز آئے گی کہ "احمدیت" کے نام کے ساتھ صرف اور صرف "امن، محبت اور بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت" منسلک ہے۔

اس کی ایک اہم وجہ خلفاء کے دورہ جات ہیں۔ خلیفۂ وقت جہاں بھی دورہ فرماتے ہیں وہاں کے دانشور طبقہ اور عوام بھی اس بات کے قائل ہو جاتے ہیں کہ احمدیت امن پسند جماعت ہے اور اسلام کی صحیح تصویر پیش کرتی ہے۔ پچھلے سال کی بات ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گھانا کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اپنے خطاب سے نوازا۔ خطاب کے معاً بعد Canada کے سفیر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے جن باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے وہ دنیا کے امن کیلئے بہت ہی مفید ہیں"۔

آپ دیکھیں کہ یہی مغربی اقوام جو اسلام پر دہشت گردی اور Terrorism کا الزام لگاتے ہیں، انہیں اقوام کا ایک سفیر خلیفۃ المسیح کی تقریر سن کر مجبور ہو جاتا ہے اس بات کے اعتراف پر کہ واقعی اسلام امن کا علمبردار ہے۔

افریقہ کے ایک ملک میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ کوئی پیغام دینا چاہیں تو حضور نے فرمایا:

Love, Love and Love,

Peace Peace and Peace

یعنی محبت، محبت اور محبت، امن امن اور امن۔

یہ صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ عمل بھی یہی ہے۔ گزشتہ سال لندن میں بم دھماکے ہوئے۔ بظاہر ناممکن تھا کہ اس واقعہ کے معاً بعد ایک اسلامی جماعت کو لندن میں جلسہ کرنے کی اجازت ملے چہ جائیکہ Security Zone میں۔ جماعت احمدیہ کو جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی اجازت دے کر اس جماعت کی امن پسندی کو تسلیم کیا گیا۔ انگلستان کے ایک ممبر آف پارلیمنٹ Hon Tony Coleman نے اس جلسہ پر اپنے تبصرہ میں اس بات کا اعتراف کیا۔ فرمایا "اس جلسہ کے انعقاد سے پتہ چلتا ہے کہ اس ملک کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح راسخ ہے کہ احمدیت امن اور سلامتی کا نام ہے۔ نہ کہ تخریب کاری اور دنگا فساد کا۔

❁...... **خلافت کی ایک نمایاں اور عظیم الشان برکت مسلم ٹیلیویژن احمدیہ ہے۔** ایک وقت تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی شدید خواہش تھی کہ Voice of Islam کے نام سے ایک ریڈیو اسٹیشن قائم کیا جائے جس کے ذریعہ اسلام کا پیغام وسیع پیمانہ پر پہنچایا جائے۔ حضورؒ نے نائجیریا میں Ejebode کے مقام پر ایک مسجد کا افتتاح کرتے ہوئے جب اس خواہش کا اظہار فرمایا تو ایک احمدی خاتون نے وعدہ کیا کہ اس ریڈیو اسٹیشن کے قیام کا سارا خرچ جو اس وقت 25000 پاؤنڈ تھا برداشت کریں گی۔ اُس وقت یہ سوچا جارہا تھا کہ کس ملک میں Voice of Islam ریڈیو قائم کیا جائے۔

آج دیکھیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے خلیفہ کی خواہش کو بہتر طور پر پوری کردیا اور آسمان سے MTA جیسی نعمت سے نوازا ہے۔ آج دنیا میں صرف جماعت احمدیہ ہی ایک اسلامی جماعت ہے۔ جس کا اپنا مستقل ٹی وی ہے۔ جو 24 گھنٹے دنیا کے کونے کونے میں اسلام کی تبلیغ کرتا ہے اور بزبانِ حال بلند آواز سے اعلان کرتا ہے:۔

"اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَآءِ جَآءَ الْمَسِيْح جَآءَ الْمَسِيْح"

سنو! آسمان سے اترنے والی آواز کہ مسیح آ گیا مسیح آ گیا!

کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی آواز بند کرنے کی کوشش کی تھی؟ آج اور ہمیشہ کیلئے وہی آواز ان کے ممالک میں اور ان کے گھروں اور کمروں میں گونج رہی ہے۔ اگر ہمت ہے تو آئیں اور آسمان سے اُترنے والی آواز کو بند کر کے دکھائیں۔

دیکھیں کہ کس طرح ایم ٹی اے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ساری دنیا کے احمدیوں کو امت واحدہ بنایا ہے۔ آج ہر احمدی جہاں بھی رہتا ہے کیا امریکہ، کیا یورپ، کیا آسٹریلیا، کیا ایشیا، اور کیا افریقہ، اس کا جو بھی رنگ و نسل ہو اور اس کی جو بھی زبان ہو، سارے کے سارے ایک خلیفہ کی آواز پر محبت و پیار اور بھائی چارہ کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ ان سب کے دماغوں میں ایک اشتراک پیدا ہو گیا ہے۔ ان کے اندر ایک ایسی روح پیدا ہوگئی ہے کہ سب کی نظر صرف ایک جہت کی طرف اُٹھتی ہے۔ اور جو بھی پروگرام خلیفہ وقت کی راہنمائی میں مرتب کرتے ہیں دنیا شاہد ہے کہ وہ کر کے بھی دکھاتے ہیں۔

مَیں پوچھتا ہوں کہ آج کل کی اختلافی دنیا میں یہ ﴿فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ﴾ (آل عمران:103) کا معجزہ کس نے دکھایا ہے۔

حضرت عمرؓ کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے کشفاً دکھایا تھا کہ مسلمانوں کا لشکر ایک دور دراز علاقہ میں صرف اس طور پر بچایا جاسکتا ہے کہ وہ نزدیکی پہاڑ کے دامن میں پناہ لیں۔ چنانچہ اُس وقت کے خلیفہ نے خطبہ میں ہی آواز دی: يَا سَارِيَةَ، اَلْجَبَل اے ساریہ! پہاڑ کی طرف چلا جا۔ اُس لشکر کے سپہ سالار کا نام ساریہ تھا۔ عجیب بات ہے کہ اُس دور دراز علاقہ میں اس خطرہ کے وقت سپہ سالار نے خلیفہ کی آواز سن لی اور اس طرح خلیفہ کی آواز نے پورے لشکر کو ہلاک ہونے سے بچالیا۔

آج بھی MTA کے ذریعہ خلیفہ کی آواز ہر احمدی کو پہنچ رہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آج بھی خلیفہ ہی کی آواز ہے جو جماعت کے افراد کو فرداً فرداً اور مجموعی طور پر بھی جسمانی، اخلاقی اور روحانی آفتوں سے بچا سکتی ہے۔

اے احمدی بھائیو جو دنیا کے مختلف خطوں میں آباد ہو اس نعمت خلافت پر دو سال بعد سو سال پورے ہونے والے ہیں۔ ہم اپنے خدا سے التجا کرتے ہیں اور اس سے ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس بابرکت خلافت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی کو کماحقہ منانے کی توفیق دے گا۔

پس اس نعمت کی قدر کرو اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالائیں اور اس آواز سے فائدہ اُٹھائیں کیونکہ آج کی مادیت کی دنیا میں یہ واحد آواز ہے جو دنیا کو ہلاکت سے نجات دے گی۔

❁...... **خلیفہ کا وجود سراپا برکت ہے۔** حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا کہ "میرے بعد جس کو خدا خلیفہ بنائے گا اگر حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں تو خدا اُسے پارہ پارہ کردے گا" اور یہی ہمارا مشاہدہ ہے۔ مزید برآں ہمارے اس موجودہ خلیفہ کے ساتھ "اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْرُ" کہہ کر اپنی معیت کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اس لئے ہمیں تو یقین ہے کہ ایسے وجودوں کے ساتھ مخلصانہ طور پر وابستہ ہونے میں اور ان کی اطاعت میں ہی برکت ہے۔

"**اطاعت کیسی کی جائے**" اس کا جواب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ یوں دیتے ہیں۔

"چاہئے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ، پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو کہ نہیں۔ تیرہ سو برس کے بعد یہ زمانہ ملا ہے اور آئندہ یہ زمانہ قیامت تک نہیں آ سکتا۔ پس اس نعمت کا شکر کرو"۔ (خطبات نور صفحہ131)

❁...... **خلافت ہی ہے جس نے ہم میں مالی قربانی کی روح پیدا کی۔** خدا کی خاطر خلیفۂ وقت کی ایک آواز پر احمدی مرد و زن اپنا مال اور جائیدادیں سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔ ایک دو مثالیں سنئے۔

ایک خلیفہ کی آواز پر ایک کینیڈین احمدی نے اکیلے ہی احمدی مبلغین ڈاکٹرز اور اساتذہ کے ہنگامی سفر کیلئے ایک پورا ہوائی جہاز Charter کر کے دیا۔

گھانا میں جب خلیفہ نے مسجدوں کی تعمیر کی تحریک کی تو دیکھتے دیکھتے مکرم الحاج یوسف احمد ایڈسی صاحب نے اکیلے ہی بیس تک مسجدیں تعمیر کیں جبکہ ایک اور دوست الحاج ابراہیم یونس صاحب نے علاوہ دیگر مالی قربانیوں کے 500 ملیئن سیڈی سے زائد رقم مسجدوں کی تعمیر کیلئے دی۔

پھر ایک خلیفہ نے جب آئندہ کی دینی ضروریات کے پیش نظر 1987 میں وقف نو یعنی بچوں کی قربانی کی تحریک کی تو دیکھتے دیکھتے احمدی ماؤں باپوں نے اپنے 30 ہزار سے زائد بچوں کو ان آنے والی ذمہ داریوں کو اُٹھانے کیلئے وقف کردیا۔

اس مادیت کی دنیا میں احمدیہ جماعت ہی ہے جو خلفاء کی تربیت کے تحت اس قسم کی قربانیاں اللہ تعالیٰ اور بنی نوع انسان کی خاطر کرتی ہے۔ ﴿يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا﴾ (سورة النور:56) کے تحت آپ گواہ ہیں کہ کس طرح خلافت کی برکت سے ہم شرک اور بدرسوم سے بچائے گئے۔ اور آگے چل کر خالص توحید کے قیام کیلئے دعوت الی اللہ کے میدان میں کود پڑے اور عالمی بیعت کی اصطلاح نے اس طرح جنم لیا۔ آج جماعت احمدیہ کا پودا خدا کے فضل سے 181 ممالک میں لگ چکا ہے اور خلافت کی برکت سے قرآن مجید کے 60 اہم زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہر ایک قوم کو اپنی زبان میں پہنچ سکے۔

❁...... **خلافت غریبوں اور ناداروں کا سائبان ہے۔** اس کی مثال خلافت کی طرف سے جاری ہونے والی مریم شادی فنڈ، بیوت الحمد منصوبہ، کفالت یتامیٰ اور عید کے روز غریبوں میں خوشیاں بانٹنے کی تحریکات ہیں۔ اب تو غریب اقوام کے فائدہ کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خاص منصوبہ کے تحت Energy Solar اور Windmills کی فراہمی کی مہم بھی شروع ہوگئی ہے۔

بارش کے قطرے تو شائد گنے جاسکیں لیکن خلافت کی برکات گنی نہیں جاسکتیں۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے خلیفہ کی نہ صرف دعائیں سنتا ہے بلکہ اس کی ہر بات کو پورا کرنے کا نشان بھی دکھاتا ہے۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے سنایا کہ وہ ربوہ گئے ہوئے تھے انہوں نے اپنی آنکھوں کی تکلیف کے سلسلہ میں لاہور جا کر کسی ڈاکٹر سے ملنا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خلافت میں اس غرض کے لئے حاضر ہوئے کہ ان سے ربوہ سے لاہور جانے کی اجازت بھی لیں اور دعا بھی جب حضور کو انہوں نے بتایا کہ لاہور جانے کا مقصد ڈاکٹر کو اپنی آنکھیں دکھانی ہیں تو حضور نے فرمایا "کیا یہ ضروری ہے"؟

حضرت چوہدری صاحب فرماتے ہیں کہ اسی وقت فون کے ذریعہ ڈاکٹر کے ساتھ لاہور میں جو Appointment تھی اسے Cancel کردیا۔ کیونکہ خلیفۂ وقت کے اس سوال سے انہوں نے یہی نتیجہ نکالا کہ آنکھیں دکھانے کیلئے لاہور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان کی آنکھوں کی تکلیف اس دن سے دور ہوگئی۔

آخر پر خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک پیغام جو الفضل ربوہ کے 30 مئی کے شمارہ میں شائع ہوا پڑھ کر اپنی گزارشات کو ختم کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا:

"پس اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں پنہاں ہے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو اور آپ کو خلافت احمدیہ سے کامل وفا اور وابستگی کی توفیق عطا فرمائے آمین"۔

ہماری دُعا ہے:۔

اللہ ہمیشہ ہی خلافت رہے قائم
احمد کی جماعت میں یہ نعمت رہے قائم
ہر دور میں یہ نور نبوت رہے قائم
یہ فضل ترا تا بہ قیامت رہے قائم

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔

(مینجر)

اُمّتِ مُسلمہ میں احیائے خلافت کے لئے کوششوں پر ایک نظر

(لطف الرحمٰن محمود ، آسٹن۔ امریکہ)

اسلام نہ صرف یہ کہ دُنیا میں بڑی تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے بلکہ پیروکاروں کی تعداد کے لحاظ سے دوسرا بڑا مذہب ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا میں 1.3 بلین (Billion) لوگ اسلام سے وابستہ ہیں۔ قابلِ فخر ماضی، ایک عظیم الشان تہذیب، تیل کی شکل میں بے حدّ وحساب دولت، غیر معمولی اہمیت کے حامل جغرافیائی مقامات، نہایت اہم آبی شاہراہوں کا قُرب وجوار اور سطحِ ارض پر مسلم ممالک کی حکومتیں اور اُن کی تنظیم (O.I.C) کے باوجود مسلمان بہت سے مسائل سے دوچار ہیں۔ مسلمانوں کی غالب اکثریت کا یہی خیال ہے کہ خلافتِ راشدہ کا احیاء ہی ان تمام دکھوں اور پریشانیوں کا مداوا ہے۔ گزشتہ 125 برسوں میں بااثر شخصیات اور طاقتور تنظیموں کی طرف سے احیائے خلافت کے لئے دس بارہ مرتبہ بھرپور کوشش کی گئی۔ اوّل تو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ بصورتِ دیگر کامیابی کی شکل میں قائم ہونے والی خلافت کا وجود دیرپا ثابت نہ ہوا۔ یہ مضمون ان کاوشوں کے مختصر تذکرے پر مشتمل ہے۔ آخر میں اس مُسلسل ناکامی کا سبب بھی بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سُوڈانی مہدی کی تحریک

جدید دور میں احیائے خلافت کی پہلی کوشش سُوڈان کے ایک خانوادۂ تصوف کے ایک فرد، "محمد احمد" نام کے ایک نوجوان صُوفی کی ہے۔ اس نوجوان نے 33 برس کی عمر **میں 1881ء میں 'مہدی' ہونے کا دعویٰ کیا**۔ اپنے پیروکاروں کو انصارِ مدینہ کے لازوال اور بے مثال ایثار کی یاد میں "انصار" کا نام دیا۔ مہدی کی اس تحریک کے دو بنیادی مقاصد تھے:

1۔ سوڈان سے جو اُس وقت ترکوں اور مصریوں کی مشترکہ عملداری میں تھا، اس اقتدار کا خاتمہ۔

2۔ اسلام میں راہ پا جانے والی بدعات ورسومات سے نجات۔

تُرک اور مصری دونوں مُسلمان تھے اس لحاظ سے **اُن کا جہاد مسلمانوں ہی کے خلاف تھا**۔ محمد احمد کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے اُن کی فوج کا خرطوم پر قبضہ ہو گیا اور مصری فوج کا انگریزی کمانڈر اس مقابلے میں مارا گیا۔ اس فتح کو ایک معجزہ قرار دیا گیا۔ لیکن محمد احمد اس کامیابی کے جلد بعد **اپنے دعویٰ کے پانچویں سال ہی وفات پا گئے**۔ انہوں نے اپنی تحریک کے لئے جو سُرخ رنگ کا پرچم استعمال کیا تھا اس پر کلمہ طیبہ کے علاوہ 'مہدی خلیفہ رسول اللہ' اور قرآن مجید کی آیت ﴿نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ﴾ (الصف:14) بھی درج تھی۔ 1885ء میں یہ جھنڈا انگریزی فوج کے ایک دستے کے ہاتھ لگا۔ اس جھنڈے کی تصویر مندرجہ ذیل کتاب میں محفوظ ہے:

(Flags مصنّفہ William Crompton' ناشر Alfred A. Knoph' ایڈیشن 1989' صفحہ 21)

محمد احمد کی وفات کے بعد عبداللہ اُن کے خلیفہ ہوئے لیکن **1898ء** میں لارڈ کچنر (Lord Kitchener) کی فوج سے لڑتے ہوئے وہ اور اُن کے تمام اہم رفقاء مارے گئے اور اس طرح **مہدی کی سلطنت اور خلافت دونوں کا خاتمہ ہو گیا**۔ البتہ بدعات اور رسومات کا خاتمہ نہ ہو سکا۔ سوڈان اُن ممالک میں شامل ہے جہاں آج بھی عورتوں کا ختنہ (Female Circumcision) ایک اہم دینی رُکن کے طور پر کیا جاتا ہے بلکہ اس ظالمانہ رسم کی تائید میں جھوٹی حدیثیں اور روایات گھڑ لی گئی ہیں۔ اُن کا آزادئ سوڈان کا خواب بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔ سوڈان 1956ء تک مصر اور برطانیہ کی مشترکہ حکومت کے زیرِ نگین رہا۔

سرزمینِ حجاز میں برطانوی حکومت کی مدد سے شریفِ مکّہ کی کوشش

حجاز، عراق، شام وفلسطین کے علاقے لمبے عرصہ سے سلطنت عثمانیہ میں شامل تھے۔ شریفِ مکّہ کو خلافتِ عثمانیہ کے خلاف بغاوت پر اُبھارنے میں لارڈ کچنر (1914 میں مصر میں برطانوی ہائی کمشنر) نے اہم کردار ادا کیا۔ حُسین (شریفِ مکّہ) **کو لارڈ کچنر نے یقین دلایا کہ ترکوں کے خلاف کامیاب بغاوت کے بعد حُسین کو نہ صرف یہ کہ حجاز اور دوسرے عرب علاقوں کا بادشاہ بنایا جائے گا بلکہ اُنہیں خلافتِ اسلامیہ کا منصب بھی سونپا جائے گا**۔ لارڈ کچنر نے اپنے ایک خط میں شریفِ مکّہ کو باور کرایا:

"یہ ممکن ہے کہ ایک نجیب الطرفین عرب کو مکّہ یا مدینہ کے تختِ خلافت پر متمکّن کیا جائے اور اس وقت جو خرابی مُسلّط ہے، اس کی جگہ ایک خوشگوار تبدیلی ہویدا ہو"۔

{(Foreign Papers 371/1978-87396) بحوالہ کتاب Mecca مصنّفہ F.E.Peters ناشر پرنسٹن یونیورسٹی پریس۔ ایڈیشن 1994 صفحہ 381}

یوں محسوس ہوتا ہے کہ چالاک لارڈ کچنر کو قاہرہ میں قیام کے دوران، حضرت جابر بن مُرہؓ سے مروی اس حدیث کا علم ہو گیا تھا جس میں قریشی النسل بارہ خلفاء کا ذکر موجود ہے۔

(مشکوٰۃ باب المناقب)

لارڈ کچنر کے الفاظ "An Arab of True Race" سے حُسین شریفِ مکّہ کا وجود باجود مُراد ہے جو حضرت نبی کریم ﷺ کی نسل سے ہونے کی وجہ سے ثِقہ ہاشمی سادات کی ایک شاخ سے ہیں (عرب ممالک میں سیّد کو شریف کہا جاتا ہے)

لارڈ کچنر نے جس Evil یعنی بدی کا ذکر کیا ہے اُس سے مراد حجاز، شام، عراق اور فلسطین وغیرہ پر خلافتِ عثمانیہ کا غاصبانہ قبضہ ہے۔

قصّہ مختصر وزارتِ خارجہ برطانیہ کے سیاسی داؤ پیچ کے نتیجے میں شریفِ مکّہ نے ترکوں کو حجاز اور شام وغیرہ سے نکال کر آزادی حاصل کر لی۔ ترکی نے جنگِ عظیم اوّل (1914-1918) میں جرمنی کا ساتھ دیا تھا۔ جرمنی کی شکست نے نہ صرف یہ کہ سلطنتِ ترکیہ پر نحوست کے سائے مسلط کئے بلکہ عثمانی خلافت کا مستقبل بھی مخدوش کر دیا۔ فاتحینِ جنگِ عظیم اوّل نے حُسین کے شاہِ حجاز ہونے کا دعویٰ تسلیم کر لیا۔ اُن کے ایک صاحبزادے عبداللہ کو اُردن کی بادشاہت سے نوازا گیا۔ دوسرے فرزندِ ارجمند فیصل کو عراق کے تخت پر متمکن کیا گیا۔ جب تُرکی پارلیمنٹ نے 3/مارچ 1924ء کو خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ کر کے "خلیفۃ المسلمین" کو مالٹا جلاوطن کرنے کا حکم جاری کر دیا تو اس خلا کو پُر کرنے کے لئے شریفِ مکّہ کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا۔ حجاز، اُردن، فلسطین اور عراق (وہ ممالک جہاں شریف مکّہ کے افرادِ خاندان کی حکومت تھی) نے نئے خلیفہ کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا۔ برطرف عثمانی خلیفہ، جناب وحیدالدین محمد نے بھی شریفِ مکّہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ حُسین شریفِ مکّہ نے 11/مارچ 1924ء کو اہلِ اسلام کو بڑے دردِ دل سے یہ نصیحت فرمائی:

"تین دن سے زیادہ خلیفہ کی موجودگی کے بغیر رہنا اُمّتِ مُسلمہ کے مفاد میں نہیں"۔

(بحوالہ کتاب Mecca مصنّفہ F.E.Peters صفحہ 380)

چند ماہ بعد ابن سعود کی افواج نے حجاز پر قبضہ کر لیا اور **شریف مکّہ 14/اکتوبر 1924ء کو اپنے بیٹے علی کے حق میں دستبردار ہو کر حجاز سے فرار ہو گئے**۔ جلد بعد علی بھی روانہ ہو گئے۔ حُسین کی اس نصیحت کو 80 سال بیت گئے ہیں۔ ابھی تک اس خلاء کو پُر نہیں کیا جا سکا۔

متحدہ ہندوستان میں ہندو لیڈروں کی مدد سے چلنے والی تحریکِ خلافت

احیائے خلافت کے طویل سفر میں ایک سنگِ میل متحدہ ہندوستان کی تحریک خلافت ہے۔ خلافتِ عُثمانیہ کے خطرات سے دوچار ہونے کے بعد ہندوستان میں 1919 میں علی برادران نے اس تحریک کا اعلان کیا۔ اُس وقت مندرجہ ذیل دو مقاصد اُن کے پیشِ نظر تھے:

1۔ برطانوی حکومت پر دباؤ ڈالا جائے تا عثمانی خلافت کے تحفّظ کے بارے میں مسلمان رعایا کے جذبات کو پیش نظر رکھا جا سکے۔

2۔ ترکوں کی مالی اعانت کے لئے چندہ بھجوانے کی کوشش کی جائے۔

یہ قصّہ کچھ عجیب سا ہے مگر ہے امرِ واقعہ کہ **مشہور ہندو لیڈر گاندھی جی نے بھی تحریکِ خلافت کی بڑے زور وشور سے تائید کی**۔ اُنہوں نے 1920ء کے لگ بھگ "ستیہ گرہ" کی تحریک چلائی تھی جس میں تمام ہندوستانیوں سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ انگریزی حکومت کی ہر شاخ یعنی تعلیمی اداروں، ملازمتوں، عدالتوں، اعزازی خطابات اور مصنوعات وغیرہ کا بائیکاٹ کریں۔ گاندھی جی نے تحریکِ خلافت کی تائید وحمایت کر کے اپنی تحریک کے لئے مسلمانوں کے دل جیت لئے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے یونیورسٹی آف کیلیفورنیا کی شائع کردہ کتاب INDIA ایڈیشن 1991 صفحہ 64,63)۔

حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے مسٹر گاندھی کے تحریکِ خلافت میں شمولیت سے ایک اور فائدہ اُٹھانے کا ذکر فرمایا ہے:

"خلافت مومنٹ کے ساتھ ہمدردی ظاہر کر کے گاندھی نے بڑی شاطرانہ چال چلی اور دونوں علی برادران کو کانگریس میں کھینچ لیا"۔ (سر ظفر اللہ خان کی یادداشتیں صفحہ 21 ناشر اورینٹل پبلشرز ٹورانٹو، کینیڈا)

تحریکِ خلافت بڑے زور وشور سے 1925ء تک جاری رہی۔ مارچ 1924ء میں جب تُرکی کی پارلیمنٹ نے خلافت کا خاتمہ کر کے خلیفہ کو جلاوطن کر دیا تو ہندوستان میں تحریکِ خلافت کی کمر ٹوٹ گئی۔ لیکن یہ بڑے قلق کی اور دُکھ کی بات ہے کہ وہ تحریک جو "خلافت" کی بقاء اور استحکام سے جذباتی وابستگی کا سہارا لے کر اُٹھی تھی اُس کے عمائدین نے ابنِ سعود کو اشتعال دلایا کہ وہ شریفِ مکّہ کی خلافت کو ہر قیمت پر ناکام کرنے کی کوشش کرے۔

افغانستان میں بچہ سقاؤ کا عروج وزوال

امیر امان اللہ خان، والئ افغانستان نے اپنے دورۂ یورپ سے واپس آ کر مُلک میں اصلاحات نافذ کرنے کا پروگرام بنایا۔ اسی امیر کے عہدِ حکومت میں ایک مظلوم اور بے گناہ احمدی، مولوی نعمت اللہ صاحب کو 1924ء میں سنگسار کر کے شہید کر دیا گیا تھا۔ (اسی امیر کو مخاطب کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کتاب 'دعوۃ الامیر' تحریر فرمائی تھی)۔ اس سفرِ یورپ کے حوالہ سے امیر امان اللہ خان کے خلاف منفی پروپیگنڈہ نے فضا اس قدر مسموم کر دی کہ اُنہیں اپنے بھائی عنایت اللہ خان کے حق میں دستبردار ہو کر اٹلی بھاگنا پڑا۔ چند دن بعد عنایت اللہ خان کو بھی تخت چھوڑنا پڑا۔ اس خلاء کو پُر کرنے کے لئے ایک غیر مشہور فوجی منظرِ عام پر آیا جس کا اصل نام آج تک ایک راز ہے۔ یہ شخص 'بچہ سقاؤ' (ماشکی کا لڑکا) کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے **جنوری 1929ء میں کابل پر قبضہ کر کے 'امیر المومنین امیر حبیب اللہ خان ثانی' کے نام سے اپنی خلافت اور حکومت کا اعلان کر دیا**۔ دیہی علاقوں کے سادہ لوح بکثرت اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

Stephen Turner نے اپنی کتاب میں بچہ سقاؤ کے بارے میں لکھا ہے کہ اُس میں: "ایک قبائلی سردار کی بجائے ایک ڈاکو کی صفات موجود تھیں"۔

(Afghanistan, A Military Histroy from Alexander the Great to the Fall of The Taliban, De Capo Publishers, *Ed. 2002, P. 222*)

سابقہ حکمرانوں نے افغانستان کی پسماندگی کو دور کرنے اور سماجی حالت کو بہتر بنانے کے لئے جو اصلاحات کی تھیں، بچہ سقاؤ نے ان سب کو کالعدم کر دیا۔ اس نے علماء کو سر پر بٹھایا اور علماء نے اُسے بانس پر چڑھا لیا۔ آخر کار نادر خان نامی ایک جرنیل نے بچہ سقاؤ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ **اکتوبر 1929ء میں بچہ سقاؤ اور اُس کے 16 قریبی معتمدین کو پھانسی دے دی گئی۔ اُس کی خلافت کی مدت صرف 9 ماہ بنتی ہے**۔

سرزمینِ مصر سے آسمانی بادشاہت کے ظہور کی توقع

مصر فرعونوں کی زمین کے طور پر مشہور ہے۔ اس خطّہ ارض کو بعض جلیل القدر انبیاء سے بھی نسبت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے۔ حضرت یوسفؑ اور اُن کے اقتدار کے دور میں حضرت یعقوبؑ وہاں جا کر آباد ہو گئے۔ حضرت موسیٰؑ وہارونؑ نے ایک فرعون کو تبلیغ کی۔ اور محکوم ومظلوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے اُن کی برکت سے آزادی عطا فرمائی۔ حضرت عیسیٰؑ کو بھی وہاں کم سنی میں لے جایا گیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقوقس کو تبلیغی خط ارسال فرمایا۔ اُمّ المؤمنین حضرت ماریہؓ کا تعلق اسی سرزمین سے تھا۔ مصر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوا۔ اور نورِ اسلام سے منور ہوا۔ سقوطِ بغداد کے بعد خلفائے بنو عباس اور فاطمینِ مصر کے زمانے سے یہ ملک مرکزِ خلافت بھی بن گیا۔

خاندانِ محمد علی کے آٹھویں بادشاہ **حسین کامل کے دل میں 1917ء میں یہ خیال آیا کہ وہ حسین شریف مکہ کے مقابلہ میں منصبِ خلافت کا زیادہ اہل ہے۔ مگر حکومت برطانیہ کی طرف سے اُسے یہ خیال دل سے نکال دینے کا مشورہ دیا گیا**۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں Mecca مصنّفہ F.E.Peters صفحہ 381)

MOT
Cars: £38 Vans: £40
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

اس واقعہ کے تقریباً چالیس سال بعد بعض سیاسی مدبّروں، دانشوروں اور صحافیوں کو یہ خیال آیا کہ فاروق شاہِ مصر کے ہاتھ پر عالمِ اسلام کو متحد کیا جاسکتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ اسی مُہم کے زیرِ اثر لاہور کے احراری اخبار" زمیندار" نے بھی شاہِ فاروق کی پورے صفحہ کی تصویر دے کر اپنی تسکین کا سامان کیا تھا۔ لیکن یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ چند سال بعد جنرل نجیب کی قیادت میں جمال عبدالناصر اور انوارُ السادات وغیرہ انقلابی لیڈروں نے فوجی انقلاب کے ذریعے اُنہیں اقتدار سے محروم کر دیا اور بعد میں مصر سے ملوکیت کا خاتمہ کر دیا اور اس طرح" آسمانی بادشاہت" کے آغاز کی نوبت نہ آسکی۔

سعودی عرب میں

شاہ فیصل بطور مرکزِ اُمید

شاہ فیصل، خاندانِ سعود کے تیسرے فرماں روا تھے جو 1964ء سے 1975ء تک برسرِ اقتدار رہے۔ اُنہوں نے اپنے عہدِ حکومت میں تیل کی بندش کو بطور ہتھیار استعمال کر کے عالمی سیاست کو بھی متاثر کیا۔ جمال عبدالناصر اور معمّر قذافی شاہ فیصل کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کو ناپسند کرتے تھے۔ لیکن پاکستان کے وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو اور یوگنڈا کے آمرِ مطلق عیڈی امین اُن کے پُر جوش مدّاحوں میں شامل تھے جو اُنہیں عالمِ اسلام کا خلیفہ اور رہبر بنانا چاہتے تھے۔

فروری 1972ء میں لاہور میں منعقد ہونے والی مُسلمان ریاستوں کے سربراہوں کی کانفرنس بعض پہلوؤں سے بڑی دلچسپ ثابت ہوئی۔ اس کانفرنس میں تحریکِ آزادیٔ فلسطین کے سربراہ یاسر عرفات کو پہلی مرتبہ سربراہِ مملکت کا پروٹوکول دیا گیا۔ بھٹو صاحب نے اس کانفرنس کے سٹیج سے اپنی تقریر میں یہ اعلان کیا:

" پاکستان کی فوج دراصل اسلام کی فوج ہے اور وہ وقت دُور نہیں جب ہم اپنے بھائیوں کے شانہ بشانہ یروشلم میں فاتحانہ داخل ہوں گے۔"

(Kingdom - Arabia and House of Saud, Robert Lacey, Ed. 1981, page 419)

کتاب "A Man of God" کے مُصنّف ایڈمسن نے اس کانفرنس کے ایک اور واقعہ کا ذکر کیا ہے:

" **یوگنڈا کے نیم پاگل ڈکٹیٹر عیڈی امین نے اس موقع پر تجویز پیش کی کہ شاہ فیصل کو عالمِ اسلام کا خلیفہ مقرر کیا جائے۔** خاندانِ سعود کے خوشہ چینوں اور بہی خواہوں نے اس تجویز کو بڑی محنت سے تیار کیا تھا مگر اس وقت مُسلم ممالک بہت سے داخلی اختلافات میں اُلجھے ہوئے تھے اس لئے اس وقت دُور رس اثرات کی حامل تجویز پر اتفاق رائے نہ ہوسکا"

(Man of God, Iain Adamson, George Shepherd Publishers, Ed. 1990, page 86)

قصّہ مختصر شاہ فیصل کو اس موقع پر اُمّتِ مُسلمہ کا خلیفہ منتخب نہ کیا جاسکا۔ اپنے اثر ورسوخ اور دیگر صفات ومناقب اور خدمات کے اعتبار سے اُن کا ایک خاص مقام تھا۔ مزید برآں وہ" محافظ حرمین الشریفین" بھی تھے لیکن اس کے باوجود وہ خلافت کا اعزاز حاصل نہ کر سکے۔ **تقریباً 3 سال بعد 25 مارچ 1975ء کو اُن کے بھتیجے نے (جو اُن کا ہم نام تھا) اُنہیں عین اُس وقت فائرنگ کر کے قتل کر دیا جب وہ کویتی وفد سے ملاقات کرنے والے تھے۔** بھٹو صاحب کو جنرل ضیاء الحق کا فوجی انقلاب لے ڈُوبا۔ ایک مقدمہ میں ماخوذ کر کے انہیں سزائے موت دی گئی۔ عیڈی امین نے ایک کُو (Coup) کے بعد ملک سے فرار ہو کر سعودی عرب میں پناہ لی۔ اب وہ بھی منوں مٹی کے نیچے وہاں خوابیدہ ہیں۔ **غرض خلافت کے اُمیدوار اور اُس کے مجوّزو مویّد سب کا خاتمہ ہوگیا۔**

جعفر نمیری" امامِ سوڈان" کے رُوپ میں

مہدیٔ سوڈان کی وفات کے تقریباً 84 سال بعد سُوڈانی فوج کے ایک افسر جعفر نمیری، 1969ء میں ایک فوجی انقلاب کے بعد ملک کے سیاہ وسفید کے مالک بن بیٹھے۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے سُوڈان کو ایک سوشلسٹ ریاست بنانے کا اعلان کیا۔ ہمسایہ ملک حبشہ اُن دنوں شہنشاہ ہیل سلاسی (Haile Selassie) کے زوال کے بعد کمیونزم اور سوشلزم کا ایک گڑھ بن چکا تھا۔ نمیری صاحب کا وہاں آنا جانا لگا رہا۔ جمالِ ہم نشیں درمن اثر کرد۔ سوڈان میں سوشلزم کے تسلّط سے سوڈانی کمیونسٹ بہت خوش ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد جلد باز کمیونسٹوں نے نمیری کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی مگر اُن کا "کُو" ناکام رہا۔ نمیری نے کمیونسٹوں کو بڑی سختی سے کُچل دیا اور بدلے ہوئے حالات میں انہوں نے مذہبی پارٹیوں اور بُنیاد پرستوں کو شیشے میں اُتارا اور ملک میں قانونِ شریعت نافذ کر دیا اور وہ بھی اس شدّت کے ساتھ کہ جنوبی سوڈان جو عیسائیوں کی اکثریت کا علاقہ تھا اُسے بھی اس قانون کے تابع کر دیا۔ اُنہیں اُمید تھی کہ وہ علماء، مذہبی پارٹیوں اور قانونِ شریعت کے نفاذ کے طفیل تاحیات ایوانِ اقتدار پر قابض رہیں گے بلکہ" امام سوڈان" بن کر خلافت کا مقام بھی حاصل کر سکیں گے۔ ایک سرگرم سوشلسٹ کا اقتدار کے لئے 180 ڈگری کے زاویہ پر گھومنا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔

کچھ عرصہ بعد جنوبی سوڈان میں نمیری کی بالا دستی کے خلاف بغاوت کا عَلَم بلند ہوا۔ احتجاج کے سیلاب نے ملک کے دوسرے حصوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جنرل سوار الذھب نے فوجی انقلاب کے ذریعے نمیری کو ایوانِ اقتدار سے رخصت کر کے مصر جلاوطن کر دیا۔ طویل جلاوطنی کے بعد حال ہی میں نمیری صاحب کو سوڈان واپس آنے کی اجازت دی گئی ہے تا عُمر کے آخری ایّام خاموشی سے گزار سکیں۔" امامت" اور" خلافت" کے حسین خواب تو چکنا چُور ہو گئے البتہ کُوئے یار میں دو گز زمین دفن کے لئے ملنے کی اُمید باقی ہے۔ 1989ء میں ایک اور فوجی انقلاب برپا ہوا مگر" امامِ سوڈان" کی خستگی میں کوئی فرق نہیں پڑا!

پاکستان میں

ایک" مردِ حق" کا ظہور و وُرود

جنرل ضیاء الحق کو تاریخ پاکستان اُن کی بعض پالیسیوں کی وجہ سے بھلانے کی کوشش کے باوجود نہ بھول پائے گی۔ ان پالیسیوں کی بدولت پاکستان میں منشیات کی سمگلنگ میں بے پناہ اضافہ ہوا بلکہ نشہ کرنے والوں کی تعداد کا گراف بھی اُوپر گیا۔ کلاشنکوف کلچر کو فروغ نصیب ہوا۔ فرقہ وارانہ کشیدگی اور اسلام کے نام پر استحصال کو دین کی خدمت سمجھا گیا۔ **جنرل صاحب نے 1979ء میں فوجی انقلاب کے ذریعہ اقتدار پر قابض ہونے کے بعد اسلام کے نام پر اصلاحات کا سلسلہ شروع کر دیا۔** زکوٰۃ اور عُشر کی جبری وصولی اور دفاتر میں باجماعت نماز کا اہتمام وغیرہ اس قسم کے اقدامات کی وجہ سے **بعض لوگ اُنہیں" امیر المؤمنین" پُکارنے اور لکھنے لگے۔** یہ طرزِ تخاطب اُنہیں بہت اچھا لگا اور دھیرے دھیرے سمجھنے لگے کہ وہ اس منصب کے مُستحق ہیں۔ جماعتِ احمدیہ سے اُنہیں خدا واسطے کا بَیر تھا۔ اس تعصب اور نفرت کی وجہ سے انہوں نے احمدیت کو 'سرطان' قرار دیا اور برطانیہ میں سفیر پاکستان نے اُن کا یہ پیغام ایک کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔ ملک کا سربراہ، جو تمام شہریوں کی فلاح وفوز اور حفظ وامان کا ضامن سمجھا جاتا ہے، اپنے ہی وطن کے باسیوں کو 'سرطان' قرار دے کر اُنہیں ختم کرنے کا اعلان کر رہا تھا۔ **26 اپریل 1984ء کو انہوں نے 'امتناعِ قادیانیت' کا بدنامِ زمانہ آرڈیننس جاری کیا** (آرڈیننس 20) جو میثاقِ مدینہ، اقوامِ متحدہ کے منشور اور خود آئینِ پاکستان کی رُوح سے متصادم تھا۔ **جنرل ضیاء 11 سال تک اقتدار میں رہے۔ 17 اگست 1988 کو ایک فضائی حادثے میں اپنے جرنیلوں اور غیر مسلم مُصاحبوں کی معیت میں بہاولپور کے قریب جان کی بازی ہار گئے۔ اور مصنوعی بتّیسی کے سوا باقی سارا جسم جل کر راکھ ہوگیا۔** داناؤں کا یہ قول ہر خاص وعام کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

جنرل ضیاء الحق یُوں تو کئی نئے اور پرانے حکمرانوں سے مشابہت رکھتے ہیں مگر اُن کا قارورہ سوڈان کے جعفر نمیری سے زیادہ ملتا ہے۔ یہ دونوں حضرات فوجی انقلاب کے ذریعے ایوانِ اقتدار تک پہنچے۔ لمبا عرصہ وہاں سے نکلنے کا نام نہیں لیا۔ خود نہیں نکلے، نکالے گئے۔ دونوں نے طرح طرح کے سیاسی پینترے بدلے اور ڈرامے رچائے۔ مذہبی پارٹیوں کو شیشے میں اُتارا۔ سیاسی عزائم کے لئے مظلوم اسلام کا استحصال کیا۔" امام" اور" امیر المؤمنین" کہلانے کے متمنی رہے۔ مذہبی حلقوں کے تائیدی حصار میں ہونے کے باوجود آخر کار اُن کے اقتدار کا سورج غروب ہوگیا۔ تاریخ میں نام تو باقی ہے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بدذکر میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اُفقِ افغانستان پر

" طالبان" کی جلوہ گری

افغان مجاہدین اور اُن کے غیر ملکی رفقاء نے 1978ء سے 1992ء تک رُوسی قابض فوجوں کے خلاف امریکہ اور اس کے حلیفوں کی نمائندگی میں لمبی جنگ لڑی اور رُوسیوں کو افغانستان سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ رُوس کی شکست وریخت تو یقینی ہوگئی لیکن اس کے ساتھ ہی غیر دانستہ طور پر امریکہ کے یک قُطبی طاقت بن جانے کی راہ بھی ہموار ہوگئی۔

رُوسیوں کے انخلاء کے بعد مجاہدین کے مختلف دھڑوں میں حصولِ اقتدار کی جنگ چھڑ گئی اور جوتیوں میں دال بٹنے لگی۔ اس طوائف الملوکی کے عالم میں دینی مدارس کے فارغ التحصیل طالبان نے کابل پر قبضہ کر لیا اور پھر آہستہ آہستہ بہت بڑے علاقے پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ یہاں تک تو ٹھیک تھا مگر امن قائم کرنے کے بعد اُنہوں نے اپنی آئیڈیالوجی" نفاذِ اسلام" کے نام پر ٹھونسنی شروع کر دی۔ Stephen Turner نے طالبان کے ان اقدامات کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ اس صورتِ حال کی صحیح عکاسی کرتا ہے:

" عورتوں کو بے حیثیت کر کے قعرِ گُمنامی میں گرا دیا۔ اُن پر تعلیم اور کام کاج کے دروازے بند کر دئے گئے۔ مختلف جرائم کی سزا کے طور پر ہاتھ، کان اور سر کاٹنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ زنا کی روک تھام کے لئے رجم یا سنگساری کو مؤثر سمجھا گیا۔ ٹیلیویژن دیکھنے، موسیقی سننے، سیٹی مارنے اور پتنگ اُڑانے پر پابندی عاید کر دی گئی۔ اگر کسی عورت کا بازو ننگا ہو جاتا یا سفید رنگ کی جرابیں استعمال کر لیتی تو اُسے مار مار کر لہولہان کر دیا جاتا۔ گھر کی کھڑکیوں کے شیشوں پر سیاہ رنگ کا روغن کرنے کی ہدایت دی گئی۔ طالبان نے معاشرے میں امن تو قائم کر دیا مگر قرونِ مظلمہ کے خوف اور دہشت میں غرق امن"۔

(Afghanistan, A Military History from Alexander the Great to the Fall of Taliban, De Capo press New York, Ed. 2002, Page 284)

ہمیں شرق وغرب کے میڈیا میں دو متضاد رویّے نظر آتے ہیں۔ بین الاقوامی میڈیا میں طالبان کے ان 'مظالم' کو اُچھال کر اسلام جیسے امن پسند مُعتدل دین کو رُسوا کیا جا رہا تھا لیکن پاکستان کا وہ پریس جو جہادی تنظیموں کا ہم نوا تھا۔ ان کارناموں کے لئے طالبان کی قصیدہ خوانی پر کمربستہ تھا۔ **مُلاّ عُمر کو 'امیر المؤمنین' کے خطاب سے نواز چکا تھا۔** مُلاّ عُمر گاہے گاہے حضرت رسولِ کریم ﷺ کی طرف منسوب ایک قبا زیب تن کر کے پبلک میں آتے۔ پاکستان کے بعض ناعاقبت اندیش علماء نے یہ پروپیگنڈا بھی کیا کہ حضرت نبی کریم ﷺ مُلاّ عمر کی خواب میں امورِ سلطنت کے بارے میں راہ نمائی فرماتے ہیں۔ اس طرح طالبان کی تمام غلط پالیسیوں اور ظالمانہ اقدامات کی ذمہ داری سید المعصومین ختم المرسلین ﷺ پر ڈالنے کی ناپاک جسارت کی گئی۔ انہی لوگوں نے مُلاّ عمر کی حضرت عمرؓ سے مشابہت کے لئے کہانیاں گھڑنا شروع کر دیں۔ قندھار سے فرار کے بعد جب مغربی پریس میں سے خبریں آئیں کہ مُلاّ عمر کے ایئر کنڈیشنڈ محل میں اُن کی بھیڑ بکریاں اور بیل وغیرہ بھی VIP کی طرح رہتے تھے تو اُس وقت پاکستان کے جہادی پریس نے یہ عُذر پیش کیا کہ یہ اقامت گاہ اُسامہ بن لادن نے اپنے معزز میزبان کو نذر کی تھی ورنہ مُلاّ صاحب تو بڑے درویش اور سادہ مزاج انسان ہیں۔ اُنہیں ان تکلّفات سے ذرا سی بھی رغبت نہیں۔ سقوطِ کابل کے بعد مُلاّ عمر نے ایسی زقند بھری کہ قندھار جا کر سانس لیا۔ اور اعلان فرمایا کہ" قندھار قیامت تک سرنڈر (Surrender) نہیں کرے گا" مگر قیامت کی یہ گھڑی سات دن کے اندر اندر آ گئی۔ وہ دن اور آج کا دن مُلاّ صاحب پابہ رکاب ہیں۔

اس صورتِ حال پر غالبؔ کا یہ شعر چسپاں ہوتا ہے ؎

وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں رُوشناسِ خلق اے خضر
نہ تم کہ چور بنے عُمرِ جاوداں کے لئے

مُلاّ عمر کی حکومت تو افغانستان میں تھی مگر" خلافت" پاکستان کے اخبارات میں۔ اُن کی حکومت کو صرف 3 ممالک پاکستان، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کو تسلیم کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ **باقی 53 مسلم ممالک نے اُن کی خلافتِ حقہ تو دُور کی بات ہے، اُن کی حکومت کو رسماً بھی تسلیم نہ کیا۔** اور جب نیویارک میں 11 ستمبر 2001 کے واقعات کے ردّعمل میں افغانستان پر امریکی یورش کے جلد بعد مندرجہ بالا تینوں ممالک بھی اپنی غلطی سے تائب ہو گئے تو مُلاّ عمر کو حکومتِ افغانستان کی وزنی صلیب تنہا اُٹھانا پڑی۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

موجودہ دَور میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو احیائے خلافتِ اسلامیہ کا سب سے بڑا نقیب کہا جاتا ہے۔ انہوں نے 1975ء میں" تنظیم اسلامی" کا اجراء کیا۔ **1991ء میں اپنی" تحریکِ خلافت" شروع کی** جو 1919 میں جاری ہونے والی علی برادران کی 'تحریکِ خلافت' سے مختلف تحریک ہے۔ **ڈاکٹر صاحب کا عقیدہ ہے کہ قیامِ پاکستان ایک معجزہ ہے جسے مشیّتِ خداوندی کے تحت خلافتِ اسلامیہ کے احیاء کے لئے ایک خاص کردار ادا کرنا ہے۔**

اگر یہ نظریہ وعقیدہ درست ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ برّصغیر پاک وہند کے علماء اور مشائخ کی ایک بھاری اکثریت نے اس معجزے کی بھرپور مخالفت کیوں کی؟ اسے" پلیدستان" کیوں قرار دیا؟ اس کے لیڈر قائدِ اعظم محمد علی جناح کو" کافرِ اعظم" کا خطاب کیوں دیا؟ یہ گُتھی ڈاکٹر صاحب ہی سلجھا سکتے ہیں۔ اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ" علماء اور مشائخ نے پاکستان بنایا"۔

ڈاکٹر اسرار احمد 60 کتابوں اور رسالوں کے مصنّف ہیں اور ایک ٹی وی چینل پر تفسیری پروگرام کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ **احیائے خلافت کے حوالے سے وہ اپنی پوزیشن بدلتے رہے ہیں۔** افغانستان پر طالبان کے اقتدار کے دوران انہوں نے اس خیال کی تشہیر کی کہ طالبان کے دم قدم سے خلافتِ اسلامیہ کا احیاء ہوگیا ہے اور اس کا دائرہ عالمِ اسلام پر مُحیط ہو جائے گا۔ سقوطِ کابل وقندھار کے بعد بنگلہ دیش اُن کی اُمیدوں کی آماجگاہ بن گیا کیونکہ وہاں کے لوگ نسلی اعتبار سے ایک ہیں۔ سب بنگالی زبان بولتے ہیں اور تقریباً سب ہی فقہ کے ایک ہی مکتبِ خیال یعنی فقہ حنفیہ پر عمل کرتے ہیں۔ لہٰذا خلافتِ اسلامیہ کا احیاء اُسی ملک سے ہونا چاہئے لیکن مجھے یہاں بھی کچھ شک سا ہے۔ 23 مارچ 1940ء کو برصغیر میں قیامِ پاکستان کا ریزولیوشن ایک بنگالی مُسلم لیگی نے پیش کیا تھا۔ اور سات سال

کی قلیل مُدّت میں پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔ مگر 25 سال کے اندر اندر پاکستان دولخت ہوگیا اور مشرقی پاکستان نے جُدا ہو کر بنگلہ دیش کا تشخّص اختیار کرلیا۔ اور اس طرح دوقومی نظریہ زندہ درگور کردیا گیا۔ نیشنلزم، سیکولرازم اور پارلیمانی جمہوریت ایسے نظریات ہیں جن کا تھیا کریسی سے میل ملاپ مشکل ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب کی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے نتیجے میں یہ کام ہو جائے تو ایک معجزہ سے کم نہ ہوگا۔ **ڈاکٹر صاحب اُمّتِ مُسلمہ کی خلافت کا بارِ گراں اُٹھانے کے لئے خود کو موزوں ترین شخصیت سمجھتے ہیں۔** اس نیک کام کے لئے انہوں نے ایک مرتبہ بنفسِ نفیس برطانیہ کا سفر بھی اختیار فرمایا تھا۔ اُنہیں یقین دلا یا گیا تھا کہ وہاں اہلِ ایمان بیعت کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ مگر ایسا نہ ہوسکا۔ ڈاکٹر اسرار احمد، مشہور فلسفی شاعر سر محمد اقبال کے بہت بڑے مدّاح ہیں۔ ڈاکٹر اقبال کا خیال تھا کہ امتِ مُسلمہ کی خلافت مسلمان ممالک کی دولتِ مشترکہ کی Revolving صدارت کی شکل میں ممکن ہے۔ ڈاکٹر صاحب مسلسل مایوسیوں کے بعد علامہ اقبال کے اس نظریہ سے کسی قدر سکینت حاصل کرسکتے ہیں۔ ع

دل کے خوش رکھنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

برطانیہ میں قیامِ خلافت کی ایک تازہ ترین کوشش

برطانیہ میں تقریباً 17 لاکھ مسلمان قیام پذیر ہیں جن کی اکثریت تارکینِ وطن ہے۔ ان کی بہت سی تنظیمیں اور دینی مراکز ہیں۔ حالیہ عام انتخابات (منعقدہ 5؍مئی 2005) کے موقع پر بعض مسلمان تنظیموں کی طرف سے جمہوریت اور انتخابات کی بھرپور مذمت کی گئی۔ یہاں تک کہا گیا کہ انتخابات میں حصہ لینے سے ووٹر دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ **حزب التحریر، المہاجرون اور خلافت مُوومنٹ نامی** تنظیموں نے بہت زور لگایا اور سمجھانے کی کوشش کی کہ جمہوریت ایک کافرانہ نظام ہے اور مسلمانوں کو صرف اور صرف نظام خلافت بحال کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ تمام عالمِ اسلام کے لئے صرف ایک ہی خلیفہ ہونا چاہئے۔ (تفاصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے پاکستان ٹائمز اُردو۔ امریکہ 12؍مئی 2005ء صفحہ 7)۔ اس کے برعکس برطانیہ اور امریکہ میں تقریباً ہر مسلم تنظیم مسلم ووٹروں کو منظّم کرنے، انتخابات کی اہمیت اور افادیت واضح کرنے پر کمربستہ ہے۔ اور صرف اس سیاسی عمل دخل سے مستقبل کو وابستہ سمجھ رہی ہے۔ اس صورتِ حال میں اتحادِ فکروعمل کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟

برطانیہ کے مسلمان ووٹروں نے ان تنظیموں کی اپیل ردّ کرتے ہوئے انتخابات میں ڈٹ کر حصہ لیا بلکہ 4 مسلمان اُمیدواروں کو ووٹ دے کر کامیاب کیا اور وہ اب برطانوی پارلیمنٹ کے رُکن ہیں۔ ان انتخابات نے برطانیہ کی ''خلافت مُوومنٹ'' کے پُرجوش مگر کوتاہ نظر مجاہدوں کو ایک ہزیمت سے دوچار کردیا ہے۔ جرمنی میں بھی ایک ایسی ہی تنظیم موجود ہے مگر وہ بھی خوابوں کی دنیا میں رہ رہی ہے۔

مسلسل ناکامیوں کا سبب؟

اس مضمون کے مندرجات سے ثابت ہوتا ہے کہ بادشاہ، شہزادے، سیاسی لیڈر، سربراہان مملکت، جرنیل، علماء مشائخ، مذہبی اور سیاسی تنظیمیں، حتّٰی کہ لارڈ کچنر اور گاندھی جی جیسے مسیحی اور ہندو لیڈروں کے تعاون وتائید کے باوجود **احیائے خلافت کی یہ تمام کوششیں عملاً ناکام ہوئیں۔** ایک مرتبہ پھر غور فرمائیے کہ 125 سال کے عرصے میں عالمِ اسلام کے مختلف ممالک میں مختلف اوقات میں، قدآور شخصیات اور بھاری بھرکم تنظیموں نے بھرپور کوششیں کیں مگر نتیجہ ناکامی کے سوا کچھ نہ نکلا بلکہ بنی بنائی 407 سال تک چلنے والی خلافتِ عثمانیہ کو خود ترک پارلیمنٹ نے ختم کردیا۔ اس سانحہ پر علامہ اقبال نے بھی نوحہ خوانی کی ہے ؎

چاک کردی تُرکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مُسلم کی دیکھ، اَوروں کی عیّاری بھی دیکھ

ان ناکامیوں کا سبب کیا ہے؟ حضرت نبی اکرم ﷺ **کی درجِ ذیل حدیث میں اس سوال کا جواب موجود ہے۔**

عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ النُّبُوَّۃُ فِیْکُمْ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالیٰ ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلیٰ مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالیٰ ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا عَاضًّا فَتَکُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالیٰ ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیَّۃً فَیَکُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالیٰ ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلیٰ مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ ثُمَّ سَکَتَ۔ (مسند احمد جلد 4 صفحہ 273 دارالفکر بیروت و مشکوٰۃ باب الانذار و التحذیر)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اندر نبوت موجود رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھالے گا پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہوگی جب تک خدا چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ یہ نعمت بھی اٹھالے گا پھر ایک طاقتور اور مضبوط بادشاہت کا دور آئے گا جب تک اللہ چاہے گا وہ رہے گا پھر اسے بھی اٹھالے گا اور ظالم وجابر حکومت کا زمانہ آئے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم وستم کے دور کو ختم کردے گا اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ اس کے بعد حضورؐ خاموش ہوگئے۔

اس حدیث میں اُمّتِ مسلمہ کے حکمرانوں اور سربراہوں کی مندرجہ ذیل اقسام کا ذکر موجود ہے:

1۔ خلفائے راشدین۔
2۔ مضبوط بادشاہ۔
3۔ جابر وقاہر بادشاہ۔
4۔ ان ادوار کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا آغاز۔

تاریخ اسلام محولہ بالا حدیث میں مذکور پیش گوئی کے بدرجہ اتم پُورا ہونے کی گواہ ہے۔ خلفائے راشدین، حکمرانوں اور جابر وقاہر مطلق العنان بادشاہوں کا ایک گوشوارہ ملاحظہ فرمائیے۔ (یہ گوشوارہ تیار کرتے وقت تاریخِ اسلام کی بعض چھوٹی علاقائی یا مقامی سلطنتوں کے حکمرانوں کو اختصار کے پیشِ نظر شمار نہیں کیا گیا)

سربراہان مملکت اسلامیہ	دَور	تعداد خلفاء، سلاطین
خلفائے راشدین	632ء تا 661ء	4
شاہانِ بنوامیّہ (دمشق)	661ء تا 750ء	14
شاہانِ بنوعبّاس (بغداد)	750ء تا 1258ء	37
حکومت بنوعباس (قاہرہ)	1261ء تا 1517ء	18
سربراہانِ سلطنت عثمانیہ	517ء تا 1924ء	36
بنوعباس کے دورِ حکومت میں متوازی حکومتیں:		
حکومت بنی امیّہ ہسپانیہ	756ء تا 1031ء	16
حکومتِ فاطمینِ مصر	909ء تا 1171ء	14
کل تعداد		139

خلفائے راشدین کا دَور چار قدیم الاسلام عشرہ مبشرہ سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرام کا دَور تھا۔ امورِ مملکت میں قرآن و سنّت کے احکام کی رُوح کارفرما رہی۔ ایک حدیث کے مطابق یہ مبارک دَور تقریباً 30 سال تک مُمتد رہا۔

بنی اُمیّہ کے حکمرانوں میں سے یزید، عبدالملک، ولید اور سلیمان کو چھوڑ کر باقی حکمران وسیع قتل وغارت میں مُلوّث نہیں ہوئے۔ اس دور میں اسلامی سلطنت کے حدود میں وسعت آئی اور داخلی طور پر کاروبار مملکت میں بہتری آئی۔ اُمّتِ مسلمہ کے پہلے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز خاندانِ بنی اُمیّہ کے ایک حکمران تھے۔ انہیں کئی مؤرخین نے ''پانچواں خلیفہ راشد'' قرار دیا ہے۔

خاندانِ بنوعباس میں 55 حکمران گزرے ہیں۔ ان میں سے بعض نیک، پرہیزگار اور عادل تھے اور خلقِ خدا کی فلاح وبہبود کے کاموں میں منہمک رہے۔ لیکن بعض کے دورِ حکومت میں خونریزی، ظلم اور تعدّی کا دور دورہ رہا۔ بعض بزرگانِ دین اور آئمّہ (امام مالک، امام احمد حنبل، امام ابوحنیفہ وغیرہ) اور دیگر اہلِ علم ودانش کو زدوکوب کیا گیا، قیدخانوں میں ڈالا گیا۔ بعض علماء کو مسئلہ خلقِ قرآن پر اختلاف کی بناء پر بے رحمی سے قتل کردیا گیا۔ ظلم اور بربریت کی آگ اکثر شبستانِ شاہی کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

چنانچہ درباری سازشوں، بغاوتوں اور سرکشیوں کے نتیجے میں خاندانِ عباسیہ کے 7 حکمران معزول ہوئے۔ 3 کو اندھا اور 5 کو قتل کردیا گیا۔ یہ صورتِ حال اس عہد کے جبروقہر، ظلم وتعدی اور بدامنی وسفّاکی کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ دوسرے شاہی خاندانوں کے حکمران بھی ظلم اور جَور کی اسی کشتی میں سوار نظر آتے ہیں۔ خُونِ ناحق کا ایک دریا رواں دواں نظر آتا ہے۔

سلطنتِ ترکیہ کے 36 سلاطین و''خلفاء'' میں سے ایک کو پھانسی دی گئی، 2 قتل ہوئے، 7 کو معزول کیا گیا اور 3 کو دوسرے افرادِ خاندان کے حق میں دستبردار ہونے پر مجبور کیا گیا۔ پانچویں عثمانی حکمران 'محمد ثالث' نے اپنے بھائیوں کو سیاسی استحکام کی خاطر قتل کروادیا۔ (ملّت اسلامیہ کی تاریخ' میر محمود علی قیصر، جلد سوم ایڈیشن 1994 صفحہ 73)

قطع رحمی کی اس بدترین مثال کے بعد عثمانی حکمرانوں کے بھائیوں کا قتل یا کم از کم اُنہیں عمر بھر نظر بند رکھنا ایک دستور العمل قرار پایا۔ ''رموزِ سلطنت خویش خسرواں دانند''۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت

قبل ازیں مذکور حدیث شریف کا آخری حصہ بھی بڑی صفائی سے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی بعثت سے پورا ہوگیا۔ حضورؑ کی وفات کے بعد 27؍مئی 1908 کو جماعتِ مومنین کی حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیرویؓ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے **خلافت علی منہاج النبوۃ کے عہدِ نو کی ابتداء ہوئی۔ الٰہی کارواں** قُدرتِ ثانیہ یعنی خلافت حقّہ اسلامیہ احمدیہ **کی پانچویں تجلّی کی نُور پاشیوں میں شاہراہِ اسلام پر رواں دواں ہے۔**

خلافتِ حقہ کے حوالے سے ایک دوسرا پہلو بھی قابلِ غور ہے۔ تقریباً ایک سو سال سے علماء، مذہبی اور سیاسی تنظیمیں، بادشاہ، حکمران، حکومتوں کے سربراہ، جرنیل، سیاست دان، میڈیا، بعض جج، جماعتِ احمدیہ اور اس کے نظام خلافت کو تباہ کرنے کے لئے ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے ہیں مگر ایک ہاتھ اس ننھے سے چراغ کی حفاظت کا کرشمہ دکھا رہا ہے ؎

من در حریمِ قُدس چراغِ صداقتم
دستش محافظ است ز ہر بادِ صرصرم

اس صُورتحال پر حق کے طالبوں کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے۔ **ایک طرف ایک صدی سے زائد عرصہ پر پھیلی ہوئی احیائے خلافت کے لئے کی جانے والی کوششیں ناکام ہوئی ہیں۔ دوسری طرف جماعت احمدیہ اور اُس میں قائم آسمانی نظامِ خلافت کو تباہ کرنے کے لئے ہر تدبیر اور کاوش بروئے کارلائی جاتی ہے۔ اس میں افراد اور ادارے تو ایک طرف، حکومتیں اور بین الاقوامی تنظیمیں بھی کُود پڑتی ہیں مگر مقاصد حاصل کرنے میں نامراد رہتی ہیں۔ یہ جماعت احمدیہ اور اس کے نظامِ خلافت کی سچائی کی دلیل ہے۔**

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مسندِ خلافت پر متمکّن ہونے کے بعد دوسرے خطبہ جمعہ میں جماعت کو بشارت دی تھی کہ اب خلافتِ احمدیہ انشاءاللہ کم ازکم ایک ہزار سال تک خدمتِ اسلام وقرآن پر کمربستہ رہے گی اور اُسے کوئی بدخواہ نقصان نہیں پہنچاسکے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی 27؍مئی 2005 کے خطبہ جمعہ میں جماعت کو خلافتِ احمدیہ کے شاندار مستقبل کے بارے میں خوشخبری دی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کی قدردانی کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر یہ پیش گوئی کی تھی کہ تین صدیوں کے اندر اندر جماعتِ احمدیہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اسلام کو دنیا میں غلبہ عطا فرمائے گا۔ ایک صدی تو بیت چکی ہے۔ باقی دوصدیاں اپنے دامن میں فتوحات اور حسنات سجا کر ہویدا ہوں گی۔ ہماری آنے والی نسلیں ان ایمان افروز نظاروں سے شادکام ہوں گی۔ انشاءاللہ ع

قضائے آسمان ست ایں بہرحالت شود پیدا

بقیہ: نظامِ وصیت۔ ایک زندگی بخش نسخہ۔ از صفحہ نمبر 19

ہے میں غلط فہمی میں رہا۔

چنانچہ آپ خدا کے فضل وکرم سے چند دنوں کے بعد تندرست ہوگئے اور ماہ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں اپنی آمد اور جائیداد ونوں کی دوبارہ وصیت کردی جو فروری ۱۹۳۶ء میں منظور ہوگئی اور اپنی آمد کا حصہ وصیت برابر ادا کرتے رہے۔ اور اپریل ۱۹۴۱ء میں اپنی جائیداد یعنی خرید کردہ زمین کا وصیت کردہ حصہ بھی ادا کر کے اپنے اس فرض سے اپنی زندگی ہی میں سبکدوش ہوگئے۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

(حیاتِ امین مرتبہ قریشی عطاء الرحمٰن صاحب، سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان۔ مطبوعہ 1953 صفحہ 49-51)

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جماعت احمدیہ کے احباب وخواتین نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی وصیت کی تحریک نو پر والہانہ لبیک کہہ کر ایک شاندار اور تاریخی نمونہ پیش کیا ہے۔ جو احباب اور خواتین ابھی تک اس بابرکت تحریک میں شامل نہیں ہوسکے اور ابھی تک سوچ بچار میں پڑے ہوئے ہیں، خدا کرے کہ یہ ایمان افروز واقعہ ان کے لئے مہمیز کا کام دے اور اللہ تعالیٰ ان کو بلاتاخیر نظامِ وصیت میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وصیت ہے اک آسمانی نظام
یہ جنّت کے پانے کا ہے انتظام
چلے آؤ اس کی طرف دوستو!
ندا دے رہا ہے امامِ ہمام
وصیت کرو، تم وصیت کرو
ہر اک کو یہی اب نصیحت کرو

قارئین الفضل انٹرنیشنل

نوٹ فرمالیں کہ الفضل انٹرنیشنل کا یہ شمارہ دو ہفتوں پر مشتمل ہے۔ اگلا شمارہ انشاءاللہ 11؍اگست 2006 کو شائع ہوگا

(مینیجر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان اور بے نظیر قوت قدسیہ

(ملک سعید احمد رشید۔ ربوہ)

(تیسری قسط)

برکات کا عطا ہونا

خدا کے ماموروں اور مرسلوں کو قوت قدسیہ اور روح القدس کے ذریعہ کئی قسم کی برکات بھی عطا کی جاتی ہیں جن کا ظہور کئی رنگ میں ہوتا ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مرتبہٗ لقا پر فائز ہونے والے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ شخص شدّت اتصال کی وجہ سے خدائے عزّوجل کے رنگ میں ظلّی طور پر رنگین ہوجاتا ہے اور تجلیات الٰہیہ اُس پر دائمی قبضہ کر لیتے ہیں...... **اور جیسا کہ وہ خود مبارک ہے ایسا ہی اس کے اقوال و افعال وحرکات اور سکنات اور خوراک اور پوشاک اور مکان اور زمان اور اس کے جمیع لوازم میں برکت رکھ دیتا ہے۔** تب ہر یک چیز جو اس سے مَس کرتی ہے بغیر اس کے جو یہ دعا کرے برکت پاتی ہے۔ اس کے مکان میں برکت ہوتی ہے۔اس کے دروازوں کے آستانے برکت سے بھرے ہوتے ہیں۔اس کے گھر کے دروازوں پر برکت برستی ہے جو ہر دم اس کو مشاہدہ ہوتی ہے اور اس کی خوشبو اُس کو آتی ہے۔جب یہ سفر کرے تو خدا تعالیٰ مع اپنی تمام برکتوں کے اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جب یہ گھر میں آوے تو ایک دریا نور کا ساتھ لاتا ہے۔غرض یہ عجیب انسان ہوتا ہے جس کی کنہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا''۔

(روحانی خزائن جلد 5صفحہ69)

پھر فرمایا:

''خدا کا نور ان کی پیشانی میں اپنا جلوہ ظاہر کرتا ہے۔ایسا ہی ان کے ہاتھوں میں اور پیروں میں اور تمام بدن میں ایک برکت دی جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کا پہنا ہوا کپڑا بھی متبرک ہوجاتا ہے۔ اور اکثر اوقات کسی شخص کو چھونا یا اس کو ہاتھ لگانا اس کے امراض روحانی یا جسمانی کے ازالہ کا موجب ٹھہرتا ہے۔اسی طرح ان کے رہنے کے مکانات میں بھی خدائے عزّوجل ایک برکت رکھ دیتا ہے۔وہ مکان بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔خدا کے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔اسی طرح اُن کے شہر یا گاؤں میں بھی ایک برکت اور خصوصیت دی جاتی ہے۔اسی طرح اس خاک کو بھی کچھ برکت دی جاتی ہے جس پر ان کا قدم پڑتا ہے''۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22صفحہ19)

بعض اور برکات کا ذکر کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

۞...... ''......ایسا بے مثل کلام اس کی زبان پر جاری کیا جاتا ہے کہ دنیا اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔اور اس کی آنکھ کو کشفی قوت عطا کی جاتی ہے جس سے وہ مخفی در مخفی خبروں کو دیکھ لیتا ہے اور بسا اوقات لکھی ہوئی تحریریں اس کی نظر کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اور مُردوں سے زندوں کی طرح ملاقات کر لیتا ہے اور بسا اوقات ہزاروں کوس کی چیزیں اس کی نظر کے سامنے ایسی آجاتی ہیں گویا وہ پَیروں کے نیچے پڑی ہیں۔

ایسا ہی اس کے کان کو بھی مغیبات کے سننے کی قوت دی جاتی ہے اور اکثر اوقات وہ فرشتوں کی آواز کو سن لیتا ہے اور بیقراریوں کے وقت اُن کی آواز سے تسلّی پاتا ہے اور عجیب تر یہ کہ بعض اوقات جمادات اور نباتات اور حیوانات کی آواز بھی اس کو پہنچ جاتی ہے۔......اسی طرح اس کی ناک کو بھی غیبی خوشبو سونگھنے کی ایک قوت دی جاتی ہے اور بسا اوقات وہ بشارت کے امور کو سونگھ لیتا ہے اور مکروہات کی بدبُو اس کو آجاتی ہے۔علی ھذا القیاس اس کے دل کو قوت فراست عطا کی جاتی ہے اور بہت سی باتیں اس کے دل میں پڑ جاتی ہیں اور وہ صحیح ہوتی ہیں۔ علی ھذا القیاس شیطان اس پر تصرف کرنے سے محروم ہوجاتا ہے۔اور بباعث نہایت درجہ فنا فی اللہ ہونے کے اس کی زبان ہر وقت خدا کی زبان ہوتی ہے اور اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔اور اگرچہ اس کو خاص طور پر الہام بھی نہ ہو تب بھی جو کچھ اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے''۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22صفحہ18)

یہ سب قوت قدسیہ کی برکات ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا کی گئیں۔اور اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ سے آپ نے یہ برکات ہمارے سامنے رکھیں ورنہ جو شخص اس کوچہ سے نابلد ہو وہ کیسے یہ باتیں بیان کرسکتا ہے۔

۞......پھر آپؑ کے اپنے اقرار اور خدا تعالیٰ کے الہامات سے بھی یہ ثابت ہے کہ **یہ ساری قوت قدسیہ کی برکات آپ کو عطا ہوئیں۔** چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

''قَدْ خَصَّنِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ بِاٰیٰتٍ مِنْ عِنْدِہٖ وَبَارَکَ فِیْ قَوْلِیْ وَنُطْقِیْ وَجَعَلَ الْبَرْکَۃَ فِیْ دُعَائِیْ''۔

(روحانی خزائن جلد 7صفحہ324)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی آیات سے مخصوص کیا ہے اور میرے قول میں اور میری زبان میں برکت دی ہے اور میری دعاؤں میں برکت رکھ دی ہے۔

پھر فرمایا:

''خدا نے متواتر بشارتیں مجھے دیں اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں دنیا میں تجھے ایک بڑی عزّت دوں گا ......**اور تمام برکات کا تیرے پر دروازہ کھولوں گا**''۔

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد22صفحہ 253)

''وَاعْلَمُوْا اِنِّی اَنَاالْمَسِیْحُ وَفِی بَرَکَاتٍ اُسِیْحُ وَکُلَّ یَوْمٍ یَزِیْدُالْبَرَکَات وَیَزْدَادُ الْاٰیٰت۔ وَالنُّوْرُ یَبْرُقُ عَلٰی بَابِیْ۔ وَیَاْتِی زَمَانٌ یَتَبَرَّکُ الْمُلُوْکُ فِیْ اَثْوَابِیْ۔ وَذٰلِکَ الزَّمَانُ زَمَانٌ قَرِیْبٌ۔

(روحانی خزائن جلد17صفحہ 84)

ترجمہ: اور جان لو کہ مَیں ہی مسیح موعود ہوں اور برکات میں سیر کرتا ہوں اور ہر روز ان برکات میں اضافہ ہورہا ہے اور نشانات میں بھی اور وہ زمانہ آتا ہے کہ بادشاہ میرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور یہ زمانہ بہت قریب ہے۔

۞...... پھر خدا تعالیٰ کی مزید فضلوں کی بارش اور برکتوں کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

''آج تک مجھ پر فضل کی بارشیں ہورہی ہیں اور جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ دیکھ مَیں تیرے لئے آسمان سے برساؤں گا اور زمین سے نکالوں گا۔ سو اس نے ایسا ہی میرے ساتھ معاملہ کیا اور وہ نعمتیں دیں اور وہ نشان دکھلائے جو مَیں شمار نہیں کرسکتا۔اور وہ عزت دی کہ کئی لاکھ انسان میرے پاؤں پر گر رہے ہیں''۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد22صفحہ 254)

۞......مزید برکتوں کے ملنے کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا۔اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہوجاوے گا۔بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھادے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔

اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا''۔

(تجلیات الٰہیہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ409-410)

''عالم کشف میں مجھے وہ بادشاہ دکھائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے اور کہا گیا کہ یہ ہیں جو اپنی گردنوں پر تیری اطاعت کا جُوا اٹھائیں گے اور خدا انہیں برکت دے گا''۔

(تجلیات الٰہیہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ409)

۞...... آپ کو الہام ہوا ''بُورِکْتَ یَا اَحْمَدُ وَکَانَ مَا بَارَکَ اللّٰہ فِیْکَ حَقًّا فِیْکَ''۔

ترجمہ از حضرت مسیح موعودؑ۔ ''اے احمد تجھے برکت دی گئی اور یہ برکت تیرا ہی حق تھا''۔(براہین احمدیہ۔ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21صفحہ78)

''یَا اَحْمَدُ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ''

ترجمہ وتشریح از حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

''اے احمد! تیری عمر اور کام میں برکت دے گا۔ ایسا ہی خدا نے مجھے موت سے محفوظ رکھا...... اور باوجود ان تمام عوارض اور امراض کے جو مجھے لگے ہوئے ہیں......خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے جیسا کہ وعدہ کیا تھا میری عمر میں برکت دی۔ بڑی بڑی بیماریوں سے مَیں جانبر ہوگیا''۔(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21صفحہ77)

۞......پھر فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کا حتمی وعدہ ہے کہ وہ ہمارے سلسلہ میں برکت ڈالے گا۔اور اپنے اس بندہ کو بہت برکت دے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ اس بندہ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ وہ ہر ایک ابتلاء اور پیش آمدہ ابتلاء کا بھی انجام بخیر کرے گا......اس بارہ میں اس کے پاک الہام اس قدر ہوئے ہیں کہ اگر سب لکھے جائیں تو یہ اشتہار ایک رسالہ ہوجائے گا''۔

(حقیقۃ المہدی ۔روحانی خزائن جلد 14صفحہ 443)

۞...... کہتے ہیں درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسیہ کو اس پہلو سے پہچانتے ہیں کہ کس طرح آپ کی قوت قدسیہ کے ذریعہ مختلف امور ظاہر ہوئے۔مثلاً قبولیت دعا ،نشانات کا ظہور،صحبت کا اثر،حقائق و معارف کا عطا کیا جانا،آسمانی امور اور اسرار کا انکشاف،شخصیت میں قوت قدسیہ،جذب و تاثیر،تحریر وکلام میں قوت قدسیہ کا ظہور ،دلوں میں پاک انقلاب وغیرہ وغیرہ بہت سے امور ہیں جن کا ذکر آگے انشاء اللہ العزیز آئے گا۔آپ خود فرماتے ہیں کہ تم مجھے میرے کاموں سے پہچانو گے اور آپ اسے اپنی سچائی کا معیار قرار دیتے ہیں۔

فرمایا:

''اے عقلمندو! **میرے کاموں سے مجھے پہچانو۔** اگر مجھ سے وہ کام اور وہ نشان ظاہر نہیں ہوتے جو خدا کے تائید یافتہ سے ظاہر ہونے چاہئیں تو تم مجھے مت قبول کرو۔لیکن اگر ظاہر ہوتے ہیں تو اپنے تئیں ہلاکت کے گڑھے میں مت ڈالو''۔

(سراج منیر۔ روحانی خزائن جلد 12صفحہ7)

شخصیت میں قوت قدسیہ

سب سے پہلے ہم آپ کی شخصیت کو لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آپ کے وجود میں کس قدر نور، کشش اور جاذبیت تھی کہ دیکھنے والے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیتے تھے کہ یہ خدا نما وجود ہے۔کسی جھوٹے کا منہ نہیں۔اور پہلی ہی نظر میں رام ہوجاتے تھے اور دل وجان سے فدا ہونے کو تیار۔

آپ ایسے نورانی وجودوں کے نور اور کشش وجذب اور اس کی انقلاب آفرینی کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''اور ان کے چہروں پر عشق الٰہی کا نور ہوتا ہے جو شخص اس کو دیکھ لے اس پر نار جہنم حرام کی جاتی ہے''۔

اور یہی چیز آپ کی شخصیت اور وجود مبارک میں موجود تھی کہ آپ کا چہرہ دیکھتے ہی سعید فطرت روحیں آپ پر دل وجان سے فدا اور قربان ہونے لگتیں۔نور کے بارہ میں تو اوپر کئی حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی قسم کے نوروں سے نوازا۔اور آپ کے وجود کے ذرّے ذرّے میں نور تھا۔

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا

سالانہ چندہ خریداری

برطانیہ: تیس (۳۰) پاؤنڈز سٹرلنگ

یورپ: پینتالیس (۴۵) پاؤنڈز سٹرلنگ

دیگر ممالک: پینسٹھ (۶۵) پاؤنڈز سٹرلنگ

(مینیجر)

اب صرف دومثالیں بیان کی جاتی ہیں کہ کس طرح آپ کی شخصیت میں کشش وجذب اورانقلاب آفرینی تھی کہ ایک نظر دیکھتے ہی سعید روحیں تڑپ اٹھتیں اور بے قرار ہوجاتیں کہ اس وجود کے بغیران کو کہیں قرار نہیں ملتا۔

آپ کے صحابی حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحبؓ آپ سے اپنی پہلی ملاقات کاواقعہ یوں بیان فرماتے ہیں:

"حضرت اقدس کی خدمت عالی میں حاضر ہوا۔ چہرہ مبارک دیکھتے ہی مَیں بیتاب ہوگیااوردل میں عشق کی آگ بھڑک اٹھی...... تین دن قادیان میں رہ کراجازت لے کرواپس آیا۔ جب پٹیالہ پہنچا تودل ایسا بے قرار ہوا کہ پھرقادیان چلا گیا۔ حضرت اقدس نے پوچھا کہ کیوں واپس گئے تھے۔ عرض کیا: یا حضرت! حضور سے جداہونے کودل نہیں چاہتا۔ مسکرا کرفرمایا: اچھااَوررہو"۔

(الفضل انٹرنیشنل 12/دسمبر 2003ء صفحہ12)

دوسری مثال حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفہ اوّل کی ہے۔

آپ اپنی پہلی ملاقات اوراپنی دلی کیفیت کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

"آپ اس وقت سیڑھیوں سے اترے تومَیں نے دیکھتے ہی دل میں کہایہی مرزا ہے۔اوراس پرمَیں ساراہی قربان ہوجاؤں"۔

(حیات نور صفحہ116 جدید ایڈیشن)

پھراپنے ایک خط میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خدمت میں لکھا:

"مولانا ،مرشدنا ،امامنا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عالی جناب میری دعا یہ ہے کہ ہروقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں ......اگراجازت ہوتومَیں نوکری سے استعفیٰ دے دوں اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں۔ یااگرحکم ہوتو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اورلوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں اوراسی راہ میں جان دوں ۔مَیں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرانہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیرومرشد! مَیں کمال راستی سے عرض کرتاہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہوجائے تومَیں مرادکوپہنچ گیا......سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہوں ۔ دعافرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو"۔

(فتح اسلام ۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ36-37)

پھرایک اورخط میں تحریرفرمایا:

"امّابعدایک خاکسار بالکل نابکاراور خاکساری کے ساتھ نہایت ہی شرمسار بحضور حضرت مسیح الزماں عرض پرداز۔اس خادم بااخلاص اوردلی مرید کا جو کچھ ہے۔تمامہ آپ ہی کا ہے۔زن وفرزندوروپیہ،آبرو،جان"۔

(ماہنامہ انصاراللہ مئی 2000ء صفحہ 29)

پھرحضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی شخصیت اوراپنی کیفیت کے بارہ میں فرماتے ہیں:

"مَیں ساری آمدنیوں کوچھوڑ کر جودوسرے شہروں میں مجھے ہوسکتی ہیں کیوں قادیان میں رہنے کو ترجیح دیتاہوں۔اس کامختصر جواب یہی دوں گا کہ مَیں نے یہاں وہ دولت پائی جوغیر فانی ہے۔جس کو چوراور قزاق نہیں لے جا سکتا۔ مجھے وہ ملا جوتیرہ سو برس کے اندرآرزو کرنے والوں کو نہیں ملا۔ پھرایسی بے بہا دولت چھوڑ کرمَیں چندروزہ دنیا کے لئے مارامارا پھروں............مَیں سچ کہتاہوں کہ اگراب کوئی مجھے ایک لاکھ کیا ایک کروڑ روپیہ یومیہ بھی دے اورقادیان سے باہر رکھنا ہے مَیں نہیں رہ سکتا۔

ہاں امام علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں پھرخواہ مجھے ایک کوڑی بھی نہ ملے۔

پس میرے دوست ،میرا مال ،میری ضرورتیں اس امام کی اتباع تک ہیں اوردوسری ساری ضرورتوں کواس ایک وجود پرقربان کرتاہوں"۔

(حقائق الفرقان جلد 4تفسیر سورۃ الجمعۃ صفحہ132)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام آپ کے جذبۂ فدائیت وقربانی کا اس طرح اظہارفرماتے ہیں:

"اگرمَیں نورالدین کوحکم دوں کہ تو پانی میں چلاجا تو وہ جانے کے لئے تیار ہے۔ اگرمَیں اس کوکہوں کہ آگ میں داخل ہوجاتووہ میرے حکم سے آگ میں بھی جانے کوتیار ہے۔ وہ کسی طرح بھی میرے حکم سے انکارنہیں کرسکتا"۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ567)

اَوربھی سینکڑوں مثالیں ایسی ہیں اورحضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی کتب میں ان کے اخلاص وایمان ،صدق ووفا اورعظیم الشان قربانیوں کا ذکرفرمایاہے جس کا ذکرآگے قوت قدسیہ کے ذریعہ پاک انقلاب کے تحت آئے گا۔

الغرض آپ کی شخصیت ایسی پُرکشش ،پُرنور اور خدانماتھی کہ سعید روحیں ایک ہی نظر میں فداوقربان ہونے اوراپنا سب کچھ اس وجود پاک کی خاطرلٹانے کے لئے تیارہوجاتیں۔

اب حضرت مرزا بشیراحمد صاحبؓ کی گواہی ملاحظہ ہو۔آپ فرماتے ہیں:

"اس وقت تک جو جماعت کی ترقی ہوئی اس کے اسباب مختلف تھے جن میں سے ہم بعض کواس جگہ اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

"اوّل ایک بہت بڑا اور نہایت مؤثر سبب جوخود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات تھی۔آپ کواللہ تعالیٰ نے ایسا مقناطیسی وجود عطا کیا تھا کہ وہ اپنے ساتھ مناسبت رکھنے والی روح کو فوراً اپنی طرف کھینچ لیتا تھا......

سینکڑوں ہزاروں لوگ ایسے ہیں جنہوں نے صرف حضرت مسیح موعودؑ کاچہرہ دیکھ کربغیرکسی دلیل کے آپ کومان لیا۔اوران کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے کہ یہ منہ جھوٹوں کا نہیں ہوسکتا۔سینکڑوں ہزاروں ایسے ہیں جوچنددن کی صحبت میں رہ کرہمیشہ کے لئے رام ہوگئے اور پھرانہوں نے آپ کی غلامی کوسب فخروں سے بڑافخر جانا۔ **غرض آپ کی کامیابی کا ایک بڑا سبب آپ کی ذات اورآپ کا اخلاقی اورروحانی اثر تھا۔**

............بعض لوگوں نے آپ کے اس روحانی اثر کوسحراور جادو کے نام سے تعبیر کیا اورمشہور کیا کہ مرزا صاحب کے پاس کوئی نہ جائے کیونکہ وہ جادوکردیتے ہیں۔ مگر یہ جادونہیں تھا بلکہ آپ کی روحانیت کی زبردست کشش تھی جوسعیدلوگوں کواپنی طرف کھینچ لیتی تھی"۔

(سلسلہ احمدیہ صفحہ100-102)

۞......اب ایک غیرمسلم خاتون کی گواہی آپ کی شخصیت کے بارہ میں پیش کرتے ہیں جنہوں نے صرف تصویر دیکھ کرآپ کی عظیم الشان شخصیت اور اپنی دلی کیفیت کا اظہار کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی ایک کتاب میں اس کاذکریوں فرمایاہے۔

"ایک عورت امریکہ سے میری نسبت اپنے خط میں لکھتی ہے کہ مَیں ہروقت ان کی تصویر دیکھتی رہنا پسند کرتی ہوں۔ یہ تصویربالکل مسیح کی تصویرمعلوم ہوتی ہے"۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ۔ روحانی خزائن جلد 21صفحہ106)

۞......مسٹر والٹر ایم اے سیکرٹری آل انڈیا کرسچین ایسوسی ایشن اپنی کتاب "احمدیہ موومنٹ" میں لکھتے ہیں:

"مَیں نے بعض پرانے احمدیوں سے ان کے احمدی ہونے کی وجہ دریافت کی تواکثر نے سب سے بڑی وجہ مرزاصاحب کے ذاتی اثر اور جذب اورمقناطیسی شخصیت کوپیش کیا"۔

۞...... ہندوستان کے نامورادیب نیازفتح پوری نے اپنے رسالہ میں لکھا:

"وہ بڑے غیرمعمولی عزم و استقلال کا صاحبِ فراست وبصیرت انسان تھاجوایک خاص باطنی قوت اپنے ساتھ لایاتھا۔اوراس کا دعویٰ تجدید ومہدویت کوئی پادرہوا بات نہیں تھی"۔(رسالہ نگار لکھنؤ نومبر 1959ء)

۞......لاہور کےمشہوررسالہ "تہذیب النسواں" کے ایڈیٹرنے کچھ یوں خراج تحسین پیش کیا۔

"مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اورنیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جوسخت سے سخت دل کوتسخیر کرلیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم، بلندہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مسیح موعودتو نہیں مانتے لیکن ان کی ہدایت اوررہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی"۔

۞......اوراب آخر میں آپ کے انتہائی قریبی اور نہایت باریک نظر سے اور 25 سال تک قریب سے دیکھنے والے ساتھی اورمحبّ حضرت ڈاکٹر میرمحمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کی گواہی پیش خدمت ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

"آپ کے اخلاق کے اس بیان کے وقت قریباً ہر خلق کے متعلق مَیں نے دیکھا کہ مَیں اس کی مثال بیان کرسکتا ہوں۔ یہ نہیں کہ مَیں نے یونہی کہہ دیا ہے مَیں نے آپ کواس وقت دیکھا جب مَیں دوبرس کا بچہ تھا۔ پھرآپ میری آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں 27سال کا جوان تھا۔ مگرمَیں خدا کی قسم کھا کربیان کرتاہوں کہ مَیں نے آپ سے بہترآپ سے زیادہ خلیق آپ سے زیادہ بزرگ ،آپ سے زیادہ اللہ اوررسول کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا"۔

"**آپ میں ایک مقناطیسی جذب تھا۔ایک عجیب کشش تھی**۔ موانست تھی۔ بات میں اثر تھا۔ دعا میں قبولیت تھی۔ خدام پروانہ وار حلقہ باندھ کرآپ کے پاس بیٹھتے تھے اوردلوں سے زنگ خود بخود دھلتا جاتا تھا۔غرض یہ کہ آپ نے اخلاق کا وہ پہلو دنیا کے سامنے پیش کیا جومعجزانہ تھا۔ سراپاحسن تھے۔ سراسراحسان تھے۔ اوراگرکسی شخص کامثیل آپ کوکہا جاسکتا ہے تو وہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے وبس"۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ597جدید ایڈیشن)

(باقی آئندہ شمارہ میں)

جماعت احمدیہ یوگنڈا کے زیر انتظام

زرعی ترقیاتی سکیم کا اجراء

پچاس کسانوں میں بیج اور کھاد کے بیگ تقسیم کئے گئے

(رپورٹ: محمد داؤد بھٹی ۔ مبلغ یوگنڈا)

گزشتہ سال مشرقی افریقہ کے دورے کے دوران یوگنڈا میں حضورانورایدہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کی حکومت سے تعلیم اورہیلتھ سے متعلق مختلف منصوبوں کے وعدے فرمائے تھے جوخداتعالیٰ کے فضل سے بتدریج پورے ہورہے ہیں۔ اس سلسلہ میں مورخہ 21/جون 2006ء کوجنجہ کے مقام پر ایک پروقار تقریب کاانعقادکیا گیا جس میں زراعت کے شعبہ سے تعلق رکھنے والے افرادیعنی کسانوں میں زرعی اجناس تقسیم کی گئیں۔ اس تقریب میں جنجہ ٹاؤن کے میئر کے علاوہ L-C-1کے چیئرمین اور ایگریکلچرآفیسر کے نمائندوں نیزممبران پارلیمنٹ اور ریڈیواوراخبارات کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔

اس تقریب کا انتظام مکرم عنایت اللہ صاحب زاہدامیرومشنری انچارج یوگنڈا کی نگرانی میں عمل میں آیا۔ اس پروگرام کے لئے جنجہ کی احمدیہ مسجد کے کشادہ صحن کومنتخب کیا گیا ۔ اس تقریب میں 250 سے زائد افراد شامل ہوئے۔ جن میں سے 50 کسان تھے۔

اس موقع پر لوکل میئرنے مقامی گورنمنٹ کی طرف سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ جووعدے گورنمنٹ سے کئے تھے ان کوپورا کیا جارہا ہے۔ صدرمملکت کے نمائندے نے بھی جماعت احمدیہ اورحضور انور ایدہ اللہ کا شکریہ ادا کیا اورکسانوں کونصیحت کی کہ زراعت کے اصول کے مطابق ان بیجوں کواستعمال کریں۔

آخرمیں مکرم امیر صاحب نے تفصیل کے ساتھ ان منصوبوں کا ذکرکیا جو جماعت نے اس ملک میں جاری کئے ہوئے ہیں۔ جن میں سے بعض مکمل ہوچکے ہیں اوربعض کا آغاز ہوچکاہے۔ آپ نے قرآن کریم کی پاکیزہ اور پرحکمت تعلیم کی روشنی میں کسانوں کونصائح کیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگرصحیح اصولوں کے مطابق محنت سے فصل کاشت کروگےتو اللہ تعالیٰ ایک بیج سے سات سوبیج بلکہ اس سے بھی زیادہ پیدا کرنے پرقادر ہے۔ پھرآپ نے یہ بھی بتایاکہ یوگنڈا کی زمین زرعی کاشت کے لحاظ سے بہترین ہےاور کاشت کے لئے مددگارموسم بھی میسرہے۔اس لئے بھرپورمحنت کے ساتھ کاشت کریں۔

تقریب کے اختتام پرپچاس کسانوں کوایک بیگ بیج اوردو بیگ کھاد تقسیم کئے گئے۔ یہ تقسیم مکرم امیر صاحب اورسرکاری نمائندگان نے کی۔ دعا کے ساتھ اس تقریب کا اختتام ہوا۔

26/جون کوملک کے تمام اخبارات میں یہ کارروائی شائع ہوئی۔

قارئین سے درخواست دعا ہے اللہ تعالیٰ ہماری ان حقیر کوششوں کوثمرآور بنائے۔آمین

۞۞۞۞۞۞

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST,   22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TLU.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

زخم تازہ کرگئی بادصبائے قادیاں

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۲۵؍جولائی ۲۰۰۵ء میں قادیان میں اپنی یادوں کے حوالہ سے مکرم منیر احمد بانی صاحب کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

☆ 1939ء کے سالانہ جلسہ پر (جو کہ خلافت ثانیہ کا جوبلی جلسہ تھا) والدصاحب مرحوم (محترم میاں محمد صدیق بانی صاحب) کے ہمراہ جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ چندروز جلسہ کے بعد بھی قیام کیا۔ اس مختصر عرصہ میں ہی بچوں میں ایسی تبدیلی پیدا ہوئی کہ والدصاحب نے عزم کرلیا کہ بچوں کو اس مقدس بستی میں رکھ کر تعلیم دلائی جائے اس فیصلہ پر عمل درآمد 1941ء میں ہوسکا۔ ان دنوں قادیان میں رہائش کے لئے الگ مکان مل جانا ایک مسئلہ تھا۔ بمشکل تمام محلّہ دارالرحمت میں ایک مشترکہ مکان ملا۔ جس میں محترم مولوی عبدالحئی صاحب مربی انڈونیشیا مع اپنی والدہ اور بھائی بہنوں کے مقیم تھے۔ وہ نماز باجماعت کے لئے اپنے ہمراہ ہمیں لے جاتے۔ ایک روز نماز جمعہ کے لئے مسجد اقصیٰ لے گئے، جب واپس گھر آئے تو اپنے چھوٹے بھائی اور خاکسار سے کہا کہ حضرت صاحب کے خطبہ کا خلاصہ سنائیں۔ میں اس غیر متوقع سوال کے لئے تیار نہ تھا مگر اس کا یہ عظیم فائدہ ہوا کہ اس کے بعد سے میں نے بہت توجہ اور انہماک سے حضور کے خطبات سنے۔ اب بھی جب تاریخ احمدیت کا مطالعہ کرتے کرتے وہ خطبات آتے ہیں جو کہ خود اپنے کانوں سے سنے ہوئے ہیں تو دل پر ایک رقت طاری ہوجاتی ہے۔ حضرت المصلح الموعود کا نورانی چہرہ نظروں کے سامنے آجاتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی دلکش آواز میرے کانوں میں رس گھول رہی ہے اور اکثر باوجود کوشش کے خطبات کی ان چند سطور سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ گزرا ہوا زمانہ واپس نہیں آتا دل میں تمنا اور تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

☆ تعلیم الاسلام ہائی سکول کی چوتھی جماعت میں داخلہ لیا۔ سراپا محبت وشفقت، سبھی اساتذہ کرام اپنے بچوں کی طرح محبت اور محنت سے اپنے شاگردوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرتے اور تعلیم سے زیادہ تربیت کا خیال رکھتے۔ سکول میں اڑھائی بجے چھٹی ہوتی، گھروں میں جا کر کھانا وغیرہ کھاتے، عصر کے بعد ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ناصر اپنے گھر کلاس لیتے۔ کسی قسم کی فیس یا ٹیوشن کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ میاں محمد ابراہیم صاحب مغرب کے بعد اپنے گھر پر انگریزی میں طلبہ کو مشق کرواتے۔ اکثر یہ کلاس رات 11 بجے تک جاری رہتی۔ ہمارے یہ روحانی والدین اپنا فرض منصبی سمجھ کر بچوں کو پڑھاتے۔ اور یہ بات ان کا جزو ایمان تھی کہ ہمارے ان عزیزوں نے احمدیت کا سپاہی بننا ہے۔ ماسٹر نذیر احمد صاحب رحمانی نے چھٹی کلاس میں خاکسار کو تحریک کی کہ ابھی سے روزانہ ڈائری لکھنے کی عادت ڈالو۔ میری ڈائری کے آغاز میں انہوں نے یہ ماٹو لکھ کردیا: ''آج کا منیر کل کے منیر سے بہتر ہو''۔

میاں محمد ابراہیم صاحب تلقین فرماتے کہ کورس کی کتابوں کے علاوہ مطالعہ کی عادت ڈالو اور روزانہ ایک انگریزی اور ایک اردو اخبار پڑھا کرو۔ حضرت مولوی تاج دین صاحب کے کلاس میں بیان کردہ نکاتِ معرفت اب تک ازبر ہیں۔ صبح اسمبلی میں تلاوت قرآن کے بعد وہ کوئی نہ کوئی دعا طلبہ کے ساتھ دہراتے جواب بھی یاد ہیں۔ حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب ہمارے ہیڈ ماسٹر تھے۔ جن دوستوں کو انہیں دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے انہوں نے گویا ایک ولی اللہ کا دیدار کرلیا۔ بہت زاہد، عابد اور دعا گو شخصیت تھے۔ ان کے چہرہ پر ہمیشہ ایک خداداد مسکراہٹ رہتی۔ سکول شروع ہونے سے قبل اسمبلی سے ضرور خطاب فرماتے۔ خطاب پندونصائح کا ایک سمندر ہوتا اور بیان کرنے کا انداز انتہائی دلنشین۔ جب موسمی تعطیلات میں سکول دو ماہ کیلئے بند ہوجاتا تو آپ اعلان فرماتے کہ ان چھٹیوں میں جو طالب علم قادیان سے باہر نہیں جاتے وہ روزانہ انگریزی میں ایک مضمون لکھیں اور مجھ سے اصلاح لیں۔ انہوں نے ساتویں جماعت میں ہر طالب علم کے ذمہ ایک رکوع کا حفظ کرنا کیا ہوا تھا اور اس طرح ساری کلاس کو پورا ایک پارہ یاد کروایا گیا اور سارے سکول نے مل کر پورا قرآن پاک حفظ کیا ہوا تھا۔

☆ سکول سے باہر محلّہ کی عام زندگی بھی ایک تربیتی کیمپ تھا۔ فجر سے پہلے صلّ علیٰ کا ورد کرتے، روزانہ پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتے، بعد نماز مغرب خدام اور اطفال کے اجلاس روزانہ ہوتے۔ ایک رات عشاء کی نماز پڑھ کر ہم چند بچے گھر سے باہر میدان میں کھیلنے لگے تو ایک بزرگ نے نصیحت کی کہ آنحضور ﷺ نے عشاء کے بعد بچوں کو بلاضرورت گھر سے باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے، یہ وقت مطالعہ میں صرف کرو اور جلدی سوجاؤ تاکہ صبح نماز کیلئے اُٹھ سکو۔

قریباً دس سال کی عمر میں ایک روز سودا سلف لانے بازار کی طرف مَیں ننگے پاؤں ہی چل دیا۔ محترم حافظ قدرت اللہ صاحب راستہ میں ملے تو فرمایا کہ احمدی بچوں اور دوسرے بچوں میں فرق ہوتا ہے، آپ فوراً گھر جائیں اور جوتا پہن کر بازار جائیں۔ دراصل ہر بزرگ یہ سمجھتا تھا کہ یہ سب ہمارے اپنے بچے ہیں۔

☆ حقیقی دینی معاشرہ تھا۔ محلّہ میں کسی کے ہاں شادی ہوتی تو امیر وغریب کا کوئی سوال نہ تھا۔ سب آپس میں بھائی بھائی تھے۔ شادی کی تقریب ایک گھرانہ کی بجائے پورے محلّہ کی ذمہ داری سمجھی جاتی۔ ہم نے 1943ء میں محلّہ دارالبرکات میں مکان خرید لیا۔ والدصاحب کلکتہ میں کاروبار کرتے تھے۔ گھر میں ہم سب بچے تھے، سودا سلف لاکر دینے والا کوئی نہ تھا۔ ایک دن محلّہ کے ایک بزرگ تشریف لائے اور ازخود یہ پیشکش کی کہ آپ کے ہاں بڑا کوئی نہیں ہے، میں صبح سویرے اپنے گھر کا سودا لینے جاتا ہی ہوں آپ کی نوازش ہوگی اگر مجھے خدمت کا یہ موقعہ دیں کہ میں آپ کا بھی سامان لے آیا کروں۔ ہمارا گزشتہ ماحول چنیوٹ اور کلکتہ کا ''تاجرانہ ماحول'' تھا جس میں ہربات اور ہرعمل کا وزن پیسہ سے تولا جاتا تھا اس لئے ایسی منکسرانہ اور پرخلوص پیشکش کی ہمیں سمجھ ہی نہ آئی۔ کیونکہ ہمارا یقین تھا کہ اس دنیا میں ایسا کبھی نہیں ہوسکتا لیکن اس فرشتہ سیرت بزرگ نے بہت اصرار کیا اور ہر موسم میں روزانہ بہت ہی عمدہ صاف ستھرا اور ارزاں قیمت پر سودا سلف لاکر دیتے رہے اور اُن کا یہ معمول 1943ء سے قادیان کے انخلاء تک جاری رہا۔ یہ بزرگ محلّہ کے اور بھی بہت سے گھرانوں کا سودا بلاکسی معاوضہ کے لاکر دیا کرتے تھے۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہؓ کی کافی تعداد تھی اور بے شمار برکات کی حامل۔ ہمارے محلّہ میں ایک صحابی حضرت مولوی عبداللہ صاحب بوتالویؓ قیام فرما تھے۔ ایک دن محلّہ میں تلاوت قرآن کریم کا مقابلہ ہوا تو ہم تینوں بھائی اول، دوم، سوم قرار پائے۔ موصوف نے انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا اور ہمارے والدصاحب سے فرمایا کہ میں بچوں کو انعام دینا چاہتا ہوں، میں نے کسی زمانہ میں خوش خطی کا فن سیکھا تھا، آپ کے بچے روزانہ فجر کے وقت تختیاں اور قلم دوات لے کر آجایا کریں، میں انہیں خوش خطی سکھلاؤں گا۔ بعدازاں محلّہ کے اور بھی بہت سے بچوں نے اس کلاس سے استفادہ کیا۔

☆ ایک سال متحدہ پنجاب کی ہیڈ ماسٹرز ایسوسی ایشن کی سالانہ کانفرنس کا انعقاد قادیان میں ہوا۔ ایسوسی ایشن کے صدر لاہور کے کسی آریہ سماج کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ بہت ہی سحرالبیان مقرر اور زندہ دل۔ ان کے قیام وطعام کا انتظام اس وقت بورڈنگ تحریک جدید کی عمارت کے قریب کیا گیا تھا۔ خاکسار اور چند دوسرے طلبہ کے ذمہ ان کی خدمت کا فریضہ تھا۔ ایک دن دوپہر کے کھانے کے بعد انہوں نے ایک چھوٹے بچے سے سوال کیا کہ تم بڑے ہوکر کیا بنوگے؟ بہت ہی خوبصورت اور معصوم چہرہ والے بچہ نے فوراً جواب دیا کہ ''ہر احمدی اسلام کا ایک بہادر سپاہی ہے، اس راہ میں میری زندگی قربان ہوگی۔'' بچے کا یہ فی البدیہہ جواب سن کر ہیڈ ماسٹر صاحب سکتہ میں آگئے۔ بعدازاں انہوں نے کئی تقاریر میں بڑے تعریفی انداز میں احمدی بچوں کا یہ جذبہ بیان کیا۔

☆ جن احباب کو قادیان میں قیام کا موقعہ تو نہ مل سکا لیکن جلسہ سالانہ پر چندیوم کے لئے جاتے تھے، ان کے دل بھی یہی گواہی دیتے تھے جو میرے دل نے دی تھی۔ 1978ء کے جلسہ پر ایک مالاباری دوست بھی دُور دراز علاقہ سے دیارحبیب میں حاضر ہوئے۔ اردو زبان سے ناآشنا تھے۔ اُن کی آنکھیں اشکبار دیکھیں تو سبب دریافت کیا۔ اس مخلص دوست نے ٹوٹی پھوٹی زبان میں اپنے جو جذبات بیان کئے وہ یوں تھے:

ہر راہ کو دیکھا ہے محبت کی نظر سے
شائد کہ وہ گزرے ہوں اسی راہ گذر سے

مکرم مصلح دین صاحب بنگالی پرنسپل اسلامیہ کالج چٹاگانگ میرے زمانہ کالج کے دوست ہیں۔ گزشتہ دنوں وہ تقسیم ملک کے بعد پہلی مرتبہ قادیان گئے تو واپسی پر میرے نام اپنے خط میں تحریر کیا: ''زندگی کے بہترین لحات تھے جو وہاں میں نے گزارے، دنیا کے آلام وفکر سے دُور، آستانہ الٰہی پر سربسجود ...... اس روحانی ماحول کے تصور سے ہی آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں اور طبیعت پر ایک عجیب روحانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ زندگی کے بقیہ ایام بھی دیارمحبوب میں گزاردوں......''۔

☆ اُس زمانہ میں سب سے بڑی برکت حضرت مصلح موعودؓ کی ذات والاصفات تھی۔ بعد نماز مغرب مجلس علم وعرفان کی یاد اب بھی دل میں حرارت پیدا کردیتی ہے۔ ہرکوئی اپنے اپنے ظرف اور علم کے مطابق اس سمندر بے کراں سے موتی چنتا۔ روزانہ نئے سے نیا مضمون اچھوتے انداز میں، طرز بیان بہت ہی سادہ، زبان صاف ستھری اور آسان، ہر بات دل میں اتر جاتی تھی۔ حضورؓ کی سوانح حیات اگر ایک ہزار صفحات میں تحریر کی جائے اور اس کا خلاصہ بیان کرنا مقصود ہوتو یہ خدائی سرٹیفیکیٹ کافی ہے: كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔

حضرت مصلح موعودؓ کا ہی شعر ہے:

خیال رہتا ہے ہمیشہ اس مقام پاک کا
سوتے سوتے بھی یہ کہہ اٹھتا ہوں ہائے قادیان

قادیان کی یادیں

مکرم محمد سعید احمد صاحب کے قلم سے قادیان کی بعض یادیں ہفت روزہ ''بدر'' ۶؍دسمبر ۲۰۰۵ء کی زینت ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ

☆ ۱۹۳۸ء میں بیروزگاری کی وجہ سے میرے

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۸؍مارچ ۲۰۰۶ء کی زینت قادیان کے تأثرات پر مبنی مکرم عبدالعزیز منگلا صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

ربّ کی رحمت کا اک نشاں دیکھا
مَیں نے امسال قادیاں دیکھا
آسماں سے ملائکہ کا نزول
مَیں نے خود اس جگہ یہاں دیکھا
جوق در جوق لوگ آئے تھے
ارض پر پڑ گئے نشاں دیکھا
کتنے رنگوں کا کتنی نسلوں کا
بن گیا تھا یہ کارواں دیکھا
ایسی دیکھی فضائے روحانی
جیسے نورِ خدا عیاں دیکھا

والدمحترم محمد رفیق صاحب قادیان چلے آئے اور مجھے تعلیم الاسلام سکول کی تیسری جماعت میں داخل کرادیا۔محترم ماسٹرعبدالعزیز صاحب ہمارے استاد تھے۔پُروقار اور پُرنُور چہرہ۔مسکراتے کم تھے، بچوں کو سزا بھی کم دیتے، ایسا محسوس ہوتا کہ ہروقت ذکرالٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر عبدالکریم صاحبؓ ہمارے مربی اطفال تھے۔ایک رات ہم مسجد سے عشاء کی نماز پڑھ کر نکلے تو چاندنی رات تھی۔دس بارہ بچوں نے مل کر کھیلنا اور شور مچانا شروع کردیا۔کچھ ہی دیر میں مربی صاحب کی غصہ میں بھری ہوئی آواز آئی: او نیک بختو! بزرگ نوافل ادا کررہے ہیں اور تم اتنا شور کررہے ہو، اس لئے تم سب کو سزا ملے گی۔پھر انہوں نے پوچھا کہ کس کس کو دعائے قنوت آتی ہے۔ سب نے سر جھکا لیا اور انہوں نے وہیں زمین پر کلاس لگالی کہ جس کو دعا یاد ہوتی جائے وہ گھر جاتا جائے۔

☆ اُس زمانہ میں اکثریت صحابہؓ کرام پر مشتمل تھی۔یہ بزرگ آپس میں ملتے تو بھائی کہہ کر دوسروں کو مخاطب کرتے، معانقہ کرتے، خیریت دریافت ہوتی۔ ایسا معلوم ہوتا برسوں بعد ملے ہیں لیکن ہرنماز پر یونہی ملتے کہ مسرت سے چہرے کھِل جایا کرتے۔گھنٹوں مسجدوں میں بیٹھ کر ذکرالٰہی کرتے، لمبے لمبے نوافل ادا کرتے اور سجدوں میں روتے۔ ہروقت حضرت مسیح موعودؑ کے نشانوں اور اپنی رؤیا وکشوف اور قبولیت دعا کا بیان ہوتا۔عجیب فرشتے چلتے پھرتے نظر آتے۔

☆ سکول میں میٹرک کا داخلہ تب جاتا جب قرآن کریم کا ترجمہ پڑھ کر طلبہ امتحان دیتے۔لیکن جب ۱۹۴۶ء میں مَیں میٹرک سے فارغ ہوا تو میرے والد نے مجھے حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب سے ترجمہ پڑھنے کی ہدایت کی۔مَیں نے اُن سے عرض کیا تو انہوں نے پوچھا کہ مَیں نے اُن کا انتخاب کیوں کیا ہے۔مَیں نے وجہ بیان کی تو انہوں نے مجھے روزانہ گیارہ بجے جامعہ میں آنے کا مشورہ دیا جہاں وہ مجھے نصف گھنٹہ ترجمہ پڑھاتے۔ میرے لئے یہ بات حیرت کا باعث تھی کہ اپنے گھر (جو نصف میل پر ہے) کی بجائے گرمیوں کی دوپہر میں دومیل دُور جامعہ میں بلاتے ہیں۔لیکن انہوں نے فرمایا کہ مَیں نے چونکہ استاد کا انتخاب کیا ہے اس لئے جگہ اور وقت کے انتخاب کا حق استاد کا ہے۔انہوں نے جیسے پڑھایا اُس سے مجھے قرآن پر غور کی عادت ہوگئی۔

☆ جب کالج میں داخل ہوا تو بیرون قادیان سے بھی بہت سے لڑکے وہاں آکر داخل ہوئے تھے اس لئے پہلے والا ماحول ختم ہوگیا۔مَیں نے دوسروں کی دیکھا دیکھی سر کے بالوں کو انگریزی طرز پر کٹوایا۔جس حجام سے مَیں حجامت بنواتا تھا انہوں نے پہلے تو میری بات ماننے سے انکار کردیا لیکن پھر میرے اصرار پر کہا کہ اس فعل کی تمام تر ذمہ داری مجھ پر ہوگی۔کچھ دن بعد جب والد صاحب لاہور سے آئے تو میری حجامت دیکھ کر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔مَیں نے اسے رضامندی تصور کیا۔اگلے روز جب انہوں نے مجھے بازار چلنے کو کہا تو بھی مَیں سمجھا کہ سودا سلف لینے جارہے ہیں۔لیکن آپ مجھے سیدھے اُسی حجام کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ مَیں آگے سے ہوکر آتا ہوں، تب تک اس کی ٹنڈ کردو۔...... چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مجھے یہ سبق مل گیا کہ کیسے بھی حالات ہوں، دینی شعائر کا احترام میری اوّلین ذمہ داری ہے۔

جلسہ سالانہ قادیان 2005ء میں شامل ہونے والوں کے تأثرات

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 6؍فروری 2006ء میں ہومیوڈاکٹر مکرم مقبول احمد صدیقی صاحب بیان کرتے ہیں کہ قادیان میں جلسہ سالانہ پر ساری دنیا سے آئے ہوئے لوگوں میں کچھ ایسے غریب اور مسکین بھی تھے جو کیرلہ اور اڑیسہ اور کنیا کماری جیسے دُور دراز علاقوں سے تین تین دن کا مسلسل سفر کرکے زندگی میں پہلی بار قادیان پہنچے تھے۔اُن میں سے اکثر کے کپڑے اور چپلیں انتہائی غریبانہ تھے۔شدید سردی کے باوجود اُن کے پاس جرابیں بھی نہ تھیں۔اکثر نے بتایا کہ وہ ایک سال سے پیسے جوڑ رہے تھے تاکہ قادیان تک کا کرایہ جمع ہوسکے۔...... میرے ایک دوست منور احمد صاحب جو دوتین سال پہلے ہی احمدی ہوئے ہیں، اور پہلے مخالفین کے سٹیج سے جوشیلے وعظ کیا کرتے تھے، کہتے ہیں کہ انہوں نے دنیا کے مختلف ممالک میں بزرگوں کی قبور کی زیارت کی ہے لیکن حیرت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والے کروڑوں کی تعداد میں ہونے اور آپؑ سے شدید عقیدت رکھنے کے باوجود آپؑ کی قبر مبارک پر کوئی مشرکانہ حرکت نہیں کرتے۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 19؍جنوری 2006ء میں مکرم عبدالسمیع خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ قادیان میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا اس قدر جذبہ تھا کہ شدید سردی کے باوجود ہزاروں لوگ گلیوں میں بغیر کسی جائے نماز یا چادر وغیرہ کے نماز ادا کرتے۔ باقی نمازوں میں بھی یہی حالت تھی۔مسجد اقصیٰ کے اندر جگہ لینے کے لئے کئی احباب نماز سے دو دو گھنٹے پہلے وہاں پہنچ کر ذکرالٰہی میں مصروف ہوجاتے۔

جب حضور انور بہشتی مقبرہ میں دعا کے لئے تشریف لے جاتے تو احباب دو رویہ قطاروں میں کھڑے ہوکر زیارت کرتے۔حضور سے ملاقات کا اشتیاق بھی دیدنی تھا۔24؍دسمبر کو حضور نے مسجد اقصیٰ میں کئی گھنٹے کھڑے ہوکر احباب کو شرف مصافحہ بخشا۔ بیت الدعا میں ہمہ وقت عاشق موجود رہے جو چند منٹ اندر گزارنے کی خاطر بعض دفعہ گھنٹوں انتظار کرتے۔ بیت الفکر اور بیت الذکر کا بھی یہی حال تھا۔

آنے والے کتنے ہی نومبایعین کو مخالفین نے گزشتہ سالوں کی طرح مارا پیٹا، قید کیا اور روکنے کی بھرپور کوشش کی۔ انتہائی دُور افتادہ علاقوں میں مالدیپ کے قریبی جزائر سے بھی احمدی آئے جن کا بحری سفر ڈیڑھ دن، پھر ٹرین کا تین دن اور پھر بس کا دو گھنٹے کا تھا۔بعض علاقوں میں اتنی سردی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور وہاں کے لوگوں کے پاس ٹھنڈ سے بچاؤ کے کپڑے بھی نہیں تھے۔بعض کو رہائش خیموں میں ملی جو رات کو یخ بستہ ہوجاتے مگر اُن کے ایمان کی گرمی برف کو پگھلادیتی ہے۔کئی معذور بھی ہیں مگر انہوں نے معذوری کو مجبوری نہیں بننے دیا۔

مجھے ایک دُور دراز سے آنے والے نہایت بوڑھے احمدی نے بتایا کہ اس کو خدا نے حضور کے خلیفہ بننے کی پہلے ہی اطلاع دیدی تھی اور وہی شکل دکھائی تھی جو وہ آج دیکھ رہا ہے۔

فیصل آباد کے ایک گاؤں کے 81 سالہ بزرگ عبدالحفیظ صاحب اپنی بیماری اور کمزوری کے باوجود قادیان پہنچے۔سفر کی کوفت کی وجہ سے قادیان میں ہی اُن کی وفات ہوگئی۔حضور نے اُن کا جنازہ پڑھایا اور بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین کی سعادت انہیں حاصل ہوئی۔

مجلس انصاراللہ برطانیہ کے رسالہ ''انصارالدین'' جنوری،فروری 2006ء میں مکرم محمد اسحٰق ناصر صاحب جلسہ سالانہ قادیان کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 2005ء کا جلسہ سالانہ قادیان غیرمعمولی بشارتوں کو پورا کرنے والا تھا۔جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام کے حوالہ سے فرمایا تھا کہ: ''پتہ چلتا ہے کہ ایک بار نہیں، دو دو تین تین چار چار بار آنا ہو گا اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی وہ تقدیر ظاہر ہوگی کہ جب خلافت اپنے دائمی مرکز قادیان کو واپس پہنچے گی۔''

(افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ قادیان 1991ء)

جو دوسرے الہامات اس موقع پر پورے ہوئے ان میں ایک یوں ہے: ''ان الّذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد''۔وہ خدا جس نے خدمت قرآن تیرے سپرد کی ہے پھر تجھے قادیان واپس لائے گا۔(تذکرہ صفحہ 309)

2005ء میں خلافتِ احمدیہ حقہ اسلامیہ کے قیام پر بھی، قمری کیلنڈر کے حساب سے، ایک سو سال پورے ہوئے۔اسی طرح نظام وصیت کے عظیم الشان نظام کو بھی سو شمسی سال پورے ہوئے۔

روزانہ فجر کی نماز کے بعد اور پھر سارا دن ہی لوگ قطار در قطار بہشتی مقبرہ کی طرف رواں دواں نظر آتے تھے اور یہ سلسلہ سوائے باجماعت نمازوں اور جلسہ کے اوقات کے مسلسل تمام دن جاری رہتا۔تمام متبرک ومقدس مقامات پر ہروقت زائرین کا ہجوم ہوتا تھا۔ روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے شرف ملاقات حاصل کررہے تھے۔محبت اور اخوت کے بے مثال نظارے ہر طرف نظر آتے۔ بازاروں میں ہر رنگ اور نسل کے لوگ، مختلف زبانیں بولنے والے، امیر اور غریب بڑی محبت کے ساتھ ایک دوسرے کو سلام کہتے اور بغلگیر ہوتے۔ایسا لگتا تھا کہ مسیح پاک کی یہ بابرکت بستی اس دنیا کا حصہ نہیں بلکہ ایک الگ ہی دنیا تھی جس میں ہر لحظہ خدا تعالیٰ کے انوار اور رحمتیں بارش کی طرح برس رہی تھیں۔

کثیر تعداد میں غیرمسلم، خاص طور پر سکھ جلسہ میں شامل ہوئے۔ایک دن میں پچیس بسیں ان مہمانوں کو لیکر قادیان آئیں۔اسی طرح بعض دوسرے مذاہب کے لیڈروں نے بھی جلسہ سے خطاب کیا۔حکومت اور انتظامیہ کی طرف سے بہت تعاون کیا گیا تھا اور پولیس کی بھاری جمعیت حفاظتی نقطہ نظر سے تمام وقت حاضر تھی۔

اردو اخبار ہند سماچار نے جلسہ سالانہ پر سپیشل سپلیمنٹ شائع کیا۔اسی اخبار میں جلسہ کے دنوں میں حضور انور کی تقاریر کا خلاصہ نمایاں جگہ پر شائع ہوتا رہا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اخبارات نے جلسہ سالانہ اور حضور انور کے دورہ کو نمایاں اور کھلے دل کے ساتھ مثبت کوریج دی۔

پینتیس صفحات کا اردو اور انگریزی میں ایک خوبصورت کتابچہ جو کہ جلسہ کے پروگرام اور تفصیلی معلومات پر مشتمل تھا کثیر تعداد میں شائع کیا گیا تھا۔ چھ لنگر خانوں میں مہمانوں کے لئے کھانا تیار کیا جاتا تھا۔رہائش کے لئے بہت سی عمارتوں میں انتظام کیا گیا تھا۔مثلاً ایوان خدمت، ایوان انصار، نصرت گرلز کالج، جامعۃ المبشرین، گیسٹ ہاؤسز اور سرائے طاہر وغیرہ۔ اس کے علاوہ بہت سی بڑی بڑی عمارتیں کرایہ پر بھی لی گئی تھیں۔ اس میں بعض سکول، کالج اور شادی ہال وغیرہ شامل تھے۔ سینکڑوں کی تعداد میں مہمان غیرمسلموں یعنی ہندوؤں اور سکھوں کے گھروں میں بھی مقیم تھے۔ایک بہت بڑی تعداد میں مہمان خیمہ جات میں مقیم تھے۔یہ خیمہ جات بہشتی مقبرہ کے اندر اور بہشتی مقبرہ سے باہر مردانہ جلسہ گاہ کے قریب لگائے گئے تھے۔موسم نہایت ہی سرد تھا اسکے باوجود ان خیمہ جات میں لوگ بڑی خوشی کے ساتھ رہ رہے تھے۔

جلسہ سے قبل قادیان میں موسم خاصا خراب تھا سخت سردی اور دھند تھی اور سورج کا نام ونشان نہیں تھا۔ ایسے موسم میں کشمیری نوجوان ہمہ وقت بہشتی مقبرہ میں ڈیوٹی پر تھے اور روزانہ فجر کی نماز کے بعد میں نے دیکھا کہ اکثر نوجوان اپنے پاؤں میں چپلیاں پہنے ہوئے ہیں اور بڑی بشاشت کے ساتھ اپنا فرض ادا کررہے ہیں۔ایسا لگتا تھا کہ ان کے لئے سردی ہے ہی نہیں۔ جلسہ سالانہ کے تمام شعبہ جات نے ماشاءاللہ بہت اچھا کام کیا۔مگر ایک شعبہ قائم تو تھا مگر اس کا کوئی کام نظر نہیں آرہا تھا۔عام طور پر جلسوں اور اجتماعات کے موقع پر خاص طور پر ان مغربی ممالک میں شعبہ تربیت کو خاصا کام کرنا پڑتا ہے۔مگر جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۱۹؍جنوری ۲۰۰۶ء میں مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ کا منظوم کلام شامل اشاعت ہے جو دراصل MTA پر جلسہ قادیان کے مناظر دیکھ کر ایک حسرت زدہ دل کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے اظہار حسرت ہے۔

اس طویل نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

آپؑ ان گلیوں میں گھومے، ان مکانوں میں رہے
جسم دنیا میں رہا خود آسمانوں میں رہے
ہم شکستہ نیم جانوں کا بھی لے لیجئے سلام
مرغِ بسمل کی طرح جو آشیانوں میں رہے
ہم ہیں وہ الفاظ جو لب سے ادا نہ ہوسکے
ہم ہیں وہ مفہوم ، جو گم داستانوں میں رہے
ہم مگر ڈش کے سہارے شامل جلسہ ہوئے
آپ کے دست دعا کے سائبانوں میں رہے
ہم ہوا کے دوش پر ہر رُت میں شامل ہو گئے
ہم تخیّل کی بہت اونچی اڑانوں میں رہے

شعبہ تربیت کی طرف سے جابجا بینرز تو آویزاں تھے مگر نمازوں یا جلسہ کے اوقات میں مَیں نے کسی صاحب کو کسی سے یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ بھائی نماز کو چلو یا جلسہ گاہ میں چلو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسیہ کی بدولت تمام دل اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے ہوئے تھے اور خود بخود مساجد کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے نشان نازل ہوتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ جلسہ سے قبل موسم بہت ہی خراب تھا۔ سردی اور دھند اس قدر تھی کہ کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس موسم میں کھلے آسمان کے نیچے لوگ کیسے جلسہ سن سکیں گے۔ 26/دسمبر کی صبح موسم بالکل صاف تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی اور ایسا موسم خدا تعالیٰ کے فضل سے جلسہ کے تینوں دن رہا۔

درویشان قادیان کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جن کی بیمثال قربانیوں کی بدولت آج کے دن خدا تعالیٰ نے دکھائے ہیں۔ انہوں نے اپنی جانوں، اپنے مالوں اور عیال و اطفال کی کوئی پرواہ نہ کی اور دیار مسیحؑ کی حفاظت کی خاطر وہاں پر بیٹھ رہے۔ ان درویشان کی اکثریت اپنے عہدوں پورا کر کے اپنے مولا کے حضور حاضر ہو چکی ہے۔ 313 میں سے صرف 32 بزرگ زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر وصحت میں برکت دے۔ میں نے ان میں سے بعض بزرگوں سے ملاقات کی۔ ان سے مل کر حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا اور دنیا سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

ماہنامہ ’’اخبار احمدیہ‘‘ برطانیہ کا
سیدنا طاہرؒ نمبر

۲۰۰۵ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر جماعت احمدیہ برطانیہ کی طرف سے اپنے محبوب آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں شائع کیا جانے والا ’’سیدنا طاہرؒ سووینئر‘‘ نہایت خوبصورت گیٹ اَپ اور چار صد صفحات کے نہایت قیمتی دستاویزی مواد اور بے شمار تاریخی رنگین تصاویر پر مشتمل ہے۔ اردو اور انگریزی میں شائع ہونے والا یہ سووینئر بلاشبہ ایک عمدہ پیشکش ہے اور یادگار کے طور پر محفوظ رکھے جانے کے لائق بھی ہے۔ اس سووینئر میں شامل چند مضامین کا بیان آئندہ چند شماروں میں بھی جاری رہے گا۔ انشاء اللہ

چند یادیں

جماعت احمدیہ برطانیہ کے ’’سیدنا طاہرؒ سووینئر‘‘ میں مکرم چودھری حمیداللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید کا جو مضمون شامل اشاعت ہے اس میں حضورؒ کے حوالہ سے چند اہم اور تاریخی یادوں کو جمع کیا گیا ہے۔

☆ ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو جنرل ضیاء الحق نے آرڈیننس xx جاری کیا تو رات 10 بجے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے مرکزی عہدیداروں کا ایک اجلاس بلایا جس میں اس بات پر ابتدائی مشورہ ہوا کہ اس آرڈیننس کے مدنظر جماعت کا آئندہ لائحہ عمل کیا ہو۔ اگلے روز باہر کی جماعتوں سے بھی بہت سے نمائندگان تشریف لے آئے اور مشورہ وسیع ہو گیا۔ مختلف کاموں کیلئے مختلف کمیٹیاں قائم کی گئیں اور حضورؒ کی ہجرت کا فیصلہ بھی اسی دن ہوا۔ اس سے اگلے دن حضور رحمہ اللہ کی ہجرت کے انتظامات کو آخری شکل دی گئی۔ حضورؒ نے ۲۹/اپریل کو صبح روانہ ہونا تھا۔ ۲۸/اپریل کو ہجرت جیسے اہم قدم اور جماعت سے جدائی کی وجہ سے حضور رحمہ اللہ کی ایک کرب کی کیفیت تھی جس کا اظہار ان ارشادات سے ہوتا ہے جو حضورؒ نے روانگی سے ایک دن قبل مختلف نمازوں کے بعد فرمائے۔ چونکہ حضورؒ نے یہ ارشادات بغیر کسی پیشگی پروگرام کے فرمائے تھے اس لئے اس وقت ان کو محکمانہ طور پر ریکارڈ نہیں کیا گیا، البتہ یہ کم وبیش حضورؒ کے ہی الفاظ ہیں:-

(i) ’’السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ صبر کریں، حوصلہ رکھیں، ہم نے خدا تعالیٰ کو مانا ہے۔ ہم مشرک نہیں ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہم سے قربانیاں مانگی ہیں۔ ہم قربانی دیں گے۔ وہ جتنی قربانیاں مانگے گا ہم دیں گے، ہم دیں گے، ہم دیں گے۔ سب سے پہلے میں قربانی دوں گا، میں قربانی دوں گا، میں قربانی دوں گا‘‘۔

(ii) ’’السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں نے آپ کو یہاں اس لئے نہیں بٹھایا کہ میں نے کوئی تقریر کرنی ہے۔ میں نے آپ کو دیکھنے کے لئے بٹھایا ہے۔ میری آنکھیں آپ کو دیکھنے سے ٹھنڈک محسوس کرتی ہیں۔ میرے دل کو تسکین ملتی ہے۔ مجھے آپ سے پیار ہے، عشق ہے۔ خدا کی قسم کسی ماں کو بھی اس قدر پیار نہیں ہو سکتا۔‘‘

(iii) ’’السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں آج آپ کو صبر کی تلقین کرنا چاہتا ہوں۔ صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔ کوئی بھی ایسی حرکت نہیں کرنی جو صبر کے معیار سے گری ہوئی ہو۔ صبر کا دامن صبر سے تھامے رکھنا ہے۔ صبر روحانیت میں تبدیل ہو جایا کرتا ہے۔ یہ اس صابر کی دعائیں ہیں جو دنیا میں انقلاب برپا کرتی ہیں، صبر کے سامنے سب طاقتیں ہیچ ہیں۔ کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی جس سے جماعت پر حرف آئے۔ ہمارے پاس سب سے بڑا ہتھیار گریہ وزاری ہے۔ اتنی گریہ و زاری کریں، اتنی گریہ و زاری کریں کہ آسمان کے کنگرے بھی ہل جائیں۔ قسم اُٹھا کر میرے ساتھ وعدہ کریں جو حکم میں دوں گا اُس کی اطاعت کریں گے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جماعت روحانیت کے نئے دَور میں داخل ہو رہی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا غم کو خوشیوں میں تبدیل کر دے گا۔ آہیں اور سسکیاں خوشیوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔ خدا کی قسم فتح ہماری ہے۔ آپ جیتیں گے، آپ جیتیں گے، آپ جیتیں گے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں آپ سچے ہیں، آپ سچے ہیں، آپ سچے ہیں۔ قوموں کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہم اُن کی حفاظت کریں گے۔ صبر کرنے والے ہمیشہ غالب آتے ہیں اور بے صبرے ہمیشہ تباہ ہو جاتے ہیں۔‘‘

28 اپریل 1984ء عشاء کی نماز آخری نماز تھی جو ہجرت سے قبل حضورؒ نے مسجد مبارک ربوہ میں پڑھائی۔ قراءت کے دوران حضورؒ نے قرآن مجید کی آیت کا یہ ٹکڑا قُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اتنا بار بار اور اتنے الحاح اور رقّت سے پڑھا کہ جن لوگوں کو ہجرت کے فیصلہ کا علم تھا، انہوں نے یہ محسوس کیا کہ حضورؒ نے تو ہجرت کا اعلان ہی کر دیا ہے۔

☆ حضور رحمہ اللہ ۲۹/اپریل ۱۹۸۴ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد بعض ایسے مشورے جو پاکستان سے حضور رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کئے جانے تھے، حضورؒ نے ارشاد فرمایا کہ مرکز سے کوئی نمائندہ یہ مشورے لے کر آئے۔ چنانچہ خاکسار ستمبر ۱۹۸۴ء کے آخر میں برطانیہ پہنچا اور ایک سال سے زیادہ یہاں خدمت کی توفیق پائی۔ اس دوران جلسہ سالانہ یوکے کی تیاری کے سلسلہ میں حضورؒ کے ارشاد پر جماعت یوکے کی راہنمائی کی نیز جلسہ کے معاً بعد انٹرنیشنل شوریٰ منعقد کرنے کا انتظام بھی کیا۔

ایک روز مکرم شیخ مبارک احمد صاحب (برادر حضرت شیخ محبوب عالم صاحب خالد مرحوم) تفسیر کبیر سے ایک اقتباس لے کر آئے تا کہ حضورؒ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ اقتباس یوں ہے: ’’ان دونوں (حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام۔ ناقل) کے بعد حضرت ایوب کا ذکر کیا گیا ہے جن کی ساری عمر مشکلات میں کٹ گئی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لحاظ سے شاید حضرت علیؓ کو حضرت ایوبؑ سے نسبت دی جا سکے اور مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے لحاظ سے تو بہرحال یہ ایک پیشگوئی ہے جو وقت پر آ کر ظاہر ہوگی‘‘۔ (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 549 مطبوعہ 1958ء)۔ جب یہ اقتباس خاکسار نے حضورؒ کی خدمت میں پیش کیا تو فرمایا کہ ہاں میرے ذہن میں بھی یہ بات ہے۔ اس اقتباس کو رسالہ ’النصر‘ میں شائع کر دیں۔ رسالہ النصر ایک ہفتہ وار رسالہ تھا اور الفضل کے بدل کے طور پر لندن سے حضورؒ کی ہجرت کے بعد کچھ عرصہ کے لئے جاری کیا گیا تھا۔

اسی طرح ایک دوست نے حضورؒ کو حضرت مصلح موعودؓ کی ایک رؤیا لکھ کر بھجوائی جس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا تھا۔ ان دوست نے حضورؒ کو لکھا کہ یہ رؤیا تو حضور رحمہ اللہ کی موجودہ ہجرت پر چسپاں ہوتی نظر آتی ہے۔ نیز حضورؒ نے فرمایا کہ اس رؤیا کے مطابق اس ابتلا کے دَور میں جماعت نے درمیانی راستہ ہی اختیار کیا ہے اور کسی انتہا پر نہیں گئی۔

خاکسار نے عرض کیا کہ رؤیا میں حضرت مصلح موعود وہ راستہ اختیار کرنے کا سوچ رہے تھے جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں ذکر ہے، وہ الہام کونسا ہے؟ فرمایا کہ وہ الہام یَـاْتِـیْ عَـلَیْـکَ زَمَـنٌ کَمِثْلِ زَمَنِ مُوْسٰی ہے۔

پوری صورت حال کو سمجھنے کے لئے احباب جماعت کو مصلح موعود کے دعویٰ والے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے رؤیا کو دوبارہ پڑھنا چاہیے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ رؤیا صرف مصلح موعود کی پیشگوئی تک محدود نہیں بلکہ یہ رؤیا خلافت احمدیہ کے سفر پر حاوی ہے۔

☆ ۱۹۷۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے صد سالہ جوبلی منصوبہ کا اعلان فرمایا اور صد سالہ جوبلی منصوبہ کمیٹی مقرر فرمائی۔ حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب مرحوم اس کے صدر تھے۔ حضرت مرزا طاہر احمدؒ اس کے ممبر تھے۔ خاکسار سیکریٹری تھا۔ اس منصوبہ کی کئی شقیں تھیں۔ جس شق پر منصوبہ بندی میں سب سے زیادہ مشکل پیش آئی تھی وہ شق نمبر 4 تھی یعنی: ’’نوع انسانی کو امّت واحدہ بنانے کا کام‘‘۔

خاکسار کی رائے میں ہجرت کے بعد لندن جا کر جن امور کی طرف حضورؒ نے خاص توجہ دی اور غیر معمولی محنت کی وہ ساری دنیا کو امّت واحدہ بنانے والے اقدامات تھے۔ اوّل اس بات کو جماعت کے ذہن نشین کروایا کہ جماعت کے لئے خلیفۂ وقت کے خطبات سننا ضروری ہیں۔ چنانچہ حضورؒ کے خطبات جمعہ کی کیسٹس دنیا کے سارے ممالک کو بھجوانے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ ممالک کو کیسٹ پلیئرز اور کیسٹ کاپیئرز مہیا کئے گئے۔ خطبات اور مجالس کی مختلف زبانوں میں ترجمانی کا انتظام بھی کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ویڈیو کیسٹس کی تیاری کا بھی وسیع پیمانے پر انتظام کیا گیا۔ حضورؒ نے جماعت کے لئے ریڈیو سٹیشن کے قیام کے لئے بھی لندن جاتے ہی کوشش شروع کر دی تھی۔ لیکن ریڈیو سٹیشن کی range تھوڑی تھی اور ساری دنیا تک آواز پہنچانے کیلئے relay stations کا قیام ضروری تھا۔ اس لئے یہ پروگرام بھی بین الاقوامی ضروریات کے لئے ناکافی ہونے کی وجہ سے drop کر دیا گیا۔ پھر MTA معرض وجود میں آیا جو دنیا کے امّت واحدہ بننے کے لئے بڑا اہم اور بنیادی ہے۔

MTA نے جماعت کے افراد کو خلیفۂ وقت کے ساتھ اور آپس میں جوڑ دیا ہے اور بیک وقت ساری دنیا میں خلیفۂ وقت کے ارشادات پہنچنے کے نتیجہ میں جماعت ایک ہی طرح پر سوچنے اور عمل کرنے لگتی ہے۔ نیز مختلف ملکوں، قومیتوں اور مختلف زبانوں کے جاننے والے بھی ہمارے پروگرام سنتے ہیں تو اُن کی سوچیں بھی ہماری سوچوں سے ہم آہنگ ہو رہی ہیں۔ چنانچہ امّت واحدہ بننے کا عمل صرف اندرون جماعت ہی نہیں، بیرون جماعت بھی جاری ہے اور حضورؒ کے خطابات اور بالخصوص سوال جواب کی مجالس نے نیشنلزم اور انٹرنیشنلزم کے درمیان توازن قائم کرنے کے لئے بنیادی کردار ادا کیا۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 9 جون 2005ء میں ’’پھولوں کا شہزادہ‘‘ کے عنوان سے مکرم ایچ آر ساحر صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

مے کشو! تازہ کریں پھر سنت بادہ چلو!
سوئے میخانہ بہ حسب گرمی وعدہ ، چلو!
عندلیبان چمن کو ہو نوید سر خوشی!
بزم آرا پھر ہوا پھولوں کا شہزادہ چلو
نور کب دیکھا کسی نے خاک آنکھوں سے حبیب؟
اشک میں تبدیل کر کے دید کا مادہ چلو!
حضرت احمد سے لے کر حضرت مسرور تک
میں تو ہوں ساحرؔ در اقدس کا دلدادہ ، چلو!

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

11th August 2006 –17th August 2006

Please Note that programme and timings may change without prior notice All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344

Friday 11th August 2006

00:05	Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
01:10	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 116, Recorded on: 19/12/1995.
02:20	Huzoor's Tours: Huzoor's visit to India.
03:00	Al Maa'idah: A cookery programme
03:30	Bustan-e-Waqf-e-Nau Class with Huzoor. Recorded on 7th February 2004.
04:40	Moshaairah: An evening of poetry.
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:05	Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Nasirat) Class with Huzoor. Recorded on 8th February 2004.
08:10	Les Francais C'est Facile: No. 70
08:30	Seerat Sahaba Rasool (saw)
09:15	Urdu Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Session 4, Recorded on 15th March 1994.
10:00	Indonesian Service
11:00	Siraiki Service
12:00	LIVE Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V, From Baitul Futuh.
13:10	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
14:10	Bangla Shomprochar
15:20	Seerat Sahaba Rasool (saw) [R]
16:00	Friday Sermon [R]
17:00	Khilafat Jubilee Quiz
18:05	Les Francais C'est Facile: No. 70 [R]
18:30	Arabic Service
20:30	MTA International Jamaat News [R]
21:15	Friday Sermon [R]
22:30	Urdu Mulaqa'at: Session 4 [R]
23:00	MTA Variety: A visit to American Museum of Natural History.

Saturday 12th August 2006

00:00	Tilaawat & MTA Jamaat News
00:35	Les Francais C'est Facile: No. 70
01:05	Liqaa Ma'al Arab: a sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 117, Recorded on: 20/12/1995.
02:15	Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 11th August 2006.
03:20	Bangla Shomprochar
04:20	Khilafat Jubilee Quiz
05:20	MTA Variety: A visit to American Museum of Natural History.
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
07:05	Children's Class with Huzoor. Recorded on 14/02/2004.
08:00	MTA Travel: A visit to a Koala park on Sydney, Australia.
08:20	Friday Sermon [R]
09:20	Ashab-e-Ahmad
10:00	Indonesian Service
10:55	French service
12:00	Tilaawat & MTA Jamaat News
12:55	Bangla Shomprochar
14:00	Intikhab-e-Sukhan: Nazm request programme
15:00	Children's Class [R]
16:05	Moshaairah: An evening of poetry
17:00	Question and Answer Session in Urdu with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 25/02/1996. Part 1.
17:55	Husn-e-Biyan: a poetry based quiz programme
18:30	Arabic Service
20:35	MTA International Jamaat News
21:05	Children's Class [R]
22:00	MTA Travel [R]
22:20	Ashab-e-Ahmad [R]
22:55	Friday Sermon [R]

Sunday 13th August 2006

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith, MTA International News Review
01:05	Husn-e-Biyan: a poetry based quiz programme
01:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 118, Recorded on: 21/12/1995.
02:35	Ashab-e-Ahmad
03:15	Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V. Recorded on 11/08/2006.
04:20	Moshaairah: An evening of poetry
05:30	MTA Travel: A visit to a Koala park on Sydney, Australia.
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
07:15	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) Class with Huzoor. Recorded on 15th February 2004.
08:20	Learning Arabic: Programme No. 26
08:45	MTA Variety
09:15	Huzoor's Tours: Huzoor's visit to India.
10:00	Indonesian Service
11:00	Spanish translation of Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Head of the Ahmadiyya Muslim Jama'at. Recorded on 23rd December 2005.
12:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
13:00	Bangla Shomprochar
14:00	Friday sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 11th August 2006.
15:05	Huzoor's Tours: Huzoor's visit to India [R]
16:00	Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Atfal) Class [R]
17:05	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on: 22/05/1984.
17:55	Learning Arabic: Programme No. 26 [R]
18:30	Arabic Service
19:25	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 119, Recorded on: 26/12/1995.
20:30	MTA International News Review
21:05	Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Atfal) Class [R]
22:25	Huzoor's Tours: Huzoor's visit to India [R]
23:10	Ilmi Khutbaat

Monday 14th August 2006

00:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:00	Learning Arabic: Programme No. 26
01:25	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 119, Recorded on: 26/12/1995.
02:35	Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 11th August 2006.
03:40	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on: 22/05/1984.
04:25	MTA Variety
04:55	Ilmi Khutbaat
06:00	Tilaawat, Dars & MTA News
07:15	Bustan-e-Waqfe Nau Class with Huzoor. Recorded on 21st February 2004.
08:25	Le Francais C'est Facile: Programme No. 18
09:00	Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session 88, Recorded on: 22/11/1999.
10:10	Indonesian Service
11:10	Spotlight
11:45	Quiz Ruhaani Khazaa'en
12:15	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:00	Bangla Shomprochar
14:05	Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V. Recorded on: 26/08/2005.
15:10	Spotlight [R]
15:50	Intikhab-e-Sukhan: Nazm request programme
17:00	Rencontre Avec Les Francophones [R]
18:30	Arabic Service
19:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 120, Recorded on: 27/12/1995.
20:35	International Jamaat News
21:05	Bustan-e-Waqfe Nau [R]
22:25	Friday Sermon Recorded on: 26/08/2006 [R]
23:35	Spotlight [R]

Tuesday 15th August 2006

00:10	Tilaawat, Dars & MTA News
01:05	Le Francais C'est Facile: Programme No. 18
01:40	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 120, Recorded on: 27/12/1995.
02:45	Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V. Recorded on: 26/08/2005.
04:15	Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session 88, Recorded on: 22/11/1999.
05:30	Quiz Ruhaani Khazaa'en
06:00	Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA News
07:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) Class with Huzoor. Recorded on 22nd February 2004.
08:00	Learning Arabic: Programme No. 26
08:45	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on: 25/03/1996. Part 1
10:00	Indonesian Service
11:00	Sindhi Service
12:00	Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA News
13:05	Bangla Shomprochar
14:05	Jalsa Salana Address: Concluding Address delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V, on the occasion of Jalsa Salana Fiji 2006. Recorded on 29/04/2006.
14:50	Learning Arabic: Programme No. 26 [R]
15:45	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) Class [R]
16:35	Seerat-un-Nabi (saw)
17:40	Question and Answer Session [R]
18:35	Arabic Service
20:30	MTA International News Review Special
21:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) Class [R]
22:00	Seerat-un-Nabi (saw) [R]
23:05	Address by Hadhrat Khalifatul Masih V [R]

Wednesday 16th August 2006

00:00	Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA Jamaat News
01:05	Learning Arabic: Programme No. 26
01:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 121, Recorded on: 28/12/1995.
02:30	Jalsa Salana USA 2005: Speeches delivered by Amir Sahib and Maulana Azhar Haneef Sahib, on the occasion of Jalsa Salana USA 2005.
03:45	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on: 25/03/1996. Part 1
04:55	Seerat-un-Nabi (saw)
06:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
07:10	Children's Class with Huzoor. Recorded on 28th February 2004.
08:05	Seerat Sahaba Rasool (saw)
08:30	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on:25/03/1996. Part 2.
09:10	Indonesian Service
10:20	Swahili Service
11:10	Australian Documentary: a documentary about firefighters.
12:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
13:15	Bangla Shomprochar
14:20	Friday Sermon
15:20	Australian Documentary [R]
15:55	Jalsa Speeches: A speech delivered by Hafiz Muzaffar Ahmad on the topic of 'The Humility and Modesty of the Holy Prophet (saw)'. Recorded on 26/07/2003, at Jalsa Salana UK.
16:30	Children's Class [R]
17:35	Question and Answer Session [R]
18:30	Arabic Service
19:25	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 122, Recorded on: 02/01/1996.
20:30	International Jamaat News
21:00	Children's Class [R]
22:00	Jalsa Speeches [R]
22:55	Friday Sermon [R]

Thursday 17th August 2006

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
01:10	Waqfeen-e-Nau: A children's programme
01:25	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 122, Recorded on: 02/01/1996.
02:45	MTA Variety: A talk by Dr. Mohyuddin Mirza on 'The Philosophy of the Teachings of Islam' written by Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad, The Promised Messiah (as). Part 29.
03:05	Hamaari Kaa'enaat
03:25	Friday Sermon
04:30	Australian Documentary: A documentary about Firefighters.
05:25	Jalsa Speeches: A speech delivered by Hafiz Muzaffar Ahmad on the topic of 'The Humility and Modesty of the Holy Prophet (saw)'. Recorded on 26/07/2003, at Jalsa Salana UK.
06:00	Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) Class with Huzoor. Recorded on 29th February 2004.
08:15	Al Maa'idah
08:25	English Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) with English speaking guests. Session no. 15, Recorded on: 08/05/1994.
09:35	Huzoor's Tours: Huzoor's visit to India.
10:20	Indonesian Service
11:20	Pushto Muzakarah
12:00	Tilaawat, Dars & MTA News Review
13:00	Bengali Service: Bengali translation of Friday Sermon, recorded on 11/08/2006.
14:05	Tarjamatul Qur'an Class. In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session 143, Recorded on: 23/07/1996.
15:05	Huzoor's Tours [R]
15:50	Moshaairah: an evening of poetry
17:10	English Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) with English speaking guests. Session no. 15, Recorded on: 08/05/1994.
18:30	Arabic Service
20:30	News Review Mid week
21:00	Tarjamatul Quran Class. Session 143 [R]
22:05	Al Maa'idah [R]
22:15	MTA Variety: A speech delivered by Muneer Ahmad Khan on the topic of "The background of Tehrike-e-Jadid".
23:00	Gulshan-e-Waqf-e-Nau Class [R]

Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00GMT & 17:00GMT

Al Fazl International Weekly, London

22 DEAR PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 13 | Friday July 28 & August 04, 2006 | Issue No. 30-31

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

ماڈرن ”خلیفۃ المسلمین“ اوراس کی دلچسپ پہچان

نومبر 1922ء کا واقعہ ہے کہ ہندوستان میں یہ خبر پہنچی کہ ”عبدالمجید (ولد امیر المومنین عبدالعزیز) خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین منتخب ہوئے ہیں۔ یہ اطلاع ملتے ہی مرکزی خلافت کمیٹی کے صدر سیٹھ چھوٹانی نے تہنیت وتبریک کا حسب ذیل برقی پیغام دیا۔

”متفقہ ہندوستان علی الخصوص تمام مسلمان یور میجسٹی کی خدمت اقدس میں تخت نشینی کی تقریب سعید پر صمیم قلب سے ہدایائے تہنیت و تبریک پیش کرتے ہیں۔ مسلمان آپ کی عظیم الشان شخصیت پر اعتماد کامل رکھتے ہوئے متیقن ہیں کہ خلافت کی اکمیلت اور اقتدار آپ کا مقدم ترین مقصد ہے۔ اوراس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ کے درخشاں عہد حکومت میں مقدس ومتبرک اسلام کا مستقبل تابان وشاندار ہوگا“۔

علاوہ ازیں ”مجلس عالیہ مرکزیہ خلافت“ نے اپنے 21/نومبر کے اجلاس منعقدہ کلکتہ میں حسب ذیل قرارداد منظور کی ہے:

”مجلس عالیہ مرکزیہ خلافت کا یہ اجلاس جو ہندوستان کے مسلمانوں کے خیالات کی نمائندگی کرتا ہے خلیفۃ المسلمین امیر المومنین ہز امپیریل میجسٹی سلطان...... عبدالمجید خان ثانی خلدہ اللہ ملکہ، کے قدموں میں اپنی مخلصانہ وفاداری واطاعت گزاری پیش کرتا ہے اور دنیائے اسلام کو عموماً اور ملّت ترکیہ کو خصوصاً اس موزون انتخاب پر مبارکباد دیتا ہے۔ اور عاجزانہ طور پر خدا سے دعا کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت سلطان المعظم کی خلافت وسلطنت مدت مدید تک اسلامی دنیا پر قائم رہے اور اُن کا عہد حکومت دنیائے اسلام کے لئے برکت ومسرّت کا دائمی سرچشمہ ثابت ہو۔ مجلس عالیہ مرکزیہ خلافت کا یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کا یہ طریقہ شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے۔ اور مجلس عالیہ ملیہ انگورہ کو اس شاندار کامیابی پر مبارکباد کا ہدیہ پیش کرتا ہے کہ اس نے اسلامی روایات کا احیاء کیا جو کئی صدیوں سے مردہ ہو چکی تھیں۔ اور یہ اجلاس مجلس عالیہ ملیہ انگورہ کی مذہبی روح اور ان کی عالی خدمات اسلامیہ ان کے جذبہ دینی وملی کو بہ نظر استحسان سے دیکھتے ہوئے اس قدردانی کو شامل مسل کرتا ہے“۔

اس کے ساتھ ہی یہ قرارداد بھی منظور کی گئی:

”امیر المومنین سلطان عبدالمجید خان ثانی کے تخت خلافت پر متمکن ہونے کی تقریب کو ہندوستان میں مسرت و شادمانی کے درمیان منایا جائے۔ اس مقصد کے لئے مجلس معتمد صاحبان کو تاریخ مقرر کرنے کا اختیار دیتی ہے۔ اس روز **جدید خلیفہ** کی غائبانہ بیعت کی جائے اور تمام مساجد میں نماز جمعہ کے بعد دعا کی جائے“۔

اس خود ساختہ اور **ماڈرن ”خلیفۃ المسلمین“ کے خدّوخال کیا تھے اوراس کی ”عہدۂ خلافت“ کی پہچان کیا تھی؟** اس کا جواب انہی دنوں امرتسر کے اخبار ”وکیل“ 25/نومبر 1927ء میں حسب ذیل الفاظ میں دیا:

”خلیفہ ممتاز اور مختلف فنون میں ماہر ہے۔ آپ کی حرم محترم بھی ممتاز ماہر موسیقی ہیں“۔

اسی طرح لکھنؤ کے مشہور اخبار ہمدم نے ”لیلائے خلافت“ کے عاشقوں کو یہ جانفزا خوشخبری دے کر ان کے ”ایمان“ میں اضافہ کیا کہ:

”جدید ”خلیفۃ المسلمین“ فنون لطیفہ یعنی مصوری، موسیقی وغیرہ میں زبردست ماہر ہیں۔ انہوں نے اپنا ایک نمونہ فن گزشتہ دنوں میں بمقام لندن بھی پیش کیا تھا“۔

❁❁❁❁❁

یورپ میں مقیم تمام مسلمان مجدّد بریلویت کے خوفناک فتویٰ کی زد میں

مفتی جلال الدین احمد امجدی دارالعلوم براؤن شریف یوپی۔ ضلع بستی (بھارت) کا بیان ہے:

”روس، فرانس، جرمن، پرتگال وغیرہ کے شہروں میں جمعہ اور عیدین کی نماز جائز نہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت فاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا تحریر فرماتے ہیں:

”جہاں سلطنت اسلامی کبھی نہ تھی نہ اب ہے وہ اسلامی شہر نہیں ہو سکتے نہ وہاں جمعہ وعیدین جائز ہوں اگر چہ وہاں کے کافر سلاطین شعائر اسلام کو نہ روکتے ہوں۔ اگر چہ وہاں مساجد بکثرت ہوں۔ اذان واقامت جماعت علی الاعلان ہوتی ہو۔ اگر چہ عوام اپنے جہل کے باعث جمعہ وعیدین بلا مزاحمت ادا کرتے ہوں جیسے کہ روس، فرانس، جرمن، پرتگال وغیرہا اکثر بلکہ کل سلطنت ہائے یورپ کا یہی حال ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ 716“۔

(عجائب الفقہ صفحہ 151 ناشر شبیر برادر ز، ارد و بازار لاہور)

❁❁❁❁❁

سلطان البیان کے کلام بلاغت نظام پر تضمین

حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب مختار شاہجہانپوری ؓ (ولادت 1868ء بیعت 1872ء وفات 8/ جنوری 1969ء) جناب امیر مینائی کے مشہور عالم تلامذہ میں سے تھے۔ آپ کی ادبی شخصیت کے گہرے اثرات شاہجہانپور کے ادبی حلقوں پر تھے۔ حکیم مولوی ضمیر حسن خاں صاحب دلؔ شاہجہانپوری اور محمد ظفر اللہ ظفر حنفی شاہجہانپوری پر احمدیوں سے محبت وعقیدت کی گہری چھاپ تھی۔ جناب دلؔ صاحب کا نعتیہ کلام الفضل کے سیرت النبی نمبر 31/مئی 1929ء کی زینت ہے اور جناب ظفر اللہ خان ظفر شاہجہانپوری نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی جلسہ 1947ء کی ولولہ انگیز نظم:

تعریف کے قابل ہیں یارب ترے دیوانے

پر بہت ذوق وشوق سے ایک پُر کیف تضمین سپرد قرطاس فرمائی جو منصوری کے ایک اہل قلم مخلص احمدی جناب سید فضل الرحمٰن صاحب فیضی کے حوالہ سے روزنامہ ”الفضل“ قادیان 19/اگست 1946ء کی اشاعت میں صفحہ 2 پر شائع ہوئی جو قند مکرر کے طور پر معزز قارئین الفضل انٹرنیشنل کی خدمت میں پیش ہے۔

خلافت خامسہ کے موعود آسمانی دور میں جبکہ نقشۂ عالم پر صرف جماعت احمدیہ ہی عالمگیر دینی خدمات انجام دے رہی ہے اور باقی مسلمانان عالم دہشتگردی اور دنیا پرستی کے ظلماتی طوفانوں میں ڈوب رہے ہیں۔ یہ حقیقت افروز تضمین ہر احمدی میں نئے ولولہ، نئے جوش اور نئی روح پیدا کرنے کا موجب ہوگی۔ انشاءاللہ۔

تضمین

سوئی ہوئی خلقت کو نکلے ہیں وہ چونکانے
دنیا کے کناروں تک اسلام کو پھیلانے
دیوانگی سے ان کی حیران ہیں فرزانے
”تعریف کے قابل ہیں یارب تیرے دیوانے
آباد ہوئے جن سے دنیا کے ہیں ویرانے“

دنیا کے مشاغل سے ملتی ہیں کہاں مہلت
ہردم نئی مشکل ہر آن نئی آفت
دن رات یہی دھن ہے کس طرح ملے دولت
”کب پیٹ کے دھندوں سے مسلم کو بھلا فرصت
ہے دین کی کیا حالت یہ اس کی بلا جانے“

قرآن کے حکموں کو نظروں سے گرایا ہے
خود اپنے ہی ہاتھوں سے گھر اپنا جلایا ہے
کیا جانے کہ یہ سر میں کیا سودا سمایا ہے
”جو جاننے کی باتیں تھیں ان کو بھلایا ہے
جب پوچھیں سبب کیا ہے کہتے ہیں خدا جانے“

کچھ ایسے ہوئے مائل دنیا کی اداؤں پر
ایمان لٹا بیٹھے وہ جھوٹے خداؤں پر
ایک یہ بھی بلا آئی سب اَور بلاؤں پر
”خاموشی سی طاری ہے مجلس کی فضاؤں پر
فانوس ہی اندھا ہے یا اندھے ہیں پروانے“

جس سمت نظر ڈالو بے دینی سی جاری ہے
رگ رگ میں لہو یا رب الحاد کا ساری ہے
افسردگی و غفلت ایک ایک پہ طاری ہے
”سرمستی سے خالی ہے دل عشق سے عاری ہے
بیکار گئے ان کے سب ساغروپیمانے“

الحاد کی یورش نے مذہب کو پچھاڑا ہے
اخلاق بگاڑے ہیں ایمان بگاڑا ہے
خود غرضی سے نیکی کے قدموں کو اکھاڑا ہے
”فرزانوں نے دنیا کے شہروں کو اجاڑا ہے
آباد کریں گے اب ویرانے یہ دیوانے“

قائل نہیں کیا اس کے سب اہل خرد یکسر
جو دل سے نکلتی ہے کرتی ہے اثر دل پر
اس بات سے بے سوچے انکار ہو پھر کیونکر
”روشن نہ اگر ہوتی وہ شمع رخِ انور
کیوں جمع یہاں ہوتے سب دنیا کے پروانے“

ہے شمع ظفرؔ روشن ایماں کے پتنگوں کی
جولانی پہ ہے دنیا فاروقی امنگوں کی
تقدیر بدلنی ہے اب دہر کے رنگوں کی
”ہے ساعت سعد آئی اسلام کی جنگوں کی
آغاز تو مَیں کردوں انجام خدا جانے“

❁❁❁❁❁❁

نظام وصیت

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ وصیت کے متعلق فرماتے ہیں:

”پس تم جلد سے جلد وصیت کرو تا کہ جلد سے جلد نظام نو کی تعمیر ہو اور وہ مبارک دن آجائے جبکہ چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا لہرانے لگے۔ اس کے ساتھ ہی مَیں ان سب دوستوں کو مبارکباد دیتا ہوں جنہیں وصیت کرنے کی توفیق حاصل ہوئی اور مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی جو ابھی تک اس نظام میں شامل نہیں ہوئے توفیق دے کہ وہ بھی اس میں حصہ لے کر دینی و دنیوی برکات سے مالا مال ہو سکیں اور دنیا اس نظام سے ایسے رنگ میں فائدہ اٹھائے کہ آخر اسے یہ تسلیم کرنا پڑے کہ قادیان کی وہ بستی جسے کوردہ کہا جاتا تھا، جسے جہالت کی بستی کہا جاتا تھا، اس میں سے وہ نور نکلا جس نے ساری دنیا کی تاریکیوں کو دور کر دیا، جس نے ساری دنیا کی جہالت کو دور کر دیا، جس نے ساری دنیا کے دکھوں کو دور کر دیا اور جس نے ہر امیر اور غریب اور چھوٹے اور بڑے کو محبت اور پیار اور الفت باہمی سے رہنے کی توفیق عطا کی“۔

ایسے احباب جماعت جو ابھی نظام وصیت میں شامل نہیں ہو سکے۔ ان سے درخواست ہے کہ اس میں شامل ہو کر اس کے فیوض و برکات کے وارث بنیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(ایڈیشنل وکیل المال۔ لندن)